ALAHAZRAT NETWORK
اعلیٰحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

النمیقۃ الانقی فی فرق الملاقی والملقی

۱۳۲۷ھ

ملنے والے اور ڈالے گئے پانی کے فرق میں ایک پاکیزہ تحریر

تصنیف لطیف:

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمۃ

ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

فتوٰی مسمّٰی بہ

[٢٧] النمیقة الانقی فی فرق الملاقی والملقی [١٣]

ملنے والے اور ڈالے گئے پانی کے فرق میں ایک پاکیزہ تحریر (ت)

مسئلہ ۲۹ رجب ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر بے وضو یا جُنب کا ہاتھ یا انگلی یا ناخن وغیرہ لوٹے یا گھڑے میں پڑجائے تو پانی وضو کے قابل رہتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں اس سے پانی مکروہ ہوجاتا ہے اور اگر قابلِ وضو نہ رہے تو کس طرح قابل کیا جاسکتا ہے بیّنوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ الذی انزل الذکر الملقی علی السیّد الطیّب الطھور الانقی الملاقی ربہ لیلة الاسراء علیہ من ربہ الصلاة الزھراء وعلی اٰلہ وصحبہ وامتہ وحزبہ الی یوم اللقاء اٰمین راجح ومعتمد یہ ہے کہ مکلّف پر جس عضو کا دھونا کسی نجاستِ حکمیہ مثل حدث وجنابت و انقطاع حیض ونفاس کے سبب بالفعل واجب ہے وہ عضو یا اُس کا کوئی حصہ اگرچہ ناخن یا ناخن کا کنارہ آبِ غیر کثیر میں کہ نہ جاری ہے نہ دہ دردہ بے ضرورت پڑجانا پانی کو قابلِ وضو وغسل نہیں رکھتا یعنی پانی مستعمل ہوجاتا ہے کہ خود پاک ہے اور نجاست حکمیہ سے تطہیر نہیں کرسکتا اگرچہ نجاست حقیقیہ اُس سے دھو سکتے ہیں، یہی قول صحیح و رجیح ہے عامۂ کتب میں اس کی تصریح ہے اور یہ خود ہمارے ائمہ ثلٰثہ امامِ اعظم و امام ابویوسف و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم سے منصوص ومروی آیا اکابر مشایخ مثل امام ابو عبداللہ جرجانی و امام ابوالحسین قدوری و امام ملک العلماء ابوبکر کاشانی و امام فقیہ النفس فخر الدین خان قاضی وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی نے اُسے ہمارے ائمہ کا مذہب متفق علیہ بتایا۔ فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اپنی ایک تحریر میں اُس پر ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے سوا چالیس ائمہ وکتب کے نصوص نقل کیے اور بعض علمائے متاخرین رحمہم اللہ تعالٰی کو جو اس میں شبہات واقع ہوئے ان کے جواب دیے۔

یہاں اوّلاً فوائد قیود اور ان کے متعلق مسائل ذکر کریں۔

ثانیاً اتمام جواب۔

ثالثاً تحقیق مقام وابانت صواب اور اس کے لیے اپنی تحریر مذکور سے رفع حجاب۔

وباللہ التوفیق فی کل باب والحمد للہ الکریم الوھاب۔

فوائد قیود ومسائل مورود

فائدہ ۱: نابالغ اگرچہ ایک دن کم پندرہ برس کا ہو جبکہ آثار بلوغ مثل احتلام وحیض ہنوز شروع نہ ہوئے ہوں اُس کا پاک بدن جس پر کوئی نجاست حقیقیہ نہ ہو اگرچہ تمام وکمال آب قلیل میں ڈوب جائے اُسے قابلیت وضو وغسل سے خارج نہ کرے گا لعدم الحدث (ناپاک ہونے کی وجہ سے۔ ت) اگرچہ بحال احتمال نجاست جیسے ناسمجھ بچوں میں ہے بچنا افضل ہے ہاں بہ نیت قربت سمجھ وال بچہ سے واقع ہو تو مستعمل کردے گا۔

لانہ من اھلہا وقد بینا المسئلۃ فی الطرس المعدل۔

کیونکہ وہ اس کے اہل سے ہے اور ہم نے یہ مسئلہ "الطرس المعدل" میں بیان کردیا۔ ت

وجیز امام کردری میں ہے:

ادخل صبی یدہ فی الاناء ان علم طہارتہا یدہ بان کان لہ رقیب یحفظہ اوغسل یدہ فھو طاھر وان علم نجاستہ فنجس وان شك فالمستحب ان یتوضأ بغیرہ لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دع مایریبك الٰی مالا یریبك المختار ان وضوء الصبی العاقل مستعمل وغیرالعاقل لا۔[1]

اگر بچے نے پانی میں ہاتھ ڈالا اور یہ معلوم ہے کہ اُس کا ہاتھ پاک ہے، مثلاً کوئی شخص بچے کی دیکھ بھال پر متعین ہے یا اُس نے ہاتھ دھویا ہوا تھا، تو یہ پانی پاک ہے اور اگر اُس کے ہاتھ کا ناپاک ہونا معلوم ہے تو پانی ناپاک ہے، اور اگر شک ہے تو مستحب ہے کہ دوسرے پانی سے وضو کرے، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جو چیز تم کو شک میں ڈالے اس کو چھوڑ کر وہ اختیار کرو جو شک میں نہ ڈالے"۔ مختار یہ ہے کہ عاقل بچہ کا وضو کرنا پانی کو مستعمل بناتا ہے غیر عاقل کا نہیں بناتا۔ (ت) اسی لیے ہم نے مکلّف کی قید لگائی۔

فائدہ ۲: اقول قول بعض پر کہ موت نجاست حکمیہ ہے اگر میّت کا ہاتھ یا پاؤں مثلاً آبِ قلیل میں قبل غسل پڑ جائے اگرچہ بے نیت غسل تو پانی کو مستعمل کرے گا کہ زوال نجاست کے لیے نیت کی حاجت نہیں اگرچہ احیا پر سے

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ المعروف الوجیز الکردری علی الھندیۃ نوع فی المستعمل والمقید المطلق نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۹

اس فرض کفایہ کے سقوط کو اُن کی جانب سے وقوع فعل قصدی لازم ہے ولہذا اگر میت دریا میں ملے تو جب تک احیا اپنے قصد سے اسے پانی میں جنبش نہ دیں اُن پر سے فرض نہ اُترے گا مگر میت کے سب بدن پر پانی گزر گیا تو اُسے طہارت حاصل ہوگئی یونہی بے غسل دیے اس پر نماز جنازہ جائز ہے اور خاص غسل میت کی نیت تو احیا پر بھی ضرور نہیں اپنا قصدی فعل کافی ہے یہی اس مسئلہ میں توفیق وتحقیق ہے درمختار میں ہے:

(ان غسل) المیت (بغیر نیة اجزأ) لطهارته لا لاسقاط الفرض عن ذمة المکلفین (و) لذا قال (لو وجد میت فی الماء فلا بد من غسله ثلثا) لانا امرنا بالغسل فیحرکه فی الماء بنیة الغسل ثلثا فتح و تعلیله یفید انهم لو صلوا علیه بلا اعادة غسله صح وان لم یسقط وجوبه عنهم فتدبر۔[1]

(اگر غسل دیا) میت کو (بغیر نیت کے تو کافی ہے) اُس میت کی طہارت کے لیے نہ کہ فرض کو مکلف لوگوں سے ساقط کرنے کے لیے (اور) اس لیے فرمایا (اگر کوئی مردہ پانی میں ملا تو بھی اس کو تین مرتبہ غسل کرانا ضروری ہے) کیونکہ ہمیں غسل دینے کا حکم دیا گیا ہے تو اُس مُردہ کو پانی میں تین مرتبہ بنیت غسل حرکت دینی چاہیے، فتح۔ اور جو وجہ اُنھوں نے بیان کی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس کی نماز جنازہ اُس کے غسل کے اعادہ کے بغیر پڑھ لی گئی تو لوگوں سے جنازہ کا وجوب ساقط ہوجائیگا اگرچہ ان سے غسل کا وجوب ساقط نہ ہوگا، فتدبر۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

عنایہ میں ہے:

الماء مزیل بطبعه فکما لاتجب النیة فی غسل الحی فکذا لا تجب فی غسل المیت ولهذا قال فی فتاوی قاضی خان میت غسله اهله من غیر نیة الغسل اجزأهم ذلک۔[2]

پانی اپنی طبیعت کی وجہ سے زائل کرنے والا ہے تو جس طرح زندہ شخص کے غسل میں نیت لازم نہیں اسی طرح مُردہ کے غسل میں بھی نہیں، اسی لیے قاضی خان میں فرمایا کہ اگر کسی مُردہ کو اس کے گھر والوں نے بلانیت غسل دے دیا تو کافی ہے۔ ت

ردالمحتار میں ہے:

وصرح فی التجرید والاسبیجابی والمفتاح بعدم اشتراطها ایضا۔[3]

تجرید، اسبیجابی اور مفتاح میں بھی نیت کے شرط نہ کرنے کی تصریح ہے۔ ت

---

[1] الدرالمختار باب صلوۃ الجنازۃ مجتبائی دہلی ۱/۱۲۰
[2] عنایۃ مع الفتح فصل فی الغسل للمیت نوریہ رضویہ سکھر ۲/۷۴
[3] ردالمحتار " البابی مصر ۱/۶۳۵

اُسی میں ہے :

قال فی التجنیس لابد من النیۃ فی غسلہ فی الظاھر وفی الخانیۃ اذا جری الماء علی المیت او اصابہ المطر عن ابی یوسف لا ینوب عن الغسل لانا امرنا بالغسل و ذلك لیس بغسل وفی النھایۃ والکفایۃ وغیرھما لابد منہ الا ان یحرکہ بنیۃ الغسل اھ ثم نقل توفیق الفتح باستظہار ان اشتراطھا لاسقاط وجوبہ عن المکلف لا لتحصیل طہارتہ ھو وشرط صحۃ الصلاۃ علیہ اھ ثم منازعۃ الغنیۃ لہ بان ما مر عن ابی یوسف یفید ان الفرض فعل الغسل منا حتی لو غسلہ لتعلیم الغیر کفی ولیس فیہ مایفید اشتراط النیۃ لاسقاط الوجوب بحیث یستحق العقاب بترکہا وقد تقرر فی الاصول ان ما وجب لغیرہ من الافعال الحسیۃ یشترط وجودہ لا ایجادہ کالسعی والطہارۃ نعم لاینال ثواب العبادۃ بدونہا اھ قال واقرہ الباقانی وایدہ بما فی المحیط لو وجد المیت فی الماء لابد من غسلہ لان الخطاب یتوجہ الی بنی اٰدم ولم یوجد منہم فعل اھ فتلخص انہ لابد فی اسقاط الفرض من الفعل واما النیۃ فشرط لتحصیل الثواب ولذا صح تغسیل الذمیۃ زوجہا المسلم مع ان النیۃ شرطہا الاسلام فیسقط الفرض عنا بفعلنا بدون نیۃ وھو المتبادر من قول الخانیۃ اجزأھم ذلك اھ[1]

اور تجنیس میں ہے کہ ظاہر قول کے مطابق مردہ کے غسل میں نیت ضروری ہے، اور خانیہ میں ہے اگر میّت پر پانی بہ گیا یا بارش پڑ گئی تو ابو یوسف سے منقول ہے کہ یہ غسل شمار نہ ہوگا، کیونکہ ہمیں غسل کا حکم دیا گیا ہے اور یہ غسل نہیں ہے، اور نہایہ و کفایہ وغیرہما میں ہے کہ مردہ کو ایسی صورت میں بہ نیت غسل حرکت دینا لازم ہے پھر انھوں نے فتح کی تطبیق نقل کی اور یہ بھی ذکر کیا کہ حرکت دینے کی شرط اس لیے ہے کہ غسل کا وجوب مکلف سے ساقط ہوجائے، یہ نہیں کہ مردہ پاک ہوجائے، اور نہ یہ اُس پر نماز کی صحت کی شرط ہے اھ پھر اُن کا غنیہ سے یہ جھگڑا کرنا کہ جو نقل ابو یوسف کی گزری اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض یہ ہے کہ ہم زندہ لوگ اُس مُردہ کو غسل دیں، یہاں تک کہ اگر مُردہ کو دُوسروں کو سکھانے کی غرض سے غسل دیا تو کافی ہوگا مگر اس میں یہ موجود نہیں ہے کہ نیت بھی اسقاطِ واجب کے لیے شرط ہے کہ اگر نہ ہو تو وُہ عذاب کا مستحق ہو، اور اصول میں یہ مقرر ہے کہ جو افعالِ حسیہ غیر کے لیے واجب ہوں تو اُن کا وجود ضروری ہے نہ کہ ایجاد ان کے موجود ہونے کیلئے ضروری ہے، جیسے کہ سعی اور طہارت، ہاں نیت کے بغیر عبادت کا ثواب نہیں ملے گا اھ فرمایا اس کو باقانی نے مقرر رکھتے ہوئے اس کی تائید محیط سے کی ہے، محیط میں ہے کہ اگر میّت پانی میں پائی گئی تو بھی اس کا غسل ضروری ہے، کیونکہ خطاب بنو آدم کو ہے اور اُن سے کوئی فعل پایا نہیں گیا اھ تو خلاصہ یہ نکلا کہ اسقاطِ فرض میں

---

[1] ردالمحتار فصل فی الغسل المیت البابی مصر ۱/۶۶۳

کسی نہ کسی فعل کا ہونا ضروری ہے اور نیت حصولِ ثواب کے لیے شرط ہے، اس لیے ذمی عورت اپنے مسلمان شوہر کو غسل دے سکتی ہے حالانکہ نیت کے لیے اسلام شرط ہے تو فرض ہمارے فعل سے ساقط ہو جائے گا خواہ نیت نہ ہو اور خانیہ کے قول أجزأھم سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے اھ۔ ت

اقول ھذا کلہ علی المتبادر من ارادۃ النیۃ الشرعیۃ اما لو حملت علی قصد الفعل ارتفع النزاع فان المامور بہ المکلف لایکون الافعلہ الاختیاری فما وقع عنہ من دون قصد منہ لایخرجہ عن عھدۃ ایجاب الفعل و غسل المیت لہ وجھان وجہ الی الشرطیۃ و ھو عدم صحۃ الصلاۃ علیہ بدون الطھارۃ و ھذا ما یکفی فیہ وجودہ بلا ایجادہ کطھارۃ الحی ووجہ الی الفرضیۃ علینا ولا یتأتی الا بفعل توقعہ قصدا ولو لم تقصد العبادۃ المامور بھا وھذا معنی قول ابی یوسف لانا امرنا بالغسل وقول المحیط ان الخطاب(ف۱) یتوجہ الی بنی اٰدم وبھذا اتفق الکلمات ویظھر ما فی کلام الغنیۃ وللہ الحمد۔

میں کہتا ہوں یہ سب نیت شرعیہ کے ارادہ سے متبادر ہے اور اگر نیت سے مراد ارادۂ فعل لیا جائے تو اختلاف ختم ہو جائے گا، کیونکہ مکلّف کو جو حکم دیا گیا ہے وُہ اس کا فعل اختیاری ہوگا اور جو اُس سے بلا قصد و اختیار سرزد ہو وہ ایجابِ فعل کی ذمہ داری سے اس کو عہدہ برآ نہیں کر سکتا، اور غسل میت کی دو وجہیں ہیں ایک تو شرطیہ کی طرف اور وہ یہ ہے کہ اس پر نماز بلا طہارت جائز نہیں، اور اس صورت میں غسل کا وجود کافی ہے خواہ اس کی طرف سے ایجاد نہ ہو، جیسے زندہ انسان کی پاکی، اور ایک وجہ ہم پر فرضیت کی ہے، اور یہ اُسی فعل سے ادا ہو سکتی ہے جو قصداً کیا جائے اگرچہ مامور بہا عبادت کا قصد نہ کیا جائے، اور یہی مفہوم ہے حضرت امام ابو یوسف کے قول "اس لیے کہ ہم کو غسل کا حکم دیا گیا ہے" کا، اور محیط کے اس قول "کہ خطاب بنو آدم کی طرف متوجہ ہے" کا بھی یہی مفہوم ہے، اس طرح مختلف اقوال میں تطبیق ہو جائے گی، اور جو غنیہ میں ہے وہ ظاہر ہو جائے گا وللہ الحمد۔ ت

www.alahazratnetwork.org

اسی لیے ہم نے مکلف پر جس عضو(ف۲) کا دھونا واجب کہا نہ مکلف کا عضو کہ میت مکلف نہیں۔

فائدہ ۳ : عورت ابھی حیض یا نفاس میں ہے خون منقطع نہ ہوا اس حالت میں اگر اس کا ہاتھ یا کوئی عضو پانی میں پڑ جائے مستعمل نہ ہوگا کہ ہنوز اس پر غسل کا حکم نہیں والمسألۃ فی الخانیۃ والخلاصۃ والبحر وغیرھا اس لیے ہم نے بالفعل کی قید ذکر کی۔

فائدہ ۴ : جس عضو کا جہاں تک پانی(ف۳) میں ڈالنا بضرورت ہو اُتنا معاف ہے پانی کو مستعمل نہ کرے گا مثلاً :

(۱) پانی لگن یا چھوٹے حوض میں ہے کہ دہ در دہ نہیں اور کوئی برتن نہیں جس سے نکال کر وضو کرے تو چلّو لینے کے لیے

اُس میں ہاتھ ڈالنے سے مستعمل نہ ہوگا۔

(٢) اسی صورت میں اگر ہاتھ مثلاً کہنی یا نصف کلائی تک ڈال کر چلّو لیا یعنی جس قدر کے ادخال کی چلّو میں حاجت نہ تھی مستعمل ہوجائے گا کہ زیادت بے ضرورت واقع ہوئی۔

(٣) کوئی یا مٹکے میں کٹورا ڈوب گیا اُس کے نکالنے کو جتنا ہاتھ ڈالنا ہو مستعمل نہ کرے گا اگرچہ بازو تک ہو کہ ضرورت ہے۔

(٤) برتن میں پاؤں پڑ گیا پانی مستعمل ہوگیا کہ اس کی ضرورت نہ تھی۔

(٥) کنوئیں یا حوض میں ٹھنڈ لینے کو غوطہ مارا یا صرف ہاتھ یا پاؤں ڈالا مستعمل ہوگیا کہ ضرورت نہیں۔

(٦) برتن یا حوض میں ہاتھ ڈالا تو تھا چلّو لینے کو پھر اُس میں ہاتھ دھونے کی نیت کرلی مستعمل ہوگیا کہ حوض میں دھونا بضرورت نہ تھا صرف چلّو لینے کی حاجت تھی۔

(٧) کنوئیں سے ڈول نکالنے گھسا اور وہاں غسل یا وضو کی نیت کرلی بالاتفاق مستعمل ہوگیا اگرچہ امام محمد نے ڈول نکالنے کے لیے اجازت دی تھی کہ قصد طہارت کی ضرورت نہ تھی وقس علیہ۔

فتح القدیر میں ہے:

لوادخل المحدث او الجنب او الحائض التی طھرت الید فی الماء للاغتراف لایصیر مستعملا للحاجۃ بخلاف ما لوادخل المحدث رجلہ او رأسہ حیث یفسد الماء لعدم الضرورۃ وفی کتاب الحسن عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان غمس جنب اوغیر متوضئ یدیہ الی المرفقین اواحدی رجلیہ فی اجانۃ لم یجز الوضوء منہ لانہ سقط فرضہ عنہ وذٰلک لان الضرورۃ لم تتحقق فی الادخال الی المرفقین حتی لو تحققت بان وقع الکوز فی الجب فادخل یدہ الی المرفق لاخراجہ لایصیر مستعملا نص علیہ فی الخلاصۃ قال بخلاف ما لوادخل یدہ للتبرد لعدم الضرورۃ ثم ادخال مجرد الکف انما لایصیر مستعملا اذا لم یرد الغسل فیہ بل اراد رفع

اگر بے وضو، جنب یا پاک ہوجانے والی حائض عورت نے اپنا ہاتھ چلّو بھر پانی لینے کے لیے پانی میں ڈالا تو پانی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ یہ ضرورۃً کیا گیا ہے، لیکن اگر بے وضو نے اپنا سر یا پیر اس پانی میں ڈال دیا تو مستعمل ہوجائے گا کیونکہ بغیر ضرورت ہوا' اور حسن کی کتاب جو ابوحنیفہ سے ہے میں ہے کہ اگر جنب یا بے وضو نے اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک یا ایک پیر کسی مرتبان میں ڈالے تو اُس سے وضو جائز نہیں کیونکہ اس طرح اس کا فرض اس سے ساقط ہوگیا کیونکہ کہنیوں تک ہاتھوں کو ڈبونے کی کوئی ضرورت نہ تھی ہاں اگر یہ ضرورت ہو، مثلاً لوٹا کنوئیں میں گر پڑا اس کو نکالنے کے لیے ہاتھ کہنیوں تک اس میں ڈالنا پڑا تو پانی مستعمل نہ ہوگا' یہ خلاصہ میں منصوص ہے' فرمایا اگر ہاتھ محض ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے بلا ضرورت ڈالا تو اس کا یہ حکم نہیں' کیونکہ وہاں ضرورت نہیں' پھر

www.alahazratnetwork.org

الماء وفی المبتغی وغیرہ بتبردہ یصیر مستعملا انکان محدثا والافلا[1] اھ باختصار۔

محض ہاتھ کا ڈالنا پانی کو مستعمل نہیں کردیتا ہے جبکہ غسل کا ارادہ نہ ہو، مثلاً یہ کہ پانی اٹھانے کا ارادہ ہو، اور ملتقی وغیرہ میں ہے ٹھنڈک حاصل ہونے سے مستعمل ہوجائے گا اگر بے وضو ہو ورنہ نہیں اھ۔ ت

ردالمحتار میں زیرِ قول شارح محدث انغمس فی بئر لدلو ولم ینو[2] (بے وضو جس نے ڈول نکالنے کیلئے کنویں میں غوطہ لگایا اور نیت نہ کی۔ ت) فرمایا:

لم ینو ای الاغتسال فلو نواہ صار مستعملا بالاتفاق الا فی قول زفر سراج والمراد لم ینو بعد الانغماس فلاینافی قولہ لدلو افادہ ط[3]۔

نیت نہ کی یعنی غسل کی، اگر غسل کی نیت کی تو پانی بالاتفاق مستعمل ہوجائے گا مگر زفر کے قول میں، سراج۔ اور مراد یہ ہے کہ غوطہ کھانے کے بعد نیت نہ کی تو ان کے قول لدلو کے منافی نہیں، اس کا افادہ "ط" نے کیا۔ ت

ولہذا ہم نے بے ضرورت کی قید لگائی۔

فائدہ ۵: امام ابو یوسف سے روایت معروفہ یہ ہے کہ عضو کا ٹکڑا ڈوب جانے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا جب تک پورا عضو نہ ڈوبے، مثلاً انگلیاں پانی میں ڈالیں تو مستعمل نہ ہوگا کفِ دست کے ڈوبنے سے حکمِ استعمال دیا جائے گا اور صحیح یہ ہے کہ بے ضرورت کتنا ہی ٹکڑا ہو مستعمل کردے گا۔ فتح القدیر میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

لوادخل الجنب فی البئر غیر الید والرجل من الجسد افسدہ لان الحاجۃ فیھما وقولنا من الجسد یفید الاستعمال بادخال بعض عضو وھو یوافق المروی عن ابی یوسف فی الطاھر اذا ادخل رأسہ فی الاناء وابتل بعض رأسہ انہ یصیر مستعملا اما الروایۃ المعروفۃ عن ابی یوسف انہ لایصیر مستعملا ببعض العضو[4]۔

اگر جنب نے کنویں میں ہاتھ پیر کے علاوہ کوئی عضو ڈالا تو پانی فاسد ہوجائے گا، کیونکہ ضرورت صرف انہی دو میں ہے اور ہمارا قول من الجسد بعض عضو کے داخل کرنے سے مستعمل ہونے کا فائدہ دیتا ہے، اور وہ ابو یوسف سے مروی شدہ قول کے موافق ہے، وہ فرماتے ہیں کہ پاک شخص نے کسی برتن میں اپنا سر ڈالا اور اس کا کچھ حصہ تر ہوگیا تو مستعمل ہوگا، اور ابو یوسف سے جو روایت معروف ہے وہ یہ ہے کہ عضو کے بعض حصہ سے مستعمل نہ ہوگا۔ ت

---

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالایجوز نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۷۶

[2] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷

[3] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۸

[4] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالایجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۸

اُسی میں اس سے کچھ پہلے ہے:

ان کان اصبعا او اکثر دون الکف لا یضر ومع الکف بخلافہ ذکرہ فی الخلاصۃ ولا یخلو من حاجۃ الی تأمل وجہہ[1]

اگر انگلی یا اس سے زیادہ ہو اور ہتھیلی سے کم ہو تو مضر نہیں اور ہتھیلی کے ساتھ اس کے برعکس ہے، اس کو خلاصہ میں ذکر کیا، اس میں ضرورت ہے کہ اس کی وجہ پر غور کیا جائے۔ ت

وجیز امام کردری میں ہے:

المعروف عن الامام الثانی عدم الفساد ما لم یصر عضوا تاما والفساد ھو الظاھر[2] اھ۔

امام ثانی سے مشہور یہ ہے کہ جب تک پورا عضو داخل ہو فساد نہیں حالانکہ فساد ظاہر ہے۔ ت

اقول الحق ان المناط الحاجۃ فحیث کانت تندفع ببعض العضو فادخل کلہ یصیر مستعملا ولعل ھذا ھو محمل تلک الروایۃ ان ادخال الاصابع للاغتراف لا یفسد بخلاف الکف ولھذا قال فی الخانیۃ من باب الوضوء ان لم تکن معہ اٰنیۃ صغیرۃ فانہ یغترف من التور باصابع یدہ الیسری مضمومۃ لا بالکف[3]۔

میں کہتا ہوں حق یہ ہے کہ حکم کی علت حاجت ہے تو جہاں ضرورت عضو کے بعض حصے سے پوری ہو جاتی ہو وہاں اگر کل عضو ڈال دیا تو پانی مستعمل ہو جائے گا اور شاید یہ اُس روایت کا محمل ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ چُلّو بھر کر پانی لینے کے لئے انگلیوں کا ڈالنا پانی کو فاسد نہیں کرتا بخلاف ہتھیلی کے، اس لئے خانیہ کے باب وضو میں ہے اگر اس کے پاس چھوٹا برتن نہ ہو تو طشت سے اپنے بائیں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر پانی نکال لے ہتھیلی نہ ڈالے۔ ت

www.alahazratnetwork.org

ولہذا ہم نے حکم عام رکھا باقی فوائد ہمارے رسالہ الطرس المعدل سے ظاہر ہیں اُسے قابلِ وضو کرنے کے دو طریقے ہیں، ایک یہ کہ اپنی مقدار سے زائد آبِ طاہر مطہر میں ملا دیا جائے سب قابلِ وضو ہو جائے گا۔ درمختار میں ہے:

غلبۃ المخالط لو مماثلا کمستعمل فبالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز التطہیر

ملنے والے پانی کا غلبہ اگر اسی کی مثل ہو جیسے مستعمل پانی تو اعتبار اجزاء (مقدار) کا ہوگا، اگر مطلق نصف سے زیادہ

---

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز نوریہ رضویہ سکھر ١/٧٦
[2] بزازیۃ مع الہندیۃ نوع فی المستعمل والمقید والمطلق نورانی کتب خانہ پشاور ٤/٩
[3] خانیہ مع الہندیۃ صفۃ الوضوء ؍؍ ١/٣٣

بالکلّ والاولٰی[1]

توسب سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ ت

دوسرے یہ کہ اُس میں طاہر مطہر پانی ڈالتے رہیں یہاں تک کہ اُس کا برتن بھر کر اُبلے اور بہنا شروع ہو سب طاہر مطہر ہوجائے گا کہ اس طرح پاک پانی کے ساتھ بہانے سے ناپاک پانی پاک ہوجاتا ہے تو غیر مطہر کا مطہر ہوجانا بدرجہ اولٰی

درمختار میں ہے:

المختار طہارۃ المتنجس بمجرد جریانہ[2]

مختار قول یہ ہے کہ نجس پانی محض جاری ہونے سے پاک ہوجائے گا۔ ت

ردالمحتار میں ہے:

بمجرد جریانہ بان یدخل من جانب ویخرج من اٰخر حال دخولہ وان قل الخارج بحر ولا یلزم ان یکون ممتلئا اول وقت الدخول لانہ اذا کان ناقصا فدخل الماء حتی امتلأ وخرج بعضہ طہر ایضا کما حققہ فی الحلیۃ[3]۔

محض اس کے جاری ہونے سے، کہ ایک طرف سے داخل کیا جائے اور دوسری طرف سے نکالا جائے اس کے داخل ہونے کی حالت میں، اگرچہ خارج کم ہو، بحر' یہ ضروری نہیں کہ داخل ہوتے وقت بھرا ہوا ہو، کیونکہ جب ناقص ہوگا اور پانی داخل ہوکر برتن بھر جائے پھر پانی نکل جائے تو بھی یہ پانی پاک ہوجائے گا، جیسا کہ حلیہ میں تحقیق کی۔ ت

www.alahazratnetwork.org

بدائع میں ہے:

وعلی ھذا حوض الحمام او الاوانی اذا تنجس[4]۔

اور اسی پر حمام کے حوض کو قیاس کیا جائے یا برتنوں کو جب وہ ناپاک ہوجائیں۔ ت

شامی میں ہے:

مقتضاہ انہ علی قول الصحیح تطہر الاوانی ایضا بمجرد الجریان وقد علل فی البدائع ھذا القول بانہ صار ماء جاریا فاتضح الحکم وللہ الحمد[5] اھ وتمامہ فیہ۔

اس کا مقتضی یہ ہے کہ قول صحیح پر برتن بھی محض پانی کے بہنے سے پاک ہوجائیں گے، اور اس کی وجہ بدائع میں یہ بیان کی ہے کہ یہ جاری پانی ہوگیا، تو جاری پانی کا حکم اس پر لاگو ہوگا، تو حکم ظاہر ہوگیا وللہ الحمد اھ اور اس کی مکمل بحث اسی میں ہے۔ ت

---

[1] درمختار، باب المیاہ، مجتبائی دہلی ۱/۳۴ [2] ایضاً ۱/۳۶
[3] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۳ [4] ایضاً ۱/۱۴۴
[5] ایضاً

بعض لوگوں کا کہنا کہ اس سے پانی مکروہ ہوجاتا ہے اگر پینے کے حق میں مراد تو مذہب صحیح پر مبنی ہے کہ ماءِ مستعمل طاہر ہے مطہر نہیں اُس سے وضو نہ ہوگا اور پینا مکروہ۔ حلیہ پھر شامی میں ہے: بلعه ایاه مکروه[1] (اس کا اس کو نگلنا مکروہ ہے۔ت) درمختار میں ہے:

هو طاهر ولو من جنب وهو الظاهر لكن يكره شربه والعجن به تنزيها للاستقذار وعلى رواية نجاسته تحريما۔[2]

وہ پاک ہے خواہ جنب سے ہی ہو اور یہی ظاہر ہے لیکن اس کا پینا اور اس سے آٹا گوندھنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ اس سے گھن آتی ہے، اور نجس ہونے کی روایت پر مکروہ تحریمی ہے۔(ت)

اور اگر وضو کے حق میں مقصود یعنی اس سے وضو ہوجائے گا مگر مکروہ ہے تو مذہب غیر صحیح پر مبنی ہے صحیح یہی ہے کہ اس سے پانی مستعمل ہوجائے گا اور اُس سے وضو صحیح نہ ہوگا نہ یہ کہ صرف کراہت ہو کما ستحققه بتوفیق الله تعالٰی قد آن اوانه بتوفیقه عزشانه۔

تحقیق المقام بفضل الملك العلام اقول وبالله التوفيق ان الفروع متوافرة والنقول عن ائمتنا الثلثة رضی الله تعالٰی عنهم وعمن بعدهم متظافرة ونصوص معتمدات الشروح والفتاوی متواترة شاهدات على ان المحدث اذا ادخل عضوه قبل غسله فی ماء قليل فانه يجعل الماء مستعملا الا ما كان عن ضرورة فعفو قال فی الفتح بعد اقامة البينة على ان رفع الحدث ايضا مغير للماء وان لم تكن معه نية قربة ما نصه وبهذا يبعد قول محمد انه التقرب فقط الا ان يمنع كون هذا مذهبه كما قال شمس الائمة قال لانه ليس بمروی

میں بفضلہ تعالٰی کہتا ہوں کہ متوافر فروع اور ہمارے تینوں ائمہ اور بعد کے علماء کی نقول اور متون و شروح معتمدہ کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ بے وضو شخص جب اپنا کوئی عضو دھوئے بغیر تھوڑے پانی میں ڈالے گا تو وہ پانی مستعمل ہوجائے گا، ہاں ضرورتاً ایسا کرنا معاف ہے، فتح میں اس امر پر دلیل قائم کی ہے کہ رفعِ حدث بھی پانی میں تغیر پیدا کردیتا ہے خواہ اس میں تقرب کی نیت نہ ہو، اس کے بعد انہوں نے کہا کہ اس سے امام محمد کا قول کہ صرف تقرب سے متغیر ہوتا ہے، بعید ہوجاتا ہے ان کا مذہب نہ مانا جائے، جیسا کہ شمس الائمہ نے فرمایا کیونکہ یہ اُن سے مروی نہیں ہے، اور اُن سے صحیح یہ ہے کہ حدث کا پانی سے زائل کرنا پانی کو فاسد کردیتا ہے،

---

[1] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷

[2] ایضاً

عنده والصحيح عنده ان ازالة الحدث بالماء
مفسد له ومثله عن الجرجاني وما استدلوا
به عليه من مسألة المنغمس لطلب الدلو حيث
قال محمد الرجل طاهر والماء طاهر اجاب ان
الازالة عنده مفسدة الا عند الضرورة والحاجة
كقولنا جميعا لو ادخل المحدث او الجنب او الحائض
التي طهرت اليد في الماء للاغتراف لا يصير
مستعملا للحاجة بخلاف ما لو ادخل رجله
او رأسه حيث يفسد الماء لعدم الضرورة وفي
كتاب الحسن عن ابي حنيفة ان غمس جنب او
غير متوضئ يديه الى المرفقين او احدى رجليه
في اجانة لم يجز الوضوء منه لانه سقط فرضه
عنه وذلك لان الضرورة لم تتحقق في الادخال
الى المرفقين حتى لو تحققت بان وقع الكوز
في الجب فادخل يده الى المرفق لاخراجه
لا يصير مستعملا نص عليه في الخلاصة
قال بخلاف ما لو ادخل يده للتبرد يصير
مستعملا لعدم الضرورة[1] اه وفي التبيين
نحوه وزاد معللا لمحمد في مسألة البئر ان
وقوع الدلو في البئر يكثر والجنابة تكثر ايضا
فلو اغتسل للاخراج الدلو كلما وقع يحرجون[2] اه
وفي الخانية اتفق اصحابنا رحمهم الله تعالى

اور اسی کی مثل جرجانی سے منقول ہے، انھوں نے اس شخص
سے استدلال کیا ہے جو ڈول نکالنے کے لیے پانی میں غوطہ
لگائے۔ امام محمد نے اس شخص کی بابت فرمایا مرد بھی پاک ہے
اور پانی بھی پاک، اس کا جواب یہ ہے کہ ازالۂ حدث اُن
کے نزدیک پانی کو فاسد کردیتا ہے مگر ضرورۃً نہیں کرتا ہے
جیسا کہ ہم سب کہتے ہیں کہ اگر بے وضو، ناپاک یا حائض جو
پاک ہوگئی ہو اگر پانی میں ہاتھ ڈال کر چلّو بھریں تو ضرورت
کی وجہ سے یہ پانی مستعمل نہ ہوگا، ہاں اگر سر یا پیر ڈالا
تو پانی فاسد ہوجائے گا کہ یہاں ضرورت نہیں ہے۔
اور حسن کی کتاب میں ابو حنیفہ سے ہے کہ اگر جنب یا بے وضو
شخص نے اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک یا ایک پیر ٹب میں
ڈالا تو اس سے وضو جائز نہیں، کیونکہ اس کا فرض ساقط
ہوا ہے کیونکہ دونوں کہنیوں تک ڈبونے کی کوئی ضرورت
نہ تھی، ہاں اگر ضرورت پائی گئی مثلاً لوٹا تالاب میں تھا
تو اس کو نکالنے کے لیے کہنیوں تک ہاتھ ڈالے تو پانی
مستعمل نہ ہوگا، خلاصہ نے اس کی تصریح کی ہے فرمایا
بخلاف اس کے کہ اگر ہاتھ ٹھنڈک حاصل کرنے کو ڈبوئے
تو پانی ضرورت نہ پائے جانے کی وجہ سے مستعمل ہوجائیگا
اھ اور تبیین میں بھی ایسا ہی ہے اور امام محمد کے کنویں کے
مسئلہ میں باضافۂ دلیل اس طرح بیان کیا ہے کہ کنویں
میں ڈول کا گرنا بکثرت ہوتا ہے اور جنابت بھی بکثرت
ہوتی ہے تو اگر ہر مرتبہ ڈول نکالنے کے لیے غسل ضروری ہو

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز نوریہ رضویہ سکھر ١/٧٦
[2] تبیین الحقائق کتاب الطہارت مطبع الامیریہ بولاق مصر ١/٢٥

في الروايات الظاهرة على ان الماء المستعمل في البدن لا يبقى طهورا واختلفوا هل يصير مستعملا لسقوط الفرض اذا قصد التبرد او اخراج الدلو من البئر قال ابو حنيفة وابو يوسف رحمهما الله تعالٰى يصير مستعملا وقال محمد رحمه الله تعالٰى في المشهور عنه لا[۱] اھ اي للضرورة كما مر اما الامام فلم يعتبر الضرورة هنا لندرة الاحتياج الى الانغماس بخلاف الاحتياج الى الاغتراف باليد[۲] اھ ش والتعليل بالضرورة مقصور على نحو طلب الدلو اما التبرد فلما اشتهر عن محمد من القصر على القربة ومشى عليه في الخانية فلذا ذكره وتبعه البحر والنهر والدر۔

تو لوگ تنگی میں پڑ جائیں گے اھ اور خانیہ میں ہے کہ ہمارے اصحاب روایات ظاہرہ میں اس امر پر متفق ہیں کہ جو پانی بدن پر مستعمل ہو وہ طہور نہ رہے گا اور اس میں اختلاف ہے کہ اگر ہاتھ ٹھنڈا کرنے کے لیے یا ڈول نکالنے کے لیے ہاتھ ڈالا تو آیا سقوطِ فرض کی وجہ سے مستعمل ہوگا یا نہیں؛ ابو حنیفہ اور ابو یوسف کا قول ہے کہ مستعمل ہوجائے گا اور محمد سے مشہور روایت یہ ہے کہ نہ ہوگا اھ یعنی ضرورت کی وجہ سے جیسا کہ گزرا، مگر امام نے یہاں ضرورت کا اعتبار نہ کیا، کیونکہ غوطہ لگانے کی حاجت شاذ ہی ہوتی ہے ہاں ہاتھ سے چلّو بھرنا عموماً ہوتا ہے اھ ش۔ اور ضرورت کی علت ڈول طلب کرنے پر منحصر ہے ٹھنڈک کا ذکر اس وجہ سے کیا کہ محمد سے یہ روایت مشہور ہوئی کہ وہ صرف ادائے قربۃ کو وجہ استعمال قرار دیتے ہیں اور خانیہ میں بھی یہی ہے تو اسی لیے اس کو ذکر کیا اور بحر، نہر اور دُر نے اس کی پیروی کی۔ ت

www.alahazratnetwork.org

اقول وهذا اعجب بعد مشيهم على ان الصحيح ان محمدا لا يقصر التغير على التقرب قال ش قدمنا ان ذلك خلاف الصحيح عنده فلذا اقتصر في الهداية على قوله لطلب الدلو[۳] اھ

میں کہتا ہوں یہ امر باعث تعجب ہے کیونکہ وہ اس امر کو مانتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ محمد پانی کے تغیر کو قربۃ تک ہی محدود نہیں رکھتے۔ "ش" نے فرمایا ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ یہ اُن کے نزدیک صحیح کے خلاف ہے اس لیے ہدایہ میں صرف ڈول کی تلاش کے مسئلہ پر اکتفاء کیا ہے اھ ت

اقول الهداية ايضا من الماشين كالخانية وكثيرين على ان محمدا لا يجعل السبب الا التقرب وقد ذكرناه في الطرس

میں کہتا ہوں ہدایہ بھی پیروی کرنے والا ہے، جیسے صاحبِ خانیہ ہیں اور بہت سے دوسرے فقہاء کہ امام محمد سبب صرف تقرب کو قرار دیتے ہیں

۱؎ فتاوٰی خانیہ علی العالمگیری الماء المستعمل نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۴
۲؎ ردالمحتار باب المیاہ ۱/۱۴۹ ۳؎ ایضاً ۱/۱۴۸

المعدل فليس اقتصاره على ذكر الطلب لما ذكر
وفيها[1] من فصل مايقع فی البئر المحدث (ای فی الخانیہ ۱۲)
اذا غسل اطراف اصابعه ولم يغسل عضوا تاما
اشار الحاكم رحمه الله تعالى فی المختصر الى
انه يصير مستعملا[1] وفی وجيز[2] الامام الكردری
ادخل الجنب او الحائض فيه (ای فی الماء)
يده للاغتراف اورفع الكوز منه لايفسده
للضرورة بخلاف ادخاله للتبرد[2] وفی الكافی[3]
انما لم يحكم محمد باستعمال الماء فی مسألة
البئر للضرورة فانهم لو جاؤا بمن يطلب دلوهم
لايمكنهم ان يكلفوه بالاغتسال اولا[3] اھ وفی
الخلاصة[4] معزيا للاصل ونحوه فی الخانية و
عنها فی الغنية[4] واللفظ لفقيه النفس مختصرا
ادخل يده للاغتراف لايفسد الماء وكذا
اذا ادخل يده فی الجب الى المرفق لاخراج
الكوز ويده ورجليه فی البئر لطلب الدلو لمكان
الضرورة ولو للتبرد يصير مستعملا لانعدام
الضرورة[5] اھ وفی الحلية[6] قال القدوری كان
شيخنا ابو عبدالله يقول الصحيح عندی من
مذهب اصحابنا ان ازالة الحدث توجب
استعمال الماء ولا معنى لهذا الخلاف اذ لا

اور ہم اس کو "الطرس المعدل" میں بیان کرچکے
ہیں تو ان کا طلب پر اکتفاء اس سبب سے نہیں جو ذکر کیا
اور خانیہ کی فصل مایقع فی البئر میں ہے، بے وضو
نے اگر اپنی انگلیوں کے کناروں کو دھویا اور پورا عضو
نہ دھویا، حاکم نے مختصر میں کہا کہ اس طرح پانی مستعمل
ہوجائے گا، اور وجیز امام کردری میں ہے، جُنب
یا حائض نے اس میں (پانی میں) چلّو بھرنے کے لیے
اپنا ہاتھ ڈالا یا اس میں سے لوٹا نکالنے کے لیے، تو
پانی ضرورت کی وجہ سے خراب نہیں ہوگا، ہاں اگر ٹھنڈک
حاصل کرنے کے لیے ڈالا تو فاسد ہوجائے گا، اور
کافی میں ہے کہ امام محمد نے کنویں کے مسئلہ میں پانی کے
مستعمل ہونے کا حکم اس لیے نہیں لگایا کہ وہاں ضرورت
ہے، کیونکہ اگر ڈول نکالنے والا مل جائے تو لوگوں کے لیے
ممکن نہیں کہ پہلے اسکو غسل کا پابند کریں اھ، اور خلاصہ میں یہ
چیز اصل کی طرف منسوب ہے اور اسی قسم کی عبارت
خانیہ میں ہے اور خانیہ سے غنیہ میں منقول ہے اور الفاظ
فقیہ النفس کے ہیں مختصراً۔ کسی شخص نے پانی میں اپنا
ہاتھ چلّو بھرنے کے لیے ڈالا تو وہ پانی کو فاسد نہ کرے گا
اور اسی طرح لوٹا نکالنے کے لیے اپنا ہاتھ گڑھے میں
کہنیوں تک ڈالا، اور اسی طرح ہاتھ پیر اگر کنویں میں
ڈول کی تلاش میں ڈالے تو ضرورت کی وجہ سے پانی

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی مایقع فی البئر ۱/۶
[2] بزازیۃ مع العالمگیری المستعمل والمقید والمطلق نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۹
[3] الکافی
[4] غنیۃ المستملی باب الانجاس سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۲

نص فیہ وانما لم یأخذ الماء حکم الاستعمال[ف1] فی مسألۃ طلب الدلو لمکان الضرورۃ اذ الحاجۃ الی الانغماس فی البئر لطلب الدلو مما یکثر ولو احتیج الی نزح کل الماء کل مرۃ لحرجوا حرجا عظیما فصار کالمحدث اذا اغترف الماء بکفہ لایصیر مستعملا بلاخلاف وان وجد اسقاط الفرض لمکان الضرورۃ اھ[1] وفی البرھان[13] شرح مواھب الرحمٰن ثم غنیۃ[15] ذوی الاحکام للشرنبلالی معناہ وفی شرح الوھبانیۃ للعلامۃ ابن الشحنۃ اعتبار الضرورۃ فی مثل ذٰلک مذکور فی الصغری[16] وغیرھا اھ وفی النھایۃ[17] ثم الھندیۃ[18] لو الغمس[ف2] للاغتسال للصلاۃ یفسد الماء بالاتفاق اھ[2] ونحوہ فی العنایۃ[19] وغیرھا وفی فوائد الامام ظھیر الدین ابی بکر محمد بن احمد بن عمر علی شرح الجامع الصغیر للامام الصدر الشھید حسام الدین عمر بن عبد العزیز رحمھما اللہ تعالٰی لو ادخل رجلہ فی البئر ولم ینو بہ الاستعمال ذکر شیخ الاسلام المعروف بخواھر زادہ رحمہ اللہ تعالٰی ان الماء یصیر مستعملا عند محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ وذکر شمس الائمۃ الحلوانی رحمہ

فاسد نہ ہوگا اور اگر ٹھنڈک کے حصول کی خاطر ڈالے تو پانی مستعمل ہوجائے گا کہ ضرورت نہیں ہے، اور حلیہ میں ہے کہ قدوری نے کہا ہمارے شیخ ابو عبداللہ فرماتے تھے میرے نزدیک ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب یہ ہے کہ ازالہ حَدَث پانی کے استعمال کا موجب ہے اور اس اختلاف کا کوئی مفہوم نہیں کیونکہ اس میں نص موجود نہیں، اور ڈول کی تلاش کے مسئلہ میں پانی کا مستعمل نہ ہونا ضرورت ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ کنویں میں ڈول کی تلاش میں غوطہ خوری عام ہے، اور اگر ہر مرتبہ کنویں کا پورا پانی نکالنا پڑ جائے تو لوگ سخت تنگی میں مبتلا ہوجائیں گے، تو یہ بے وضو کی طرح ہے کہ وہ چلّو سے پانی لے تو بالاتفاق پانی مستعمل نہ ہوگا اگرچہ اس میں اسقاطِ فرض بھی پایا جارہا ہے، کیونکہ ضرورت ہے، اور برہان شرح مواہب الرحمٰن، نیز غنیہ ذوی الاحکام شرنبلالی میں اس کا ہم معنی ہے، اور علامہ ابن الشحنہ کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں ضرورت کا اعتبار صغرٰی وغیرہ میں مذکور ہے اھ اور نہایہ وہندیہ میں ہے کہ نماز کے لیے غسل کرنے کو غوطہ لگایا تو پانی بالاتفاق مستعمل ہوجائے گا اھ اور عنایہ وغیرہ میں اسی کی مثل ہے اور امام ظہیر الدین ابو بکر محمد بن احمد بن عمر کے جو فوائد شرح جامع صغیر امام صدر شہید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارت مسئلۃ البئر جحط ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۷

[2] ہندیۃ الماء الذی لایجوز بہ التوضؤ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۳

www.alahazratnetwork.org

اللہ تعالٰی انه لایصیر مستعملا لان الرجل فی البئر بمنزلة الید فی الاٰنیة فعلی ھذا التعلیل اذا ادخل الرجل فی الاناء یصیر مستعملا لعدم الضرورۃ اھ[1]

میں ہے کہ اگر کسی شخص نے کنویں میں بلانیت استعمال اپنا پیر ڈالا تو ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ شیخ الاسلام المعروف خواہر زادہ نے فرمایا کہ پانی امام محمد کے نزدیک مستعمل ہوجائے گا، اور شمس الائمہ الحلوانی نے ذکر کیا کہ پانی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ کنویں میں پیر کا ڈالنا ایسا ہے جیسا ہاتھ برتن میں، اسی استدلال کی بنیاد پر اگر کوئی شخص برتن میں پیر داخل کرے تو پانی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے مستعمل ہوجائے گا اھ۔ت

قلت وحاصل قول الامام الحلوانی ان الید ربما لاتبلغ قعر البئر فمست الحاجة الی الرجل ھذا ھو الذی یعطیه نص قوله لا احتمال فیه لغیرہ واستثناء موضع الضرورۃ معلوم من اقوالھم بالضرورۃ فقول العلامة ابن الشحنة فی زھر الروض بعد نقله یمکن دفع التعارض بحمل ما قاله خواھر زادہ علی ما اذا لم یکن موضع ضرورۃ وما قاله الحلوانی علی موضع الضرورۃ اھ[2] تردد فی موضع الجزم وشك فی محل الیقین **وفی** متن الملتقی لو انغمس جنب فی البئر بلا نیة فقیل الماء والرجل نجسان عند الامام والاصح ان الرجل طاھر والماء مستعمل عندہ اھ[3] **وفی** شرحه مجمع الانھر لو قال انغمس محدث لکان اولی وانما قال بلا نیة

میں کہتا ہوں اور امام حلوانی کے قول کا ماحصل یہ ہے کہ ہاتھ کبھی کنویں کی تہ تک نہیں پہنچ پاتا ہے تو پیر کی ضرورت ہوتی ہے، یہ مفہوم ان کی اس تصریح سے حاصل ہوتا ہے کہ اس میں اس کے غیر کا احتمال نہیں، اور مقام ضرورت کا استثناء اُن کے اقوال سے بداہۃً معلوم ہوتا ہے تو علامہ ابن الشحنہ کا قول زہر الروض میں نقل کے بعد اس کا تعارض اس طرح رفع ہوسکتا ہے کہ خواہر زادہ نے جو فرمایا ہے اس کو ضرورت کے نہ ہونے پر محمول کیا جائے اور حلوانی کے قول کو ضرورت پر محمول کیا جائے اھ تردد ہے مقام یقین میں اور شک ہے مقام یقین میں۔ اور متن ملتقی میں ہے کہ اگر کسی جُنب نے بلانیت کنویں میں غوطہ لگایا تو کہا گیا کہ آدمی اور پانی دونوں نجس ہیں امام کے نزدیک۔ اور اصح یہ ہے کہ ان کے نزدیک آدمی پاک ہے اور پانی مستعمل ہے اھ اور اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے کہ اگر انغمس محدث

www.alahazratnetwork.org

---

[1] کفایۃ مع الفتح الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالایجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۸۰
[2] زہر الروض
[3] ملتقی الابحر فصل فی المیاہ العامرہ مصر ۱/۳۱

لانہ لو انغمس للاغتسال فسد الماء عند الکل اھ[1] وفی النہر الفائق فی تعلیل قول محمد فی مسألۃ جحط اما طہارۃ الرجل فلان محمدا لایشترط الصب و اما الماء فللضرورۃ[2] اھ نقلہ السید الازھری علی الکنز وفی الدر اسقاط فرض ھو الاصل بان یدخل یدہ اورجلہ فی الحب لغیر اغتراف و نحوہ فانہ یصیر مستعملا لسقوط الفرض اتفاقا اھ[3] ولو استرسلنا فی سرد الفروع لاعیانا ولکن نرد البحر ونکثر الاغتراف منہ لان الکلام سیدور معہ فنقول فی البحر من الماء المستعمل ذکر ابوبکر الرازی انہ یصیر مستعملا عند محمد باقامۃ القربۃ لاغیر استدلالا بمسألۃ الجنب اذا انغمس فی البئر لطلب الدلو قال شمس الائمۃ السرخسی جوابہ انما لم یصر مستعملا للضرورۃ واقرہ علیہ العلامۃ ابن الھمام والامام الزیلعی اھ[4] وفیہ واعلم ان ھذا وامثالہ کقولھم فیمن ادخل یدیہ الی المرفقین واحدی رجلیہ فی اجانۃ یصیر الماء مستعملا یفید ان الماء یصیر مستعملا بواحد من ثلثۃ ازالۃ حدث اقامۃ قربۃ اسقاط فرض فکان الاولی ذکر ھذا السبب

www.alahazratnetwork.org

کہا ہوتا تو بہتر تھا۔ اور اسی لیے "بلا نیت" کہا کیونکہ اگر غسل کے لیے غوطہ لگایا تو سب ہی کے نزدیک پانی مستعمل ہوجائیگا اھ اور نہر الفائق میں مسئلہ بئر جحط میں امام محمد کے قول کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا آدمی کا پاک ہونا اس وجہ سے ہے کہ محمد بہانے کو شرط قرار نہیں دیتے اور پانی کا پاک ہونا ضرورت کی وجہ سے ہے اھ اس کو سید ازہری نے کنز میں نقل کیا ہے' اور دُر میں ہے کہ اسقاط فرض ہی اصل ہے، مثلاً یہ کہ گڑھے میں ہاتھ یا پیر چلّو بھرنے وغیرہ کی نیت کے علاوہ کسی اور ارادہ سے ڈالے تو وہ مستعمل ہوجائے گا، کیونکہ اس طرح فرض بالاتفاق ساقط ہوجاتا ہے اھ اور اگر ہم فروع گنانا شروع کردیں تو مشکل ہوگا، لیکن ہم سمندر پر آکر اس سے بکثرت چلّو بھرتے ہیں، کیونکہ گفتگو اسی کے ساتھ رہے گی' تو ہم کہتے ہیں' بحر میں ہے کہ ابوبکر رازی کہتے ہیں کہ صرف قربت کی ادائیگی سے پانی مستعمل ہوگا' عند محمد۔ وہ اس کو جنب کے مسئلہ پر قیاس کرتے ہیں جو کنوئیں میں ڈول نکالنے کی خاطر غوطہ لگائے۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مستعمل ضرورت کی وجہ سے نہ ہوا' اور اس کو علامہ ابن ہمام اور زیلعی نے برقرار رکھا اھ اس میں ہے جاننا چاہیے کہ یہ اور اس کے امثال جیسے ان کا قول' اس شخص کی بابت جو اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک

[1] مجمع الانہر	فصل فی المیاہ	العامرہ مصر	۱/۳۱
[2] فتح المعین	بئر جحط	سعید کمپنی کراچی	۱/۷۰
[3] درمختار	باب المیاہ	مجتبائی دہلی	۱/۳۷
[4] بحر الرائق	کتاب الطہارۃ	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۱۹۰

الثالث[1] اھ **وفیہ** ذکر شمس الائمۃ السرخسی فی المبسوط (ای شرحہ) ان فی الاصل (ای فی مبسوط الامام محمد رحمہ اللہ تعالٰی) اذا اغتسل الطاھر فی البئر افسدہ[2] اھ ای اذا نوی القربۃ کما لا یخفی **وفیہ** مسألۃ البئر جحط وصورتھا جنب انغمس فی البئر للدلو او للتبرد ولا نجاسۃ علی بدنہ فعند محمد الرجل طاھر والماء طھور وجہ قول محمد علی ما ھو الصحیح عنہ ان الماء لا یصیر مستعملا وان ازیل بہ حدث للضرورۃ[3] اھ **وفیہ** قال الخبازی فی حاشیۃ الھدایۃ قال القدوری رحمہ اللہ تعالٰی کان شیخنا ابو عبد اللہ الجرجانی یقول الصحیح عندی من مذھب اصحابنا (الی اٰخر ما قدمنا عن الحلیۃ غیر انہ قال لو احتاجوا الی الغسل عند نزح ماء البئر کل مرۃ لحرجوا الخ وزاد فی اٰخرہ) بخلاف ما اذا ادخل غیر الید فیہ صار الماء مستعملا[4] اھ **وفیہ** عن ابی حنیفۃ ان الرجل طاھر لان الماء لا یعطی لہ حکم الاستعمال قبل الانفصال من العضو قال الزیلعی والھندی وغیرھما تبعا للھدایۃ وھذہ الروایۃ اوفق الروایات وفی فتح القدیر

یا ایک پیر کسی مرتبان میں ڈالے تو پانی مستعمل ہوجائیگا' سے معلوم ہوتا کہ پانی کا مستعمل ہونا تین اشیاء میں سے کسی ایک کے ساتھ ہوگا، حدث کا زائل کرنا، قربت کا ادا کرنا' فرض کا ساقط کرنا، تو بہتر یہ تھا کہ اس تیسرے سبب کو ذکر کرتے۔ اور اسی میں ہے کہ شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط میں (یعنی اس کی شرح میں) ذکر کیا کہ اصل میں (یعنی امام محمد کی مبسوط) میں ہے کہ اگر پاک شخص نے کنویں میں غسل کیا تو پانی مستعمل ہوجائیگا اھ یعنی اگر قربت کی نیت کی کما لا یخفی۔ اور اسی میں ہے کہ کنویں کا مسئلہ جحط ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایک جنب نے کنویں میں غوطہ لگایا ڈول نکالنے کے لیے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے' اور اس کے بدن پر نجاست نہ ہو تو محمد کے نزدیک آدمی پاک ہے اور پانی پاک کرنے والا ہے' اور محمد کے قول کی وجہ صحیح قول کے مطابق یہ ہے کہ پانی مستعمل نہیں ہوتا ہے خواہ اُس سے حدث ہی کیوں زائل نہ کیا جائے ضرورت کی وجہ سے۔ اُسی میں ہے خبازی نے کہا حاشیہ ہدایہ میں کہ قدوری نے کہا کہ ہمارے شیخ ابو عبداللہ الجرجانی فرماتے ہیں میرے نزدیک ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب (آخر تک جو ہم نے حلیہ سے نقل کیا، البتہ انھوں نے فرمایا کہ اگر وہ غسل کے محتاج ہوں ہر مرتبہ کنویں سے پانی

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۲

[2] ایضاً ۱/۹۷

[3] ایضاً ۱/۹۷

[4] ایضاً ۱/۹۷

وشرح المجمع انها الروایة المصححة اھ[1] فعلم بما قررناہ[عہ] ان المذھب المختار فی ھذہ المسألة ان الرجل طاھر والماء طاھر غیر طھور اھ[2] و فیہ وان انغمس للاغتسال صار مستعملا اتفاقا وحکم الحدث حکم الجنابة ذکرہ فی البدائع اھ[3] وفیہ وکذا الحائض والنفساء بعد الانقطاع اما قبل الانقطاع فھما کالطاھر اذا انغمس للتبرد لایصیر الماء مستعملا کذا فی فتاوی قاضی خان والخلاصة اھ[3] وفیہ قال القاضی الاسبیجابی فی شرح مختصر الطحاوی جنب اغتسل فی بئر ثم فی بئر الٰی

نکالتے وقت تو لوگ حرج میں پڑجائیں گے الخ اور اسکے آخر میں اضافہ کیا) بخلاف اس صورت کے کہ جب ہاتھ کے علاوہ اور کوئی عضو پانی میں ڈالا تو پانی مستعمل ہوجائے گا اھ اور اس میں ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ آدمی پاک ہے کیونکہ پانی کو مستعمل ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا تاوقتیکہ وہ عضو سے جدا نہ ہو، زیلعی و ہندی وغیرہما نے ہدایہ کی متابعت میں فرمایا اور یہ روایت تمام روایات میں مطابقت پیدا کرنے والی ہے اور فتح القدیر اور شرح المجمع میں ہے کہ تصحیح شدہ روایت یہی ہے اھ تو ہماری تقریر سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں مذہب مختار یہ ہے کہ

عہ قال الشامی قال الرملی اقول سیاتی قریبا انہ طاھر طھور علی الصحیح اھ اقول وھذا تصریح بتصحیح روایة ط من جحط فما فی المنحة عن شرح ھدیة ابن العماد لسیدی عبد الغنی قدس سرہ ان مسألة جحط الاقوال الثلثة فیھا ضعیفة فکانہ لاختیار الروایة الرابعة المختارة فی البحر لا ان لاشیئ من الثلث مصححا اھ منہ

شامی نے کہا رملی نے کہا میں کہتا ہوں عنقریب آئیگا کہ یہ صحیح روایت پر طاہر و طہور ہے میں کہتا ہوں یہ مسئلہ بئر جحط سے طحاوی کی تصحیح شدہ روایت کی تصریح ہے تو جو منحہ میں سید عبد الغنی کی شرح ہدیہ ابن عماد سے ہے کہ مسئلہ بئر جحط کے تینوں قول ضعیف ہیں تو اس وجہ سے کہ وہ بحر الرائق کی اختیار کردہ چوتھی روایت کو اختیار کرتے ہیں یہ نہیں کہ تین میں سے کسی کی تصحیح نہیں کی گئی۔ ت

---

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۹۷
[2] ایضاً ۱/۹۸
[3] ایضاً
[3] ایضاً ۱/۹۹

عشرۃ قال محمد یخرج من الثالثة[1] طاھرا ثم ان کان علی بدنہ عین نجاسۃ تنجست المیاہ کلہا (یرید الثلثۃ) وان لم تکن صارت المیاہ (الثلثۃ) کلہا مستعملۃ ثم بعد الثالثۃ ان وجدت منہ النیۃ یصیر مستعملا وان[2] لم توجد لا[1] اھ ومثلہ عنہ فی خزانۃ المفتین مع التصریح بتصحیح قول محمد المذکور ورأیت ایضا فیہ التصریح بارادۃ الثلثۃ کما زدتہ توضیحا وزاد[1] وکذلک فی الوضوء اھ ثم رأیت فی المنحۃ عن السراج الوھاج ایضا التصریح باستعمال ثلث دون ما بعدھا الا بالنیۃ وھو ظاھر وفیہ من ابحاث الماء المقید صرحوا بان الجنب اذا نزل فی البئر بقصد الاغتسال یفسد الماء عند الکل صرح بہ الاکمل وصاحب معراج الدرایۃ وغیرھما[2] اھ وفیہ

آدمی پاک ہے اور پانی پاک تو ہے مگر پاک کرنے والا نہیں اھ اور اسی میں ہے اگر کسی نے غسل کے لیے غوطہ لگایا تو پانی اتفاقاً مستعمل ہوجائے گا اور حدث کا حکم جنابت والا ہی ہے، اس کو بدائع میں ذکر کیا اھ اور اسی میں ہے کہ یہی حکم حائض اور نفاس والی عورت کا ہے جس کا خون منقطع ہوچکا ہو، اور انقطاع خون سے قبل تو وہ دونوں اُس پاک شخص کی طرح ہیں جس نے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غوطہ لگایا تو پانی مستعمل نہ ہوگا، فتاوٰی قاضی خان اور خلاصہ میں یہی ہے اھ اور اسی میں ہے کہ قاضی اسبیجابی نے شرح مختصر طحاوی میں فرمایا کہ ایک جنب شخص نے ایک کنویں میں غسل کیا اور پھر دوسرے کنویں میں یہاں تک کہ دس کنووں میں غسل کیا، تو محمد نے فرمایا تیسرے سے پاک نکلے گا، پھر اگر اس کے بدن پر نجاست ہو تو تمام پانی نجس ہوجائیں گے (یعنی تینوں) اور اگر نجاست نہ ہو تو تینوں مستعمل ہوجائیں گے ــــــــــ

عہ[1] اقول بل من الاولی لان التثلیث لیس الا سنۃ فکانہ اراد الطہارۃ المسنونۃ ثم لا یخفی التقیید بالمضمضۃ والاستنشاق اھ منہ۔

عہ[2] اقول ان لم یحدث بعد الثالثۃ کما لا یخفی اھ منہ

میں کہتا ہوں بلکہ پہلے سے کیونکہ تثلیث تو سنت ہے گویا انہوں نے مسنون طہارت کا ارادہ کیا ہے پھر مضمضہ اور استنشاق کی قید لگانا مخفی نہیں اھ۔ت

میں کہتا ہوں اگر تیسرے کے بعد حدث لاحق نہ ہوا ہو جیسا کہ مخفی نہیں۔ت

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۹

[2] بحرالرائق الماء المقید " " " ۱/۷۱

www.alahazratnetwork.org

وکذا صرحوا ان الماء یفسد اذا ادخل الکف فیہ وممن صرح بہ صاحب المبتغی بالغین المعجمۃ اھ[۱] وفیہ قال الاسبیجابی والولوالجی فی فتاواہ جنب اغتسل فی بئر ثم بئر الی اخر ماتقدم[۲] اھ وفیہ قال الامام القاضی ابوزید الدبوسی فی الاسرار ان محمدا یقول لما اغتسل فی الماء القلیل صار الکل مستعملا حکما[۳] اھ فہذہ العبارۃ کشفت اللبس واوضحت کل تخمین وحدس[۴] اھ ولنقتصر علی ہذا القدر خاتمین بما اعترف البحرانہ کشف اللبس وازاح الحدس وہی کما تری نصوص صرائح تفید ان ملاقاۃ الماء القلیل لعضو علیہ حدث یجعلہ مستعملا سواء ورد الماء علی العضو او العضو علی الماء علی سبیل النجاسۃ الحقیقیۃ فالماء نجس سواء وردت ہی علی الماء او الماء علیہا وبالجملۃ کانت الفروع تاتی علی ہذا السنن المطبوع والاقوال تنسج علی ہذا المنوال الی ان جاء الدور بتلامذۃ الامام المحقق علی الاطلاق وداوت مسألۃ التوضی فی الفساق

--- پھر اگر تیسرے کنویں کے بعد اس نے نیت کی تو پانی مستعمل ہوجائیگا اگر نیت کی تو مستعمل نہ ہوگا اور اسی کی مثل اُن سے منقول ہے اور خزانۃ المفتین میں محمد کا مذکور قول صحیح قرار دیا گیا ہے اور اس میں میں نے تعین کے ارادہ کی تصریح دیکھی ہے، جس طرح میں نے اس کی وضاحت بخوبی کردی ہے، اور اسی طرح انھوں نے وضو میں اضافہ کیا ہے اور پھر میں نے منحہ میں سراج وہاج سے اس امر کی تصریح دیکھی کہ صرف تین مستعمل ہوں گے نہ کہ ان کے بعد والے، اور یہ ظاہر ہے اور اس میں ما ءمقید کی ابحاث ہے، اور انہوں نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ جنب جب کنویں میں اُترے اور غسل کا ارادہ کرے تو سب کے نزدیک پانی مستعمل ہوجائے گا، اس کی تصریح اکمل، صاحب معراج الدرایہ اور دوسرے علماء نے کی ہے اھ اور اسی میں ہے اسی طرح فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جب کوئی شخص پانی میں ہتھیلی ڈال دے تو پانی مستعمل ہوجائے گا، اور اس کی تصریح صاحب ملتقی نے کی ہے (غین معجمہ سے) اھ، اور اسی میں ہے کہ اسبیجابی اور ولوالجی نے اپنے فتاوی میں فرمایا کہ ایک جنب ایک کنویں میں غسل کے لیے اترا پھر دوسرے میں اُترا

۱ فتح القدیر	کتاب الطہارت	نوریہ رضویہ سکھر	۱/۷۶
بحرالرائق	"	سعید کمپنی کراچی	۱/۷۱
۲ بحرالرائق	کتاب الطہارت	"	۱/۷۱، ۹۹
۳ بحرالرائق	کتاب الطہارت	"	۱/۷۱
۴ ایضاً			

www.alahazratnetwork.org

الصغار بین الحذاق ؛ فافتی العلامۃ زین الدین
قاسم بن قطلوبغا بالجواز والف رسالۃ
سماھا رفع الاشتباہ عن مسألۃ المیاہ [1]
وخالفہ تلمیذہ العلامۃ عبد البر بن
الشحنۃ وصنف رسالۃ سماھا زھر الروض
فی مسألۃ الحوض [2] والامام ابن امیر الحاج
فی الحلیۃ ایضا میل الی شیئ مما اعتمدہ
العلامۃ قاسم وھم جمیعا من جلۃ اصحاب
الامام ابن الھمام علیھم رحمۃ الملک
المنعام ثم جاء المحقق زین بن نجیم
صاحب البحر رحمہ اللہ تعالٰی فانتصر
الزین للزین ونمق رسالۃ سماھا الخیر
الباقی فی جواز الوضوء من الفساقی ثم تتابع
المتاخرون علی اتباعہ کالنھر والمنح و
الدر وذکر فی الخزائن ان لہ رسالۃ فیہ و
العلامۃ الباقانی والشیخ اسمعیل النابلسی
وولدہ العارف باللہ سیدی عبد الغنی
ومحشی الاشباہ شرف الدین الغزی
فیما ذکرہ المدقق العلائی بلاغا وکذا بعض
مشایخ الشامی والسادات الثلثۃ ابو السعود
الازھری وطوش میلا مع تردد والیہ
یمیل کلام العلامۃ نوح افندی ووافق

الی آخر ما تقدم ۔ اور اسی میں ہے کہ امام قاضی ابوزید
الدبوسی نے اسرار میں فرمایا کہ محمد فرماتے ہیں کہ جب
کسی شخص نے تھوڑے پانی میں غسل کیا تو کل پانی حکماً
مستعمل ہوجائے گا اھ اس عبارت نے کل معاملہ وضاحت
سے کھول کر رکھ دیا ہے اھ ہم اسی پر اکتفاء کرتے ہیں اور
اختتام پر بحر کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ابہام
کو رفع کردیا ہے، اور جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں یہ صریح
نصوص ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑے سے پانی
کا عضو سے ملنا جس پر حدث ہے پانی کو مستعمل بنادیتا ہے
خواہ پانی عضو پر وارد ہو یا عضو پانی پر وارد ہو، اور اگر یہ
پانی نجس عضو پر آئے، خواہ پانی عضو پر یا عضو پانی پر
تو پانی نجس ہوجائے گا ۔ خلاصہ کلام یہ کہ مسئلہ کی فروع
کو اس انداز سے بیان کیا گیا ہے، اور اس قسم کے
اقوال علماء و فقہاء کے ذکر کئے گئے ہیں، پھر جب
محقق علی الاطلاق کے شاگردوں کا دور آیا اور چھوٹے حوضوں میں وضو
کا مسئلہ ماہرین کے درمیان زیر بحث آیا تو علامہ زین الدین قاسم
بن قطلوبغا نے جواز کا فتوٰی دیا اور ایک رسالہ لکھا جس کا
نام "رفع الاشتباہ عن مسئلۃ المیاہ" ہے
اس پر ان کے شاگرد علامہ عبدالبر بن الشحنہ نے ان کی
مخالفت کی، اور ایک رسالہ "زھر الروض فی
مسئلۃ الحوض" لکھا۔ امام ابن الحاج نے حلیہ میں
علامہ قاسم کی طرف کچھ میلان کیا ہے، یہ تمام کے تمام

www.alahazratnetwork.org

---

[1] بحرالرائق، کتاب الطہارۃ مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ١/٧٢

[2] ایضاً ١/٧٢

العلامۃ ابن الشحنۃ منہم العلامۃ ابن الشلبی وبہ افتی والمحقق علی المقدسی والعلامۃ حسن الشرنبلالی۔

ابن ہمام کے جلیل القدر تلامذہ ہیں، پھر ابن نجیم صاحب بحر آئے اور انھوں نے زین کی مدد کی اور ایک رسالہ لکھا جس کا نام "الخیر الباقی فی جواز الوضوء من الفساقی" ہے پھر متاخرین نے پے در پے اس مسئلہ پر کلام کیا اور ان کی پیروی کی مثلاً نہر، منح، درر اور خزائن میں، کہ انھوں نے اس پر ایک رسالہ لکھا ہے، اور علامہ باقانی، شیخ اسمٰعیل نابلسی اور ان کے صاحبزادے عارف باللہ عبدالغنی نابلسی اور اشباہ کے محشی شرف الدین الغزی بقول مدقق علائی بطور بلاغ، اور اسی طرح بعض مشایخ شامی اور سادات ثلثہ ابو السعود الازہری "ط" اور "ش" کا اس طرف میلان ہے، کچھ تردد بھی کیا ہے اور اسی طرف علامہ نوح آفندی کا کلام ہے اور علامہ ابن الشحنہ نے موافقت کی اور علامہ ابن شلبی نے بھی موافقت کی اور اسی پر فتوٰی دیا اور محقق علی المقدسی اور علامہ حسن شرنبلالی نے بھی یہی فرمایا۔ (ت)

قلت والیہ یرشد کلام المحقق فی الفتح وقد علمت انہا الجادۃ المسلوکۃ الی زمن العلامۃ قاسم والمروی عن جمیع اصحابنا وعن ائمتنا الثلثۃ عینا ولم یخالفہا احد ممن تقدمہ غیر الامام صاحب البدائع ثم فی جدل وتعلیل اما عند ذکر الاحکام فہو مع الجمہور وکذلک قدمنا عن عدۃ من ہؤلاء المتأخرین خلاف ما مالوا الیہ اما ما نسب الی العلامۃ قارئ الہدایۃ فلا یتم کما ستعرف ان شاء اللہ تعالٰی وبالجملۃ فالمسألۃ ذات معترک عظیم والرسائل الثلث جمیعا بحمد اللہ تعالٰی عندی وہا انا الخصہا لک مع ما لہا وعلیہا اجمالا مفصلا وباللہ التوفیق فلنوزع الکلام علی اربعۃ فصول

میں کہتا ہوں محقق کا کلام فتح میں اسی طرف رہنمائی کرتا ہے اور آپ جان چکے ہیں کہ علامہ ابن قاسم کے زمانہ تک یہی روش رہی، اور یہی ہمارے تمام اصحاب اور ائمہ ثلثہ سے منقول ہے، اور متقدمین میں سے سوائے صاحب بدائع کے کسی اور نے مخالفت نہ کی، جدل اور تعلیل میں، اور احکام کے ذکر کے وقت وہ جمہور کے ساتھ ہیں، اور اسی طرح ہم بہت سے متاخرین سے ان کے خلاف نقل کر چکے ہیں، اور جو علامہ قاری الہدایہ کی طرف منسوب ہے وہ ثابت نہیں، جیسا کہ آپ عنقریب جان لیں گے ان شاء اللہ تعالٰی، اور خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ بہت معرکہ کا ہے اور تینوں رسائل بحمد اللہ میرے پاس ہیں جن کا خلاصہ میں آپ کے سامنے مالہا وما علیہا کے ساتھ پیش کرتا ہوں یہ کلام چار فصول پر مشتمل ہے۔

www.alahazratnetwork.org

الفصل الاول فی کلام العلامة

قاسم رسالة رحمه الله تعالٰی نحو کراسة اطال فیها الکلام فی حد الماء الکثیر وحقق ان جمیع جوانبه سواء فی جواز الطهارة سواء کانت النجاسة مرئیة اولا واکثر من الرد علی شرح المختار والتحفة والبدائع حتی تجاوز الی المؤاخذات اللفظیة ولسنا الاٰن بصدد ذٰلک وانما یتعلق منها بغرضنا نحو ورقة فی اٰخرها ذکر فیها الماء المستعمل وانه لا یغیر الماء مالم یغلب علیه واختار التسویة فی ذٰلک بین الملقی والملاقی ای کما ان الماء المستعمل لو القی فی حوض او جرة وکان ماء الجرة اکثر منه جاز الطهارة به علی ماھو الصحیح المعتمد وعلیه عامة العلماء کذٰلک ان ادخل المحدث او الجنب یده مثلا فی جرة لم یتغیر ماؤھا لان المستعمل منه ما لاقی بدنه وھو اقل بالنسبة الی الباقی واحتج علی ذٰلک بثلثة اشیاء **الاول** کلام البدائع حیث قال فی الکلام علی حدیث لا یبولن احدکم فی الماء الدائم (ای حین استدل به للامام علی نجاسة الماء المستعمل) لا یقال انه نھی (ای عن الاغتسال فیه) لا لان المستعمل نجس بل لما فیه من اخراج الماء من ان یکون مطھرا من غیر ضرورة وذٰلک حرام لانا نقول الماء القلیل انما یخرج عن کونه مطھرا باختلاط غیر المطھر اذا کان غیر المطھر غالبا کماء الورد واللبن ونحو

پہلی فصل، علامہ قاسم کا کلام

علامہ قاسم کا رسالہ تقریباً ایک کاپی ہے جس میں "ماءِ کثیر" کی تعریف پر انھوں نے مفصل گفتگو کی ہے، اور تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ اس کے تمام کنارے برابر ہیں طہارت کے جواز میں، خواہ نجاست نظر آنے والی ہو یا نہ ہو، اور شرح مختار، تحفہ، بدائع وغیرہ پر کافی رد کیا یہاں تک کہ لفظی گرفت سے بھی نہ چُوکے۔ ہم اس وقت یہ چیزیں بیان کرنا نہیں چاہتے، ہماری غرض اس رسالہ کے آخری ورق سے متعلق ہے جس میں انھوں نے ماءِ مستعمل کے مسائل بیان کیے ہیں اور یہ کہ وُہ پانی کو اس وقت تک تبدیل نہیں کرتا ہے جب تک وہ اس پر غالب نہ آجائے، اور انہوں نے اس سلسلہ میں ملقیٰ اور ملاقی کو برابر قرار دیا ہے یعنی جس طرح مستعمل پانی اگر کسی حوض یا مٹکیا میں ڈالا جائے اور مٹکیا کا پانی مستعمل پانی سے زیادہ ہو تو اس سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے۔ صحیح، معتمد قول یہی ہے اور عام علماء کا یہی قول ہے اور اسی طرح اگر محدث یا ناپاک نے اپنا ہاتھ کسی مٹکیا میں ڈالا تو پانی متغیر نہ ہوگا کیونکہ اس میں سے مستعمل وہ ہے جو اس کے بدن سے ملا اور بہ نسبت باقی کے کم ہے، اس پر تین چیزوں سے استدلال کیا ہے:

اوّل صاحب بدائع نے "لا یبولن احدکم فی الماء الدائم" (ٹھہرے پانی میں کوئی پیشاب کرے) پر کلام کرتے ہوئے فرمایا (یعنی جب امام نے اس سے مستعمل پانی کی نجاست پر استدلال کیا) یہ نہ کہا جائے کہ یہ نہی ہے (یعنی اس میں غسل کرنے سے اس لیے نہیں مستعمل نجس ہے بلکہ) کیونکہ اس میں پانی کو بلا ضرورت مُطہر

www.alahazratnetwork.org

ذلك فاما ان یکون مغلوبا فلا وھھنا الماء المستعمل مایلاقی البدن ولاشك ان ذلك اقل من غیر المستعمل فکیف یخرج بہ من ان یکون مطھرا[1] انتھی۔

ہونے سے خارج کرتا ہے اور یہ حرام ہے، کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ ماءِ قلیل مطہر ہونے سے اس لیے خارج ہوجاتا ہے کہ وہ غیر مطہر پانی سے ملتا ہے مگر یہ اس وقت ہوگا جب غیر مطہر غالب ہو، مثلاً گلاب کا پانی اور دودھ وغیرہ، اور اگر مغلوب ہو تو نہ ہوگا اور یہاں مستعمل پانی وُہ ہے جو بدن سے ملاقی ہوتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ غیر مستعمل سے کم ہے تو اس کی وجہ سے مطہر ہونے سے کیسے خارج ہوگا انتہٰی۔

قلت وتمامہ فاما ملاقاۃ النجس الطاھر فتوجب تنجیس الطاھر وان لم یغلب علی الطاھر لاختلاطہ بالطاھر علی وجہ لایمکن التمییز بینھما فیحکم بنجاسۃ الکل[2] اھ قال وقال فی موضع اٰخر (ای بعدہ بورقات) فیمن وقع فی البئر فان کان علی بدنہ نجاسۃ حکمیۃ بان کان محدثا او جنبا او حائضا او نفساء (ای وقد انقطعا عنھما) فعلی قول من لا یجعل ھذا الماء مستعملا (**قلت** یرید الامام ابا یوسف رحمہ اللہ تعالٰی لاشتراطہ الصب) لاینزح شیئ لانہ طھور وکذا علی قول من جعلھا مستعملا وجعل المستعمل طاھرا (یرید محمدا رحمہ اللہ تعالٰی) لان غیر المستعمل اکثر فلا یخرج عن کونہ طھورا مالم یکن المستعمل غالبا علیہ کما لوصب اللبن فی البئر بالاجماع اوبالت شاۃ فیھا عند محمد[3] رحمہ اللہ تعالٰی انتھی۔

میں کہتا ہوں مکمل اس طرح ہے، اور نجس کا طاہر کو ملاقی ہونا طاہر کو نجس کردیتا ہے اگرچہ طاہر پر غالب ہو کیونکہ وہ طاہر سے اس طور پر مل گیا ہے کہ دونوں میں امتیاز ممکن نہیں رہا ہے تو کل کی نجاست کا حکم کیا جائیگا اھ کہا، اور دوسرے مقام پر فرمایا (یعنی اس کے کچھ ورق بعد) اس شخص کی بابت جو کنوئیں میں گر پڑا تو اگر اس کے بدن پر نجاستِ حکمیہ ہو مثلاً یہ کہ وہ بے وضو یا جنب یا حیض ونفاس والی عورت ہو (یعنی ان دونوں عورتوں کی ناپاکی ختم ہوچکی ہو) تو اُس کے قول پر جو پانی کو مستعمل قرار نہیں دیتا ہے (میں کہتا ہوں اس سے ان کی مراد امام ابو یوسف ہیں جن کے نزدیک بہانا شرط ہے) کنوئیں سے کچھ بھی نہیں نکالا جائے گا کیونکہ وہ پاک کرنے والا ہے، اور اسی طرح اُن کے قول پر جو پانی کو مستعمل کہتے ہیں اور مستعمل کو پاک کہتے ہیں (امام محمد مراد ہیں) کیونکہ غیر مستعمل زاید ہے تو طہور ہونے سے اس وقت تک خارج نہ ہوگا جب تک مستعمل پانی غالب نہ ہوجائے، مثلاً دودھ کنوئیں میں ڈال دیا جائے،

---

[1] بدائع الصنائع، فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۶۷ [2] ایضاً

[3] بدائع الصنائع، بیان مقدار الذی یصیر بہ المحل نجسًا ۱/۷۴

اور یہ بالاجماع ہے، یا بکری نے کنویں میں پیشاب کردیا، امام محمد کے نزدیک انتہی۔

قلت وتمامہ واما علی قول من جعل ہذا الماء مستعملا وجعل الماء المستعمل نجسا (یرید الامام رضی اللہ تعالی عنہ علی روایۃ الحسن بن زیاد رحمہ اللہ تعالٰی عنہ نجاسۃ الماء المستعمل وان کانت روایتہ عنہ رضی اللہ تعالی عنہ فی خصوص المسألۃ ما سیذکرہ) ینزح ماء البئر کلہ کما لو وقعت فیہا قطرۃ من دم او خمر وروی الحسن عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ ان کان محدثا ینزح اربعون وان کان جنبا ینزح کلہ وہذہ الروایۃ مشکلۃ لانہ لایخلو اما ان صار ہذا الماء مستعملا اولا فان لم یصر مستعملا لایجب نزح شیئ لانہ بقی طہورا کما کان وان صار مستعملا فالماء المستعمل عند الحسن نجس نجاسۃ غلیظۃ فینبغی ان یجب نزح جمیع الماء اھ وانما ننقل ہذہ التمامات لفوائد ستعرفہا بعون اللہ تعالٰی قال وقال فی موضع اٰخر (ای قبل ہذا باوراق وبعد الاول بقلیل) لو اختلط الماء المستعمل بالماء القلیل قال بعضہم لایجوز التوضی بہ وان قل وہذا فاسد اما عند محمد رحمہ اللہ تعالٰی فلانہ طاہر لم یغلب علی الماء المطلق فلا یغیرہ عن صفۃ

میں کہتا ہوں اس کا تکملہ یہ ہے کہ "اور ان لوگوں کے قول پر جنہوں نے اس پانی کو مستعمل قرار دیا ہے اور مستعمل پانی کو نجس قرار دیا ہے (اس سے مراد امام ابوحنیفہ ہیں بروایت حسن بن زیاد کہ مستعمل پانی نجس ہوگا اگرچہ حسن کی روایت ابوحنیفہ سے خاص اسی مسئلہ میں ہے کہ جیسا وہ ذکر کریں گے) کنویں کا کُل پانی نکالا جائے گا" جیسے کہ کنویں میں خون یا شراب کا قطرہ گر جائے۔ اور حسن نے ابوحنیفہ سے روایت کی کہ اگر بے وضو ہو تو چالیس ڈول پانی نکالا جائے گا اور اگر جنب ہو تو کل پانی نکالا جائے گا، اور یہ روایت مشکل ہے کہ یا تو یہ پانی مستعمل ہوگا یا نہیں تو اگر مستعمل نہیں ہے تو کچھ بھی پانی نہ نکالا جائے گا، کیونکہ وہ بدستور پاک ہے جیسا کہ تھا، اور اگر مستعمل ہوگیا تو حسن کے نزدیک مستعمل پانی نجاست غلیظہ ہے تو کنویں کا کُل پانی نکالنا چاہئے اھ یہ جو کچھ ہم نے نقل کیا ہے اُن فوائد کی خاطر ہے جن کو آپ ان شاء اللہ پہچانیں گے، فرمایا اور کہا ایک دوسرے مقام پر (یعنی اس سے چند ورق پہلے اور پہلے سے کچھ بعد) اگر ماءِ مستعمل تھوڑے پانی میں مل گیا تو بعض کے نزدیک اُس سے وضو جائز نہیں خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو ------------- اور یہ فاسد ہے امام محمد کے نزدیک تو اس لئے کہ یہ پاک ہے اور ماءِ مطلق پر غالب نہیں ہوا ہے، تو اس کو طہوریت کی صفت سے

www.alahazratnetwork.org

؎ بدائع الصنائع بیان مقدار الذی یصیر بہ المحل نجسا سعید کمپنی کراچی ۱/۷۴

الطهورية کاللبن واما عندهما رضی اللہ تعالٰی عنهما فلان القلیل مما لا یمکن التحرز عنه یجعل عفوا ثم الکثیر عند محمد ما یغلب علی الماء المطلق وعندهما ان یستبین موضع القطرة فی الاناء انتهی[1] قال وقد علمت ان الصحیح المفتی به روایة محمد عن ابی حنیفة رحمهما اللہ تعالٰی اھ[2] ای فلا یفسد قلیله لان غیر المستعمل اکثر **الثانی** قال و قال محمد فی کتاب الاثار بعد روایة حدیث عائشة رضی اللہ تعالٰی عنها ولا باس ان یغتسل الرجل مع المرأة بدأت قبله او بدأ قبلها[3] قال اذا عرفت هذا الوتأخر عن الحکم بصحة الوضوء من الفساق الموضوعة فی المدارس عند عدم غلبة الظن بغلبة الماء المستعمل اووقوع نجاسة فی الصغار منها قال فان قلت اذا تکرر الاستعمال هل یمنع قلت الظاهر عدم اعتبار هذا المعنی فی النجس فکیف بالطاهر قال قال فی المبتغی (**وهو الثالث**) قوم یتوضؤن صفا علی شاطئ النهر جاز فکذا فی الحوض لان حکم ماء الحوض فی حکم ماء جار انتهی[4]۔

تبدیل نہیں کرے گا جیسے دودھ، اور شیخین کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ تھوڑے سے بچنا ممکن نہیں اس لئے معاف ہے پھر امام محمد کے نزدیک کثیر وہ ہے جو مطلق پانی پر غالب آجائے۔ اور شیخین کے نزدیک یہ ہے کہ قطرہ کی جگہ برتن میں ظاہر ہو جائے، انتہی، فرمایا تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ صحیح مفتی بہ محمد کی روایت ابو حنیفہ سے ہے اھ یعنی قلیل پانی کو فاسد نہیں کرتا ہے کیونکہ غیر مستعمل زائد ہے۔

ثانی: فرمایا محمد نے کتاب الآثار میں حضرت عائشہ کی اس حدیث — کوئی حرج نہیں کہ مرد عورت کے ساتھ غسل کرے خواہ مرد پہل کرے یا عورت — کے بعد فرمایا کہ اس سے بآسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مدارس میں جو برتن رکھے ہوتے ہیں اُن سے غسل کر لینے میں حرج نہیں جبکہ یہ ظن غالب نہ ہو کہ مستعمل پانی غالب ہو گیا ہے یا چھوٹے برتن میں نجاست پڑ چکی ہے۔ فرمایا اگر تم یہ کہو کہ جب استعمال بار بار ہو تو کیا وضو یا غسل منع ہے؛ میں کہتا ہوں بظاہر اس وصف کا اعتبار نجس پانی میں نہ ہوگا تو طاہر میں کیسے ہوگا؛ فرمایا کہ انہوں نے مبتغی میں فرمایا (یہ تیسرا ہے) اگر کچھ لوگ صف باندھ کر نہر کے کنارے پر وضو کریں تو جائز ہے، حوض کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ حوض کا پانی جاری پانی کے حکم میں ہے انتہی۔

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارت الحقیقیۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۶۸

[2] الاشتباہ عن مسألۃ المیاہ

[3] کتاب الآثار باب غسل الرجل والمرأۃ من اناء واحد ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۱۰

[4] الاشتباہ عن مسألۃ المیاہ

www.alahazratnetwork.org

قلت ای ان المنع انما یکون لسقوط الغسالۃ فیہا اولادخال المحدثین ایدیہم فیہا والکل غیر مانع علی ما تقرر عندہ ثم اتی باٰثار بعضہا فی الملاقی وبعضہا فی الملقی فقال وقد روی ابن ابی شیبۃ عن الحسن فی الجنب یدخل یدہ فی الاناء قبل ان یغسلہا قال یتوضؤ بہ ان شاء وعن سعید بن المسیب لا باس للجنب[1] یدہ فی الاناء قبل ان یغسلہا[1] وعن عائشۃ بنت سعد قالت کان سعد یامر الجاریۃ بتناولہ الطہور من الحوض فتغمس یدھا فیہا فیقال انہا حائض فیقول انا حیضتہا وعن عامر قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یدخلون ایدیہم فی الاناء وھم جنب والنساء حیض لایرون بذلک بأسا یعنی قبل ان یغسلوھا وعن ابن عباس فی الرجل یغتسل من الجنابۃ فینضح فی انائہ من غسلہ فقال لاباس بہ[2] وعن الحسن وابراھیم والزھری وابی جعفر وابن سیرین نحوہ قال فان قلت فما محمل حدیث لایبولن احدکم فی الماء الدائم ولا یغتسلن

میں کہتا ہوں، یعنی منع اس لیے ہے کہ دھوون اس میں گرتا ہے یا اس لیے کہ بے وضو لوگ اس میں اپنے ہاتھ ڈالتے ہیں اور یہ سب غیر مانع ہے جیسا کہ ان کے نزدیک مقرر ہے پھر انہوں نے اس کے بعض آثار ملاقی میں اور بعض ملقی میں ذکر کیے پس فرمایا اور تحقیق ابن ابی شیبہ نے حسن سے جنب کے بارے میں روایت کی جو بے دھوئے اپنا ہاتھ برتن میں ڈالے تو فرمایا اگر چاہے تو اُس کے ساتھ وضو کرے، اور سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ جنب اگر اپنا ہاتھ دھونے سے قبل برتن میں ڈال دے تو حرج نہیں، اور عائشہ بنت سعد کہتی ہیں کہ حضرت سعد باندی کو حکم دیتے تھے کہ وہ حوض سے پانی لا کر دے، تو وہ حوض میں اپنا ہاتھ ڈبوتی تھی، تو کہا جاتا تھا کہ وہ حائضہ ہے، تو آپ فرماتے تھے: کیا میں نے اس کو حائضہ کیا ہے؟ اور عامر سے مروی ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ پانی میں ڈالتے تھے جبکہ وہ جنب ہوتے تھے اور عورتیں حائض ہوتی تھیں اور یہ لوگ بلا ہاتھ دھوئے پانی میں ڈالنے میں ہرج نہیں سمجھتے تھے، اور ابن عباس سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص غسلِ جنابت کرے اور اس کے چھینٹے برتن میں گریں تو اس میں حرج نہیں، اور حسن، ابراہیم، زہری

ع کذا بالاصل ولعلہ ان یدخل الجنب یدہ ۱۲ منہ (م)

اصل میں اسی طرح ہے شاید یوں ہو "ان یدخل الجنب یدہ" (ت)

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ فی الرجل یدخل یدہ فی الاناء وہو جنب ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۸۲

[2] مصنف ابن ابی شیبہ فی الرجل الجنب یغتسل فینضح من غسلہ فی اناء 〃 〃 〃 ۱/۸۲

فیہ من الجنابۃ[1] قلت استدل بہ الکرخی علی عدم جواز التطہیر بالمستعمل ولا یطابق عمومہ فروعھم المذکورۃ فی الماء الکثیر فیحمل علی الکراھۃ وبذلک اخبر راوی الخبر فاخرج ابن ابی شیبۃ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما قال کنا نستحب ان ناخذ من ماء الغدیر ونغتسل بہ ناحیۃ[2] قال وماذکر من الفروع مخالفالھذا فبناء علی روایۃ النجاسۃ کقولھم لوادخل جنب او محدث اوحائض یدہ فی الاناء قبل ان یغسلہا فالقیاس انہ یفسد الماء وفی الاستحسان[3] لایفسد للاحتیاج الی الاغتراف حتی لوادخل رجلہ یفسد الماء لانعدام الحاجۃ ولو ادخلہا فی البئر لم یفسد لانہ محتاج الی ذلک فی البئر لطلب الدلو فجعل عفواً ولو ادخل فی الاناء او البئر بعض جسدہ سوی الید والرجل افسدہ لانہ لاحاجۃ الیہ[3] وامثال ھذہ (ثم ذکر مسائل واٰثار الاتعلق بما نحن فیہ الی ان قال) وعن ابن جریج قال قلت لعطاء رأیت رجلا توضأ فی ذلک الحوض متکشفا فقال لاباس بہ قد فعلہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما وقد علم انہ یتوضؤ منہ الابیض

ابوجعفر اور ابن سیرین نے اسی قسم کی روایت کی، فرمایا اگر کوئی کہے کہ پھر "لایبولن احدکم فی الماء الدائم الخ" حدیث کا کیا مفہوم ہوگا؟ میں کہتا ہوں کرخی نے اس سے استدلال کیا ہے کہ مستعمل پانی سے طہارت کا حاصل کرنا جائز نہیں ہے لیکن اس کا عموم زائد پانی میں اُن کی فروع سے مطابقت نہیں رکھتا پس اسے کراہت پر محمول کیا جائے گا اور راویِ حدیث نے یہی خبر دی ہے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی کہ ہم اس امر کو پسند کرتے تھے کہ تالاب سے پانی لے کر ایک کونے میں جا کر غسل کریں، فرمایا اور جو فروع اس کے مخالف ہیں تو وہ نجاست کی روایت پر ہیں، جیسے کسی جُنب یا محدث یا حائض نے اپنا ہاتھ برتن میں بلا دھوئے ڈالا، تو قیاس چاہتا ہے کہ پانی خراب ہو جائے اور استحسان کی رُو سے فاسد نہ ہوگا، کیونکہ چُلّو بھرنے کی حاجت ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے برتن میں پیر ڈال دیا تو پانی خراب ہو جائے گا کیونکہ ضرورت نہیں، اور اگر پیر کنویں میں ڈالا تو پانی خراب نہ ہوگا کیونکہ کنویں سے ڈول نکالنے کے لیے پیر ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کو معاف کر دیا گیا ہے اور اگر برتن یا کنویں میں ہاتھ پیر کے علاوہ جسم کا اور کوئی حصہ ڈالا تو پانی خراب ہو جائے گا کیونکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں، اور اسی کی مثل دوسری چیزیں ہیں (پھر انہوں نے ایسے مسائل اور آثار ذکر کئے جن کا

---

[1] مصنف ابن ابی شیبۃ من کان یکرہ ان یبول فی الماء الراکد ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۴۱

[2] مصنف ابن ابی شیبۃ الرجل ینتھی الی البئر والغدیر وھو جنب 〃 〃 〃

[3] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۶۹

والاسود في رواية وكان ينسكب من وضوء الناس في جوفها قال وكانهم رأوا حديث المستيقظ خاصا به او انه امر تعبدي على ان ابن ابي شيبة قد روى عن ابي معوية عن الاعمش عن ابرهيم قال كان اصحاب عبد الله رضي الله تعالى عنه اذا ذكر عندهم حديث ابي هريرة رضي الله تعالى عنه قالوا كيف يصنع ابو هريرة بالمهراس الذي بالمدينة[1] اھ فهذا كل ما اتى به في هذا الباب في كتابه رحمه الله تعالى في مآبه۔

اس بحث سے تعلق نہیں، پھر فرمایا) اور ابن جریج سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ میں نے عطا سے کہا کہ ایک شخص نے حوض میں ننگے ہو کر غسل کیا تو انہوں نے کہا اس میں حرج نہیں، خود ابن عباس نے ایسا کیا حالانکہ ان کو معلوم تھا کہ اس میں سیاہ وسپید سب ہی غسل کرتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس حوض میں لوگوں کے وضو کا پانی گرتا تھا، فرمایا کہ غالباً انھوں نے مستیقظ کی حدیث کو اُسی کے ساتھ خاص دیکھا یا یہ کہ یہ امر تعبدی ہے، علاوہ ازیں ابن شیبہ نے ابومعاویہ سے اعمش سے ابراہیم سے روایت کی کہ اصحاب عبداللہ کے سامنے جب حضرت ابوہریرہ کی حدیث کا ذکر آتا تھا تو فرماتے تھے کہ ابوہریرہ مہراس میں کیا کرتے تھے جو مدینہ میں تھی اھ اس باب میں اس قسم کی چیزیں ذکر کی ہیں۔

اقول وبالله التوفيق كلام فيه من وجوه الاول من العجب استناده رحمه الله تعالى بعبارة المبتغى فليس فيها اثر مما ابتغى لان كلامه عـه في الحوض الكبير الا ترى الى قوله ان ماء الحوض في حكم ماء جار و معلوم قطعا ان ذلك انما هو في الحوض

میں بتوفیق الٰہی کہتا ہوں کہ اس میں چند وجوہ سے کلام ہے: اول تعجب ہے کہ انہوں نے مبتغی کی عبارت سے استدلال کیا ہے، حالانکہ وہ جو چاہتے تھے اس میں موجود نہیں، کیونکہ اس میں وہ بڑے حوض کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں جیسا کہ آپ ان کے قول ان ماء الحوض فی حکم ماء جار سے معلوم کرسکتے ہیں اور یہ قطعی معلوم ہے کہ حوض وہی ہوگا جس

عـه ثم رأيت التصريح به في كلام شيخه المحقق على الاطلاق حيث اورد كلام المبتغى في مسائل الماء الكثير ثم قال و انما اراد الحوض الكبير بالضرورة اھ ۱۲ منه غفر له۔ (م)

پھر میں نے اس کی تصریح ان کے شیخ محقق علی الاطلاق کے کلام میں دیکھی جہاں انہوں نے کثیر پانی کے مسائل میں مبتغی کا کلام وارد کیا پھر فرمایا بالضرورۃ اس سے مراد حوض کبیر ہے اھ (ت)

---

[1] رسالہ علامہ قاسم

www.alahazratnetwork.org

اکبرذی الماء الکثیر اما الصغیر فکالاوانی وقد قال العلامۃ (ف۱) نفسہ فی ھذہ الرسالۃ ان ماء الاوانی یتنجس بوقوع النجاسۃ وان لم یتغیر قال وما کان فی غدیر او مستنقع وھو نحو ماء الاوانی فھو ملحق بہا اذ لا اثر للمحل اھ[1]

الثانی (ف۲) قدمنا فی نمرۃ ۳۸ عن المبتغی التصریح بان الماء یفسد بادخال الکف[2] **الثالث** (ف۳) کذلک لا اثر لتایید شیئ من مقصودہ فی عبارۃ کتاب الاٰثار فلیس ان الرجل یدخل یدہ فی الاناء قبل الغسل او المرأۃ ثم یغتسلان منہ وکیف یظن ھذا برسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا وانما مراد محمد رحمہ اللہ تعالٰی نفی قول من ابطل الوضوء بفضل وضوء المرأۃ مطلقا او اذا کانت جنبا او حائضا وھما قولان للحنابلۃ والمالکیۃ ولذا قال بدأت قبلہ او بدأ قبلہا وترجم لہ باب غسل الرجل والمرأۃ من اناء واحد من الجنابۃ[3] **الرابع** (ف۴) قد اوضح رضی اللہ تعالٰی عنہ مرادہ الشریف فی مؤطاہ المنیف اذ قال باب الرجل یغتسل او یتوضؤ بسور المرأۃ اخبرنا مالک حدثنا نافع عن ابن عمر رضی اللہ

میں پانی بہت زیادہ ہو اور چھوٹا حوض تو برتنوں کی طرح ہے، خود علامہ نے اس رسالہ میں فرمایا کہ برتنوں کا پانی نجاست کے گرنے سے نجس ہوجائے گا خواہ اس میں تغیر نہ ہو، فرمایا جو پانی تالاب اور گڑھے میں ہو وہ برتنوں کے پانی کے برابر ہو تو وہ بھی برتنوں کے ساتھ ملحق ہے کیونکہ محل کا کوئی اثر نہیں اھ

دوم نمبر ۳۸ میں ہم نے مبتغی کی تصریح کہ پانی ہاتھ ڈالنے سے خراب ہوگا۔

سوم اسی طرح کتاب الآثار سے بھی ان کی تائید نہیں ملتی ہے، اس میں یہ نہیں ہے کہ کوئی شخص اپنا ہاتھ دھوئے بغیر برتن میں ڈالے یا عورت ڈالے پھر دونوں اس سے غسل کریں، اور اس قسم کا گمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین حضرت عائشہ سے کیسے ہوسکتا ہے، امام محمد کا مقصود تو صرف ان لوگوں کے قول کی تردید ہے جو عورت کے بچے ہوئے پانی سے مطلق مرد کے لیے وضو کرنے کو باطل قرار دیتے ہیں یا جب عورت جنب یا حائض ہو، اور یہی دو قول حنابلہ و مالکیہ کے ہیں، اور اسی لیے فرمایا عورت نے مرد سے پہلے یا مرد نے عورت سے پہلے ابتدا کی ہو، اور اس کا عنوان یہ قائم کیا "باب عورت اور مرد کے ایک برتن سے غسل جنابت کرنے کے بیان میں"

---

[1] رسالہ علامہ قاسم

[2] بحرالرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷

[3] کتاب الآثار غسل الرجل والمرأۃ من اناء واحد من الجنابۃ ادارۃ القرآن کراچی ص ۱۰

تعالٰی عنہما انہ قال لاباس بان یغتسل الرجل بفضل وضوء المرأۃ مالم تکن جنبا اوحائضا قال محمد لاباس بفضل وضوء المرأۃ وغسلہا وسؤرہا وان کانت جنبا اوحائضا بلغنا ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یغتسل ھو وعائشۃ من اناء واحد یتنازعان الغسل جمیعا فھو فضل غسل المرأۃ الجنب وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی[1] **الخامس** قدمنا عن الائمۃ ابی بکر الرازی وشمس الائمۃ السرخسی والاسبیجابی والولوالجی وابی زید الدبوسی والزیلعی وابن الہمام وغیرھم الجم الغفیر غفر اللہ تعالٰی لنا بھم وعن الخلاصۃ عن نفس کتاب الاصل لمحمد صرائح نصوصہ فی الحکم بخصوصہ فکیف یحمل ھذا الکلام علی خلافہ وباللہ التوفیق[2] **السادس** ماذکر رحمہ اللہ تعالٰی عن ابن عباس والامام الباقر والحسن البصری وابن سیرین وابراھیم النخعی والزھری رضی اللہ تعالٰی عنہم لایمس المقصود لانہ فی الملقی والکلام فی الملاقی[3] **السابع** ماذکر اخرا عن عطاء وابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم فاخرہ فی الملقی ولا حجۃ فی اولہ فانہ ان کان المراد التوضی فی الحوض بحیث تسقط الغسالۃ فیہ کالتوضی فی الطست فھو من الملقی وان کان المراد التوضی بادخال الید فیہ للاغتراف فقدمر

چہارم امام محمد نے اپنی مراد کی وضاحت اپنی موطا میں کردی ہے، فرمایا: باب اس بیان میں کہ مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے۔ ہمیں مالک نے خبر دی، ہم سے نافع نے ابن عمر سے روایت کی، انہوں نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں کہ مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے، بشرطیکہ جنب یا حائض نہ ہو۔ محمد نے فرمایا اس میں حرج نہیں کہ عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کیا جائے خواہ وہ اس کے وضو کا ہو یا غسل کا ہو یا جھوٹا ہو اور خواہ وہ جنب ہو یا حائض ہو، ہمیں حدیث پہنچی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ عائشہ ایک ہی برتن سے پانی چھین جھپٹ کر غسل کرتے تھے، یہ جنب عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل کا ثبوت ہے، اور یہی ابوحنیفہ کا قول ہے۔

پنجم ہم نے ابوبکر الرازی، شمس الائمہ سرخسی، اسبیجابی، ولوالجی، ابوزید الدبوسی، زیلعی، ابن الہمام وغیرہم، جلیل القدر ائمہ کی ایک عظیم جماعت سے پہلے ہی نقل کیا ہے اور خلاصہ سے امام محمد کی اصل کی تصریح نقل کی ہے کہ اسی میں خاص حکم بیان کیا ہے تو اس کلام کو اس کے خلاف پر کیونکر محمول کیا جا سکتا ہے، وباللہ التوفیق۔

ششم انہوں نے جو ابن عباس، امام باقر، حسن بصری، ابن سیرین، ابراہیم نخعی اور زہری رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے وہ مقصود سے متعلق نہیں کیونکہ وہ ملقی کے بارے میں ہے جبکہ گفتگو ملاقی کی بابت ہے۔

ہفتم جو آخر میں انہوں نے عطا اور ابن عباس

[1] موطا امام محمد، الرجل یغتسل او یتوضأ بسؤر المرأۃ مجتبائی لاہور ص ۸۳

ان هذا القدر معفو عنه عند عدم الآنية وان فرض ان المراد ان يلج الحوض و يتوضأ فيه لم تنهض ايضا حجة اذ ليس فيه بيان قدر الحوض فجاز ان يكون كبيرا **الثامن** كذلك حديث سعد رضى الله تعالى عنه فانه فى الحيض قبل الانقطاع وقدمنا عن الخانية والخلاصة وغيرهما انها لا تفسد الماء اذ ذاك لعدم السببين سقوط الفرض و اقامة القربة **التاسع** ماذكر عن عامر فظاهر ان لفظة يعنى قبل ان يغسلوها مدرج فى الحديث ولا يدرى قول من هو ولا حجة فى المجهول **العاشر** ماحكى عن الحسن يعارضه ما فى البدائع عنه فى وقوع قليل ماء مستعمل فى الماء سئل الحسن البصرى عن القليل فقال و من يملك نشر الماء وهو ما تطاير منه عند الوضوء وانتشاره اشار الى تعذر التحرز عن القليل فكان القليل عفوا ولا تعذر فى الكثير فلا يكون عفوا اھ[1] هذا كلامه فى الملتقى فكيف فى الملاقى **الحادى عشر** ماحكى عن سعيد فعلى تقدير الصحة عنه مذهب تابعى فكيف يحتج به على المذهب وكفى به جوابا عن سائر الآثار **الثانى عشر** كذلك العبارة

سے نقل کیا ہے تو اس کا آخری حصہ ملتقی میں ہے اور اس کے اول میں کوئی حجت نہیں، کیونکہ اگر مراد حوض سے وضو کرنا ہے کہ اس طرح اس کا دھوون حوض میں گرے جیسے طشت میں وضو کیا جاتا ہے تو وہ ملتقی سے ہے اور اگر مراد یہ ہو کر حوض میں ہاتھ ڈال کر چلو بھر کر وضو کیا تو گزر چکا ہے کہ اس قدر کو شرع نے معاف رکھا ہے جبکہ دوسرے برتن نہ ہوں، اور اگر مراد یہ ہو کر حوض میں اتر کر وضو کیا تو بھی حجت قائم نہ ہوگی کیونکہ اس میں حوض کے سائز کا ذکر نہیں، پس ممکن ہے کہ حوض بڑا ہو۔

ہشتم اسی طرح سعد کی حدیث ہے کیونکہ وہ حیض کے منقطع ہونے سے قبل سے متعلق ہے اور ہم نے خانیہ اور خلاصہ وغیرہما سے نقل کیا کہ یہ پانی کو خراب نہیں کرتا، کیونکہ دونوں سبب ہی موجود نہیں ہیں نہ تو سقوطِ فرض ہے اور نہ ہی قربت کی ادائیگی ہے۔

نہم جو عامر سے نقل ہوا تو ظاہر یہ ہے کہ "قبل ان یغسلوھا" کا لفظ حدیث میں مندرج ہے، اور معلوم نہیں کہ یہ کس کا قول ہے، اور مجہول سے استدلال نہیں ہوتا۔

دہم جو حسن سے نقل کیا گیا ہے وہ اس کے مخالف ہے جو انہی سے بدائع میں نقل کیا گیا ہے یعنی یہ کہ کم پانی میں اگر مستعمل پانی گر جائے تو کیا حکم ہوگا، حسن بصری سے کم کی بابت پوچھا گیا، تو آپ نے

---

[1] بدائع الصنائع بحث الماء المستعمل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۸

www.alahazratnetwork.org

الثالثۃ عن البدائع بمعزل عن المقصود فانها فی الملقی ولا کلام فیہ الا تری الی قولہ ثم الکثیر عند محمد ما یغلب علی الماء المطلق وعندھما ان یستبین مواقع القطر فی الاناء[1] اھ 10

جواب دیا کہا پانی کے چھینٹوں کا مالک کون ہے؟ تو کم تو تعذر کی وجہ سے معاف ہے مگر زائد میں یہ صورت نہیں تو وہ معاف نہ ہوگا، ان کی یہ گفتگو ملقی میں ہے، تو ملاقی میں کیا حال ہوگا۔

یازدہم جو سعید سے نقل کیا گیا ہے اگر وہ صحیح ہو تو وہ ایک تابعی کا مذہب ہے تو اس سے مذہب پر کیسے استدلال ہوسکتا ہے اور یہی جواب دوسرے آثار میں ملحوظِ خاطر رکھنا چاہئے۔

دوازدہم اس طرح بدائع سے نقل کردہ تیسری عبارت بھی مقصود سے الگ ہے کیونکہ وہ ملقی کی بابت ہے اور اس میں گفتگو نہیں، اس میں یہ بھی ہے کہ "پھر محمد کے نزدیک کثیر وہ ہے جو مطلق پانی پر غالب آجائے اور شیخین کے نزدیک یہ کہ قطروں کی جگہ برتن میں ظاہر ہوجائے اھ

قلت والوجہ فیہ ان الماء طاھر عند محمد فلا یسلبہ وصف الطھوریۃ مالم یغلب علیہ ونجس عندھما فیما یقال وقطرۃ نجس تنجس کل ماء قلیل غیر ان الذی لایستبین لایعتبر کرشاش البول قدر رؤس الابر فعفی عنہ لعسر التحرز فاین ھذا مما نحن فیہ **نعم** جل ما فی یدہ ما ذکر البدائع فی الجدل عن روایۃ ضعیفۃ وتعلیل قول محمد فی مسألۃ جحط[2] المستعمل ما لاقی البدن وھو اقل من غیرہ۔

میں کہتا ہوں اس میں وجہ یہ ہے کہ محمد کے نزدیک پانی پاک ہے تو اس کی پاکیزگی کا وصف اس وقت تک اس سے سلب نہ ہوگا جب تک کہ اس پر کوئی نجاست غالب نہ آجائے، اور شیخین کے نزدیک نجس ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے، اور نجس کا ایک قطرہ ہی تمام قلیل پانی کو نجس کردیتا ہے البتہ جو پانی میں ظاہر نہیں ہوتا وہ معتبر نہیں ہوتا ہے جیسے سُوئی کی نوک کے برابر پیشاب کے چھینٹے، تو چونکہ اس سے بچنے میں دشواری ہے اس لیے اس کو معاف کردیا گیا، تو اس کا ہماری بحث سے کیا تعلق ہے، ہاں قابلِ غور وہ عبارت ہے جو انہوں نے بدائع سے نقل کیا ہے، وہ ایک ضعیف روایت پر جھگڑا ہے اور مسئلہ جحط پر محمد کے قول کی توجیہ ہے کہ مستعمل پانی وُہ ہے جس کی ملاقات بدن سے ہوئی ہو اور وہ دوسرے سے کم ہے۔

اقول وباللّٰہ التوفیق وھو المستعان علی افاضۃ التحقیق الیش انا ومن انا

میں کہتا ہوں وباللہ التوفیق وہوالمستعان علی افاضۃ التحقیق، میں اور میری حقیقت کیا جو

[1] بدائع الصنائع بحث الماء المستعمل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ٦٨

10/10

حتی اتکلم بین یدی ھذا الامام الھمام ملک العلماء الکرام اعلی اللہ درجاتہ فی دار السلام وافاض علینا برکاتہ علی الدوام امین ولکن المذھب قد تقرر والنقل الصحیح الصریح عن الائمۃ الثلثۃ رضی اللہ تعالی عنھم قد توفر ورأیت ھذا الامام الجلیل قد وافق الاجلۃ الفحول فی تلک النقول عند ذکر المنقول وعلمت ان مایقال فی الجدل او یبدی فی العلل لایقضی علی نصوص المذھب بل ربما لایکون المبدی ایضا الیہ یذھب کما ھو معلوم عند من خدم ھذا الفن المذھب فجرأنی ذلک علی ان اقول

وھو الثالث عشر الامام ملک العلماء قدس سرہ ھو القائل فی بدائعہ بعد ما ذکر سقوط حکم الاستعمال فی مواضع الضرورۃ کالید فی الاناء للاغتراف والرجل فی البئر لطلب الدلو مانصہ ولو ادخل فی الاناء والبئر بعض جسدہ سوی الید والرجل افسدہ لانہ لاحاجۃ الیہ وعلی ھذا الاصل تخرج مسألۃ البئر اذا انغمس الجنب فیھا لطلب الدلو لابنیۃ الاغتسال ولیس علی بدنہ نجاسۃ حقیقیۃ والجملۃ فیہ ان الرجل المنغمس اما ان یکون طاھرا اولم یکن بان کان علی بدنہ نجاسۃ حقیقیۃ او حکمیۃ کالجنابۃ والحدث وکل وجہ علی وجہین اما ان ینغمس لطلب الدلو او التبرد او الاغتسال وفی المسألۃ حکمان حکم الماء الذی فی البئر وحکم الداخل فیھا فان کان طاھرا

امام ہمام علمائے کرام کے بادشاہ، اللہ تعالٰی جنت میں ان کے درجات بلند فرمائے ہم انکی برکتوں سے ہمیشہ مستفید ہوتے رہیں آمین، کے سامنے لب کشائی کروں، لیکن مذہب ثابت شدہ ہے اور ائمہ ثلثہ کی تصریحات صحیحہ موجود ہیں، اور اس امام جلیل القدر نے نقول کی حد تک ان ائمہ سے اتفاق کیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ہماری بحثوں سے مذہب کی تصریحات باطل نہیں قرار پاسکتی ہیں جیساکہ اس فن کے خدام پر واضح ہے، اس لیے میں کچھ معروضات پیش کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں اور وہ یہ ہیں:

میں کہتا ہوں سیزدہم امام ملک العلماء قدس سرہ نے بدائع میں ذکر کیا کہ وہ کون سے مقامات ہیں جہاں ضرورۃً پانی کے مستعمل ہونے کا حکم ساقط ہوجاتا ہے، جیسے چُلّو بھرنے کے لیے ہاتھ کا پانی کے برتن میں ڈالنا اور ڈول تلاش کرنے کے لیے پیر کا کنویں میں ڈالنا، پھر انھوں نے فرمایا کہ اگر کسی نے برتن یا کنویں میں اپنے جسم کے بعض حصے کو ڈال دیا ہاتھ پیر کے علاوہ، تو پانی فاسد ہوجائے گا کیونکہ یہ بے ضرورت ہے اور اسی اصل پر کنویں کے مسئلہ کی تخریج کی جائے گی کہ جنب انسان اس میں ڈول کی تلاش میں اُترا ہو بلا نیت غسل کے بشرطیکہ اس کے جسم پر کوئی حقیقی نجاست موجود نہ ہو، اور خلاصہ یہ کہ اس میں بحث یہ ہے کہ یا تو غوطہ لگانے والا پاک ہوگا یا ناپاک ہوگا، مثلاً یہ کہ اس کے جسم پر حقیقی یا حکمی نجاست موجود ہو جیسے جنابۃ اور حدث، اور ہر وجہ کی پھر دو وجہیں ہیں یا تو غوطہ

رضویہ

والغمس لطلب الدلو او للتبرد لایصیر مستعملا بالاجماع لعدم ازالۃ الحدث واقامۃ القربۃ وان انغمس فیہا للاغتسال[ع] صار الماء مستعملا عند اصحابنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم لوجود اقامۃ القربۃ وعند زفر والشافعی رحمہما اللہ تعالٰی لایصیر مستعملا لانعدام ازالۃ الحدث والرجل طاھر فی الوجہین جمیعا[1] اھ فانظر الی قولہ فی المسألۃ حکمان حکم الماء الذی فی البئر فہل تری ان الذی فی البئر ھو ما لاقی سطح بدنہ عند الانغماس کلا بل کل ما فی البئر وھو المقصود بیان حکمہ وقد حکم علیہ فی الصورۃ الثانیۃ بانہ صار مستعملا باجماع ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم وفیہم محمد القائل بطہارتہ وقد حکم بانہ بالانغماس سلب ماء البئر طہوریتہ

ڈول کی تلاش میں لگائے یا ٹھنڈک حاصل کرنے یا غسل کرنے کیلئے، اور اس مسئلہ میں دو حکم ہیں ایک تو اُس پانی کا حکم جو کنوئیں میں ہے اور دوسرے اُس شخص کا حکم جو کنوئیں میں داخل ہوا، اگر وہ پاک ہے اور اس نے ڈول نکالنے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غوطہ لگایا تھا، تو پانی بالاتفاق مستعمل نہ ہوگا، کیونکہ اس پانی سے نہ تو حدث کا ازالہ کیا گیا ہے اور نہ کوئی قربۃ ادا کی گئی ہے اور اگر اس میں غسل کے لیے غوطہ کھایا تو ہمارے اصحابِ ثلثہ کے نزدیک پانی مستعمل ہوجائے گا کیونکہ اس سے قربۃ ادا ہوئی ہے اور زفر اور شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک مستعمل نہ ہوگا کیونکہ اس سے حدث زائل نہیں کیا گیا ہے اور آدمی دونوں صورتوں میں پاک ہے اھ اب ان کے اس قول کو دیکھئے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ مسئلہ میں دو حکم ہیں ایک تو اس پانی کا حکم جو کنوئیں میں ہے، تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ کنوئیں میں وہی پانی ہے جو

www.alahazratnetwork.org

ع۱ یرید الاغتسال علی وجہ القربۃ بدلیل التعلیل وھو المراد فی سائر المواضع الاٰتیۃ دون الاغتسال لازالۃ درن او دفع حرفانہ والتبرد سواء لا یفید الاستعمال اذا کان من طاھر لانعدام السببین اھ منہ حفظہ ربہ تبارک و تعالٰی۔ (م)

علت کے بیان سے معلوم ہوا ہے کہ قربت کے طور پر غسل مراد ہے اور آئندہ تمام مقامات میں یہی مراد ہے، میل کو دُور کرنے یا گرمی کو دفع کرنے کا غسل مراد نہیں کیونکہ جب طاہر آدمی دفعِ گرمی اور حصولِ ٹھنڈک کے لیے غسل کرے تو پانی مستعمل نہ ہوگا کہ دونوں ازالہ حدث اور اقامت قربت نہیں پائے گئے اھ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۹

فظهر ان حكم الاستعمال ليسری فی الماء القليل كله سريان حكم النجاسة باجماع اصحابنا رضی الله تعالٰی عنهم فان السريان علی القول بنجاسة الماء المستعمل ظاهر لاخلف فيه وهذا محمد القائل بالطهارة قد حكم بالسريان فكان القول به مجمعا عليه ولم يبق لاحد بالخلاف يدان بل قد يظن ان ملك العلماء ماش ههنا علی جعل طهارة الماء المستعمل متفقا عليها بين اصحابنا كما قال فی البدائع[1] ومشايخ العراق لم يحققوا الخلاف فقالوا انه طاهر غير طهور عند اصحابنا رضی الله تعالٰی عنهم حتی روی عن القاضی ابی حازم العراقی انه كان يقول انا نرجوان لاتثبت رواية نجاسة الماء المستعمل عن ابی حنيفة رضی الله تعالٰی عنه وهو اختيار المحققين من مشايخنا بما وراء النهر اھ وذلك لان سوق كلامه ههنا كما قدم لاحاطة احكام الماء والرجل فی جميع الصور المحتملة هنا وقد التزم فی كل صورة بيان الخلاف بين ائمتنا الثلثة ان كان وفصل فی شق الطاهر حكم الماء فقال فی الاول لايصير مستعملا بالاجماع وفی الثانی صار مستعملا عند ائمتنا الثلثة خلافا لزفر والشافعی

غوطہ کے وقت سطحِ بدن سے ملاقی ہوا تھا؛ ہرگز نہیں، بلکہ کُنویں کا کُل پانی ہے اور اسی کا حکم بیان کرنا مقصود ہے، اور دوسری صورت میں اس پر یہی حکم ہوا ہے کہ وہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مستعمل ہوگیا ہے، ان میں امام محمد بھی شامل ہیں جو اس کی طہارت کے قائل ہیں، اور انہوں نے فرمایا کہ غوطہ کی وجہ سے پانی کے پاک کرنے والی صفت سلب ہوگئی ہے تو ظاہر ہُوا کہ استعمال کا حکم تھوڑے پانی میں مکمل طور پر جاری ہوتا ہے، جیسے کہ نجاست کا حکم، اس پر ہمارے اصحاب کا اجماع ہے کیونکہ سرایت کرنا مستعمل پانی کو نجس کہنے کی صورت میں ظاہر ہے، اس میں خلاف نہیں، اور امام محمد جو پانی کی طہارت کے قائل ہیں سرایت کا حکم دے رہے ہیں تو گویا یہ قول اجماعی ہے، اس میں کسی کا خلاف نہیں رہا بلکہ یہاں یہ گمان بھی کیا گیا ہے کہ ملک العلماء نے پانی کے پاک ہونے کو ہمارے اصحاب کے درمیان متفق علیہ قرار دیا ہے جیسا کہ بدائع میں فرمایا ہے، اور مشایخ عراق نے اختلاف کی تحقیق نہیں کی، تو انھوں نے فرمایا کہ یہ طاہر تو ہے مگر طاہر کرنے والا نہیں، یہ ہمارے اصحاب رضی اللہ عنہم کے نزدیک ہے، یہاں تک کہ قاضی ابوحازم العراقی سے مروی ہے کہ وُہ فرماتے تھے کہ ہمیں توقع ہے کہ مستعمل پانی کی نجاست کی روایت ابوحنیفہ کے نزدیک ثابت نہیں ہے اور یہی ہمارے وراء النہر کے محققین مشایخ کا مختار ہے اھ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں

www.alahazratnetwork.org

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۷

بقی علیہ بیان حکم الرجل فی المسئلتین عند ائمتنا فجمعھما وقال الرجل طاھر فی الوجھین جمیعا فکما انہ یستحیل عند الذوق السلیم کون ھذا تتمۃ قول زفر و الشافعی فیبقی ساکتا عن بیان حکم الرجل فی الوجھین عند ائمتنا رضی اللہ تعالٰی عنھم کذلک یبعد ان یکون ھذا قول بعض دون بعض منھم اذ لوکان کذلک لبین الخلاف کما بین فی سائر الصور ولم یأت بہ ھکذا مرسلا لایھام الخلاف اعنی عدم الخلاف مع وجودہ لاسیما مع قرینتی الاجماع والاتفاق فی حکم الماء فی ھذین الوجھین فلا ینقدح فی الذھن الاکونہ وفاقیا بین اصحابنا کقرینتیہ السابقتین وھذا الاتفاق الاعلی القول بطھارۃ الماء المستعمل حیث لم یتنجس الماء فلا یحتمل ان ینجس الطاھر بخلاف ما اذا قیل بنجاسۃ اذ یتطرق القول بان الماء تنجس فنجس فلا یکون الرجل طاھرا وفاقا فان قلت الیس ان حکم الاستعمال انما یعطی بعد الانفصال والبدن کلہ شیئ واحد فی الاغتسال فما دام فیہ لم یکن مستعملا واذا صار مستعملا لم یکن فیہ فعن ھذا یخرج طاھرا مع نجاسۃ الماء المستعمل عندھما فیما یذکر عنھما قلت بلٰی ولکن انما یتمشی علی قول الامام اما عند ابی یوسف فیثبت

ان کے کلام کی روش جیسا کہ گزرا پانی کے احکام کے احاطہ کے لئے ہے اور مرد کے احکام کی بابت ہے یہ تمام محتمل صورتوں میں ہے، اور انھوں نے یہ التزام کیا ہے کہ ہر صورۃ میں ہمارے ائمہ ثلثہ کا اختلاف بیان کیا ہے اگر واقعۃً اختلاف ہو۔ اور پاک کی دونوں شقوں میں پانی کا حکم تفصیلاً ذکر کیا ہے، پہلی صورت میں کہا بالاجماع مستعمل نہ ہوگا اور دوسری صورت میں کہا مستعمل ہوگیا ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک، اس میں زفر اور شافعی کا خلاف ہے اب ان پر یہ بیان کرنا باقی ہے کہ دونوں مسئلوں میں اُس شخص کا حکم ہمارے ائمہ کے نزدیک کیا ہے، تو ان دونوں کو جمع کردیا اور فرمایا کہ دونوں صورتوں میں وہ شخص پاک ہے، تو جس طرح ذوق سلیم پر یہ گراں ہے کہ اس کو زفر و شافعی کے اقوال کا تتمہ قرار دیا جائے، اور مرد کے حکم میں ہمارے ائمہ دونوں صورتوں میں خاموش رہے یوں یہ بعید ہے کہ یہ قول بعض کا ہو اور بعض کا نہ ہو، اس لیے کہ اگر ایسا ہوتا تو وہ اختلاف کو ضرور بیان کرتے جیسا کہ تمام صورتوں میں بیان کیا ہے لیکن اس کو انہوں نے اس طرح مطلق ذکر نہ کیا تاکہ خلاف کا ایہام ہو یعنی عدمِ خلاف مع وجود خلاف بالخصوص جبکہ دو قرینے اجماع اور اتفاق کے اس امر پر موجود ہیں کہ دونوں صورتوں میں پانی کا حکم کیا ہے لہذا ذہن میں جو خلش ہے وہ اس کی ہے کہ یہ مسئلہ ہمارے اصحاب کے درمیان اتفاقی ہے، جیسے اس کے دو سابقہ قرینے ہیں، اور یہ اُسی صورت میں ہوگا جبکہ مستعمل پانی کی طہارت کا قول کیا جائے اس لیے کہ پانی نجس نہیں ہوا، تو یہ احتمال نہیں ہے

www.alahazratnetwork.org

حکم الاستعمال باول ملاقاۃ البدن الماء قال فی البدائع ابو یوسف یقول ان ملاقاۃ اول عضو المحدث الماء یوجب صیرورتہ مستعملا فکذا ملاقاۃ اول عضو الطاھر الماء علی قصد اقامۃ القربۃ واذا صار الماء مستعملا باول الملاقاۃ لاتتحقق طہارۃ بقیۃ الاعضاء بالماء المستعمل[1] اھ فکیف یقول الماء مستعمل والرجل طاھر وقد قال فی البدائع ان کان علی یدہ نجاسۃ حکمیۃ فقط فان ادخلہا لطلب الدلو والتبرد یخرج من الاول (ای الماء الاول فان المسألۃ مفروضۃ فی الانغماس فی عدۃ میاہ) طاھرا عند ابی حنیفۃ ومحمد رحمہما اللّٰہ تعالٰی ھو الصحیح لزوال الجنابۃ بالانغماس مرۃ واحدۃ وعند ابی یوسف ھو نجس ولا یخرج طاھرا ابدا[2] اھ فان حملتہ ھنا علی حال الضرورۃ لقول البدائع اما ابو یوسف فقد ترک اصلہ عند الضرورۃ علی ما یذکر وروی بشر عنہ ان المیاہ کلہا نجسۃ وھو قیاس مذھبہ[3] اھ **دفعۃ ۹۰** ان ما مر ھھنا ان الماء مستعمل والرجل طاھر عکس ما یقول بہ الامام الثانی حال الضرورۃ الا تری ان مذھبہ فی مسألۃ البئر

کہ وہ پاک کو نجس بنادے بخلاف اس صورت کے کہ پانی کو نجس کہا جائے کہ اس صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ پانی نجس ہوگیا ہے اس لیے اس نے طاہر کو نجس کردیا تو مرد بالاتفاق پاک نہ ہوگا۔ اگر تُو یہ کہے کہ آیا یہ بات درست نہیں کہ پانی پر مستعمل ہونے کا حکم اُسی وقت لگایا جائے گا جب وہ بدن سے جدا ہو، اور بدن غسل کی صورت میں شیئ واحد ہے، تو جب تک پانی بدن پر رہے گا مستعمل نہ ہوگا اور جو مستعمل ہوگا تو بدن پر نہ رہے گا اسی وجہ سے وہ شخص پاک ہوجاتا ہے اور پانی شیخین کے نزدیک نجس ہوجاتا ہے جیسا کہ شیخین کی بابت مشہور ہے، میں کہتا ہُوں یہ درست ہے، مگر یہ صرف امام ابوحنیفہ کے قول پر چل سکتا ہے کیونکہ ابو یوسف کے نزدیک پانی کو مستعمل ہونے کا حکم بدن سے پہلی ملاقات ہی میں دے دیا جائیگا بدائع میں ہے ابو یوسف نے فرمایا محدث کے پہلے عضو سے ملتے ہی پانی مستعمل ہوجاتا ہے، اور اسی طرح پاک آدمی کے کسی عضو کا بہ نیت ادائیگی قربت پانی کو لگنا پانی کو مستعمل بنادیتا ہے اور جب پانی پہلی ملاقات ہی سے مستعمل ہوگیا تو باقی اعضاء کی طہارت پانی سے نہیں ہوسکتی ہے اھ تو پھر وہ کس طرح فرماتے ہیں کہ پانی مستعمل ہوگیا اور مرد پاک ہے۔ اور بدائع میں فرمایا کہ اگر اس کے ہاتھ پر صرف نجاست حکمیہ ہے پھر وہ

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰
[2] ایضاً ۱/۷۰
[3] ایضاً ۱/۷۰

جحط الحماء ای ان الماء طاهر علی حالہ والرجل لم یطہر کما کان قال فی البدائع ابو یوسف یقول یجب العمل بھذا الاصل ای ما تقدم من ثبوت الحکم باول اللقاء) الا عند الضرورۃ کالجنب والمحدث اذا ادخل یدہ فی الاناء لاغتراف الماء لا یصیر مستعملا ولا یزول الحدث الی الماء لمکان الضرورۃ لان ھذا الماء لو صار مستعملا انما یصیر مستعملا بانتقال الحدث ولو انتقال الحدث لتنجس ولو تنجس لا یزیل الحدث واذا لم یزل الحدث بقی طاھرا واذ بقی طاھرا یزیل الحدث فیقع الدور وقطعنا الدور من الابتداء فقلنا انہ لا یزیل الحدث عنہ فبقی ھو بحالہ والماء علی حالہ[1] اھ و بالجملۃ لا استقامۃ لھذا علی قول ابی یوسف اصلا الا بان یقال انہ مبنی علی طھارۃ الماء المستعمل عندھم جمیعا وھو قول صحیح قد قواہ ملک العلماء وجعلہ مختار المحققین وان مشی فی مواضع کثیرۃ علی نسبۃ التنجیس الی الشیخین کما اشتھر فعلی ھذا تکون المسألۃ نصا عن ائمتنا الثلثۃ علی سریان حکم الاستعمال الی جمیع الماء مع طھارتہ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

اس کو کنویں میں ڈول نکالنے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے داخل کرتا ہے تو وہ اول (یعنی پہلا پانی کیونکہ مسئلہ اس مفروضہ پر ہے کہ کئی پانیوں میں ہاتھ ڈبویا) سے پاک نکلے گا، یہ ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک ہے، یہی صحیح ہے کیونکہ جنابت ایک ہی مرتبہ ڈبونے سے زائل ہوگئی، اور ابو یوسف کے نزدیک وہ نجس ہے، اور وہ کبھی پاک نہ ہوگا۔ اگر آپ اس کو یہاں ضرورت پر محمول کریں کیونکہ بدائع میں ہے بہرحال ابو یوسف نے اپنی اصل کو ضرورت کے وقت ترک کیا ہے، جیسا کہ ان سے مروی ہے اور بشر نے ان سے روایت کی ہے کہ سب کے سب پانی نجس ہیں اور یہی چیز ان کے مذہب سے لگا کھاتی ہے۔

دفعہ ۸۰۹: جو یہاں گزرا کہ پانی مستعمل ہے اور آدمی پاک ہے، امام شافعی کے قول کے برعکس ہے ضرورت کی حالت میں، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ان کا مذہب کنویں کے مسئلہ "جحط" میں "ح" ہے یعنی پانی اپنی سابقہ حالت پر پاک ہے اور انسان بھی جیسا کہ پہلے تھا ناپاک ہے۔ بدائع میں فرمایا ابو یوسف فرماتے ہیں اس اصل پر عمل لازم ہے (یعنی یہ کہ پہلی ملاقات ہی میں حکم ثابت ہوجاتا ہے) ہاں ضرورت کے وقت اس کو ترک بھی کرسکتے ہیں، جیسے جنب اور بے وضو جب برتن میں سے پانی لینے کے لیے اپنے ہاتھ ڈبوئیں تو پانی مستعمل نہ ہوگا اور حدث بھی زائل نہ ہوگا کیونکہ یہاں ضرورت موجود ہے، کیونکہ یہ پانی اگر مستعمل ہوتا تو حدث کے زائل کرنے کی وجہ سے ہوتا، اور اگر یہ حدث کو زائل کرتا تو ناپاک ہوجاتا اور

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

www.alahazratnetwork.org

اگر ناپاک ہوتا تو حدث کو زائل نہ کرتا' اور جب حدث کو زائل نہیں کیا تو پاک رہا اور جب پاک رہا تو حدث کو زائل کرے گا تو دور لازم آئے گا، تو ہم نے دور کو ابتدا ہی سے قطع کیا اور وہ اس طرح کہ یہ پانی حدث کو زائل نہیں کرتا ہے تو انسان اپنی حالت پر رہا اور پانی اپنی حالت پر رہا اھ خلاصہ کہ ابو یوسف کے قول پر یہ قول کسی طرح درست نہیں بیٹھتا ہے' اس کی محض ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ پانی ان تمام ائمہ کے نزدیک پاک ہے اور یہی قول صحیح ہے، اس کو ملک العلماء نے قوی قرار دیا اور اس کو محققین کا مختار قرار دیا، اگرچہ اکثر مقامات پر انھوں نے اس پانی کو شیخین کے نزدیک نجس قرار دیا ہے، جیسا کہ مشہور ہے، اس بنا پر یہ مسئلہ اس امر کی تصریح ہوگا کہ ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک استعمال کا حکم تمام پانی میں جاری ہوگا اور انسان پاک رہے گا' واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

الرابع عشر ثم قال قدس سرہ ف من انغمس فی ثلثۃ اٰبار او اکثر عندھما (ای الطرفین رضی اللہ تعالٰی عنہما) ان انغمس لطلب الدلو او التبرد فالمیاہ باقیۃ علی حالہا وان کان الانغماس للاغتسال فالماء الرابع فصاعدا مستعمل لوجود اقامۃ القربۃ[1] اھ فانظر علی ای شیئ حکم بکونہ مستعملا الماء الرابع فصاعدا لاخصوص ما لاق منہ سطح البدن۔

چودھواں پھر قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جس شخص نے تین یا تین سے زیادہ کنووں میں غوطہ لگایا تو ان دونوں (یعنی طرفین) کے نزدیک اگر ڈول کی تلاش میں لگایا یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے، تو پانی اپنی حالت پر باقی رہیں گے، اور اگر غوطہ خوری غسل کے لیے تھی تو چوتھا پانی اور اس کے بعد والے پانی مستعمل ہوں گے کہ ان سے قربۃ ادا ہوئی ہے اھ تو دیکھیے انھوں نے کس چیز پر مستعمل ہونے کا حکم لگایا ہے، چوتھا پانی اور اس سے زاید خاص وہ پانی نہیں جس سے محدث ملا۔

قلت والمعنی جمیع المیاہ من اولہا وانما خص الرابع فما فوقہ بالذکر دفعا لتوھم انہ یقتصر حکم الاستعمال علی المیاہ الثلثۃ الاول اذ لاقربۃ بعد التثلیث فالرابع وما بعدہ لایصیر مستعملا لعدم السببین فنبہ علی بطلانہ بان ذلک عند اتحاد المجلس ولامساغ لہ فی باب الاٰبار۔

میں کہتا ہوں مراد یہ ہے کہ پہلے پانی سے لے کر تمام پانی مستعمل ہیں، انہوں نے چوتھے اور اُس کے بعد والے کا خصوصی ذکر اس لیے کیا تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ استعمال کا حکم صرف تین پانیوں تک ہی محدود ہے کیونکہ تثلیث کے بعد قربۃ باقی نہیں رہتی ہے تو چوتھا اور اس کے بعد والا مستعمل نہ ہوگا، کیونکہ اس میں دونوں سبب موجود نہیں ہیں، تو اس کے بطلان پر انہوں

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

www.alahazratnetwork.org

نے متنبہ کیا کہ یہ اتحاد مجلس کی صورت میں ہے اور یہ چیز مختلف کنوؤں میں نہیں پائی جاتی ہے۔

اقول لکن یشکل علیہ انہ رحمہ اللہ تعالٰی انما ذکر ھذا فی من کان علی بدنہ نجاسۃ حقیقۃ لان عبارتہ ھکذا وان لم یکن طاھرا فان کان علی بدنہ نجاسۃ حقیقیۃ وھو جنب اولا فانغمس فی ثلثۃ اٰبار او اکثر من ذلک لایخرج من الاولی والثانیۃ طاھرا بالاجماع ویخرج من الثالثۃ طاھرا عند ابی حنیفۃ ومحمد رضی اللہ تعالٰی عنہما والمیاہ الثلثۃ نجسۃ لکن نجاستہا علی التفاوت علی ما ذکرنا وعند ابی یوسف کلہا نجسۃ والرجل نجس سواء انغمس لطلب الدلو او الاغتسال وعندھما ان انغمس لطلب الدلو او التبرد فالمیاہ باقیۃ علی حالہا[1] الخ وکیف تبقی علی حالہا والفرض ان علی بدنہ نجاسۃ حقیقیۃ **الا** ان یقال انتہی الکلام علیہا الی قولہ المیاہ کلہا نجسۃ والرجل نجس وقولہ سواء انغمس لطلب الدلو الخ بیان لعدم اقتصار الحکم عند ابی یوسف علی النجاسۃ الحقیقیۃ بل کذلک الحکمیۃ کما قدمنا ان عند ابی یوسف ھو نجس ولا یخرج طاھرا ابدا فلما استطرد ھذا ابان خلاف الطرفین فیہ ان ھذا التعمیم لیس عندھما **ویکون** ان

میں کہتا ہوں اس پر اشکال یہ ہے کہ انہوں نے یہ حکم اس شخص کا بیان کیا ہے جس کے بدن پر حقیقی نجاست ہو، ان کی عبارت اس طرح ہے "پس اگر وہ پاک نہیں ہے تو یا تو اس کے بدن پر حقیقی نجاست ہوگی، اور وہ جنب ہوگا یا نہیں، ایسا شخص اگر تین کنوؤں میں غوطہ لگائے یا زیادہ میں تو پہلے اور دوسرے سے بالاجماع پاک نہیں نکلے گا اور تیسرے سے ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک پاک نکلے گا اور تینوں پانی نجس ہیں، مگر ان کی نجاست مختلف ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، اور ابو یوسف کے نزدیک سب نجس ہیں، اور انسان بھی نجس ہے، خواہ اس نے ڈول نکالنے کیلئے غوطہ لگایا ہو یا غسل کرنے کے لیے، اور طرفین کے نزدیک اگر ڈول نکالنے کے لیے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غوطہ لگایا تو پانی اپنی حالت سابقہ پر باقی ہے الخ لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ فرض یہ کیا گیا ہے کہ اُس کے بدن پر حقیقی نجاست ہے۔ ہاں اگر یہ کہا جائے کہ ان کا کلام المیاہ کلہا نجسۃ والرجل نجس پر پورا ہوا اور ان کا قول سواء انغمس لطلب الدلو الخ اس امر کا بیان ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک حکم نجاستہ حقیقیہ پر مقصور نہیں ہے بلکہ حکمیہ کا بھی یہی حال ہے جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں کہ ابو یوسف کے نزدیک انسان ناپاک ہے تو کبھی پاک نہ ہوگا، اس

www.alahazratnetwork.org

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

الکلام المستطرد اذن فی النجاسۃ الحکمیۃ فکیف یقول عندھما ان انغمس لطلب الدلو او التبرد فالمیاہ باقیۃ علی حالہا فان عند الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ یصیر الماء مستعملا بازالۃ الحدث وان لم ینو بل کذلک (ف۱) عند محمد ایضا عند التحقیق وقد قال فی البدائع فی اٰدمی وقع فی البئر ان کان علی بدنہ نجاسۃ حکمیۃ فعلی قول من جعل ھذا الماء مستعملا والمستعمل نجسا ینزح ماء البئر کلہ[1] کما تقدم فاذا کان ھذا فی الواقع بلا قصد فکیف فی المنغمس قصدا للتبرد ثم (ف۲) قد اتی بشق النجاسۃ الحکمیۃ بعد ھذا وصرح فیہ بالحکم الصحیح علی خلاف ماھنا کما سیاتی وان حمل ماھنا علی الضرورۃ فمع بعدہ یاباہ قولہ او التبرد الا ان یقال انھم قد ادخلوہ فیہا کما یاتی فبناء علی ھذا التسامح یصح ھذا الحمل غیر انہ لایسلم فان نزید الاستطراد حتی یشمل الطاھر فمع ان التعمیم المذکور فی قول الامام الثانی سواء انغمس الخ لم یکن لیشملہ قطعا یعکر علیہ ان الشمول لایخرج المحدث فکیف یصح اطلاق الحکم بان المیاہ باقیۃ علی حالہا ولا

معلوم ہوا کہ اس میں طرفین کا خلاف ہے، کہ یہ تعمیم اُن دونوں کے نزدیک نہیں ہے، اس پر یہ اعتراض ہے کہ کلام مستطرد نجاست حکمیہ کی بابت ہے تو پھر یہ کیسے فرمایا کہ طرفین کے نزدیک اگر ڈول نکالنے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غوطہ لگایا تو پانی اپنی حالت پر باقی ہیں کیونکہ امام کے نزدیک پانی حدث کے ازالہ سے مستعمل ہوجائیگا اگرچہ اُس نے نیت نہ کی ہو، بلکہ تحقیق یہ ہے کہ امام محمد کے نزدیک بھی یہی حکم ہے، بدائع میں ہے کہ اگر کوئی انسان کنویں میں گر گیا تو اگر اس کے بدن پر نجاست حکمیہ ہے تو جو لوگ اس پانی کو مستعمل قرار دیتے ہیں اور مستعمل کو نجس کہتے ہیں تو انکے نزدیک کنویں کا کُل پانی نکالا جائیگا جیسا کہ گزرا، اور جب یہ حکم بلا قصد گرنے والے کا ہو تو پھر اس کا کیا حال ہوگا جو ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے قصداً غوطہ لگائے، پھر انہوں نے نجاست حکمیہ والی شق کا ذکر کیا ہے اور وہاں انہوں نے یہاں کے برعکس حکم صحیح کی صراحت کی، جیسا کہ آئے گا، اور اگر یہاں جو کچھ ہے اس کو ضرورت پر محمول کرلیا جائے تو یہ بعید ہونے کے علاوہ اُن کے قول او للتبرد کے مناقض ہے، مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اس کو بھی اسی میں شامل کرلیا ہے، جیسا آئے گا، تو اس تسامح کی بنیاد پر یہ حمل صحیح ہے لیکن محفوظ نہیں، اور اگر استطراد کو زاید کیا جائے اتنا کہ طاہر کو بھی شامل ہوجائے تو ایک تو امام ثانی کے قول کی تعمیم "سواء"

[1] بدائع الصنائع فصل اما بیان المقدار الذی یصیر بہ المحل نجسا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۴

www.alahazratnetwork.org

وجه لتخصيص الحكم بالطاهر فان الكلام منوق في شق وان لم يكن طاهرا وقد قدم حكم الطاهر من قبل وبالجملة فالعبارة ههنا فيما وصل اليه فهمي القاصر لا تخلو عن قلق وحزازة ولعلها وقع فيها من قلم النساخين تغيير وتقديم وتاخير وكم له من نظير فليتأمل والله تعالى اعلم بمراد خواص عباده.

الغمس الخ" اس کو قطعاً شامل نہیں، پھر اس پر یہ بھی اشکال ہے کہ شمول بے وضو کو نہیں نکالے گا تو یہ مطلق حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے کہ تمام پانی اپنی حالت پر باقی ہیں، اور حکم کو پاک کے ساتھ مخصوص کرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ گفتگو اس شق سے متعلق ہے کہ اگر پاک نہ ہو حالانکہ پاک کا حکم پہلے ہی گزر چکا' اور خلاصہ یہ کہ میری ناقص فہم میں یہاں عبارت اضطراب سے خالی نہیں، اور شاید اس میں ناسخین سے کچھ تغیر، تقدیم یا تاخیر واقع ہوئی ہے، اور اس کی بہت نظائر ہیں، غور کر اور اللہ تعالٰی زیادہ جانتا ہے اپنے خاص بندوں کے ارادوں کو۔

الخامس عشر ثم قال قدس سرہ

تحت قوله الماء وان كان على يده نجاسة حكمية فقط ما نصه واما حكم المياه فالماء الاول مستعمل عند ابي حنيفة رضي الله تعالٰى عنه لوجود ازالة الحدث والبواقي على حالها لانعدام ما يوجب الاستعمال اصلا (اي لان الصورة مفروضة في الانغماس للتبرد او طلب الدلو فلا نية قربة والحدث قد زال بالاول) وعند ابي يوسف ومحمد المياه كلها على حالها اما عند محمد فظاهر لانه لم يوجد اقامة القربة بشئ منها واما ابو يوسف فقد ترك اصله عند الضرورة على ما يذكر[1] اھ فقد افاد ان لو وجدت نية القربة لصار الماء مستعملا عند الامام الربانی

پندرھواں پھر انہوں نے اگلے گزرے ہوئے قول "وان كان على يده نجاسة حكمية فقط" کے تحت فرمایا بہرحال پانی، تو پہلا پانی امام ابوحنیفہ کے نزدیک مستعمل ہے کیونکہ اس میں حدث کا ازالہ پایا جاتا ہے اور باقی اپنے حال پر باقی ہیں کہ وہاں کوئی ایسا سبب موجود نہیں جس کی بنا پر ان کو مستعمل قرار دیا جائے (یعنی مفروضہ تو یہ ہے کہ ٹھنڈک حاصل کرنے یا ڈول کی طلب میں غوطہ لگایا اور قربۃ کی نیت نہیں ہے، اور حدث پہلے ہی سے زائل ہوگیا) اور ابو یوسف اور محمد کے نزدیک کل پانی اپنی حالت پر ہیں، محمد کے نزدیک تو ظاہر ہے کیونکہ ان سے قربۃ ادا نہیں کی گئی ہے اور ابو یوسف نے ضرورت کی وجہ سے اپنی اصل کو چھوڑا ہے جیسا کہ ذکر کیا جاتا ہے اھ پس انہوں نے بتایا کہ اگر قربۃ کی نیت ہوگی تو پانی مستعمل ہوگا

---

[1] بدائع الصنائع فصل في الطهارة الحقيقية سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

ایضا بل ھو کذلک فان التحقیق انہ لایقصر الاستعمال علی نیۃ القربۃ کما تقدم ۔

اقول فھذہ صرائح نصوص المسألۃ عن ائمۃ المذھب رضی اللہ تعالی عنھم اتی بھا ملک العلماء فلا یعارضھا ما وقع منہ فی تعلیل او جدل اما الجدل فظاھر و اما العلۃ ان صحت لزمت صحۃ الحکم ولا عکس لجواز ان تکون ھذہ باطلۃ والحکم معللا بعلۃ اخری وھھنا کذلک فان القول بنجاسۃ المستعمل معلل بوجوہ اخر ذکرت فی البدائع نفسھا والھدایۃ والکافی والتبیین وغیرھا وھذا العلامۃ قاسم قد رد علی ملک العلماء استدلالہ بھذا الحدیث فی رسالتہ ھذہ وقد تقدم قولہ انہ لایطابق عمومہ فروعھم المذکورۃ فی الماء الکثیر فیحمل علی الکراھۃ الخ وقال قبلہ حیث رد بعض کلام البدائع قولا قولا قولہ وروی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال لایبولن احدکم فی الماء الدائم ولا یغتسلن فیہ من الجنابۃ من غیر فصل بین دائم ودائم الخ یقال علیہ انظر ھل انت من اکبر مخالفی ھذا الحدیث حیث قلت انت ومشایخک انہ یتوضؤ من الجانب الاخر المرئیۃ ویتوضؤ من ای جانب کان فی غیر المرئیۃ کما اذا بال فیہ انسان او اغتسل جنب ام انت من العاملین

امام ربانی کے نزدیک، بلکہ حقیقۃً یہی ہے کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ مستعمل ہونا نیتِ قربۃ پر موقوف نہیں جیسا کہ گزرا۔

میں کہتا ہوں یہ تصریحات ہیں جو اس مسئلہ میں ائمۂ مذہب سے منقول ہیں، ان کو ملک العلماء نے ذکر کیا ہے، ان کے معارض وہ عبارت نہیں ہو سکتی ہے جو انہوں نے علّت کے بیان کے وقت یا جدل کے طور پر بیان کی ہے، جدل کی بات تو ظاہر ہے اور علۃ اگر صحیح ہُوئی تو حکم کی صحت کو لازم ہوگی، اور اس کا عکس نہ ہوگا، کیونکہ ممکن ہے کہ یہ علت باطلہ ہو اور حکم دراصل کسی اور علۃ کی وجہ سے ہو، اور یہاں یہی صورتِ حال ہے، کیونکہ مستعمل پانی کی نجاست کا قول دوسری علتوں کی وجہ سے ہے جو بدائع میں مذکور ہیں، ہدایہ، کافی اور تبیین وغیرہا میں بھی یہی ہے، اور علامہ قاسم نے اپنے رسالہ میں ملک العلماء کے اس حدیث سے استدلال پر رُد کیا ہے اور ان کا یہ قول گزر چکا ہے کہ اس کے عموم اور ان کے مذکورہ فروع میں مطابقت نہیں پائی جاتی ہے جو ماءِ کثیر سے متعلق ہیں تو اس کو کراہت پر محمول کیا جائے گا الخ اور اس سے قبل فرمایا جہاں انہوں نے بدائع کے بعض کلام کو رد کیا ہے، اور ایک ایک بات کا رد کیا ہے کہ ان کا قول کہ روایت کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے اور نہ ہی اس میں غسلِ جنابت کرے، اس میں کوئی تفصیل نہیں ہے ایک ٹھہرے ہُوئے اور دوسرے ٹھہرے ہوئے کے درمیان الخ

www.alahazratnetwork.org

به فانه لا اعجب ممن یستدل بحدیث هو احد من خالفه اھ وھذا ما اشار الیہ بقول لایطابق عمومه الخ

اس پر یہ کہا جائے گا غور کرو کیا تم اس حدیث کے بڑے مخالفین میں سے ہو۔ کیونکہ تم نے اور تمہارے مشایخ نے کہا ہے کہ اگر نجاست نظر آرہی ہو تو دوسرے کنارے سے وضو کرے اور اگر نظر نہ آتی ہو تو جس کنارے سے چاہے وضو کرے، جیسے کسی انسان نے اس پانی میں پیشاب کیا یا جنب نے غسل کیا۔ یا تم اس حدیث پر عمل کرنے والوں میں سے ہو، اس سے زیادہ تعجب خیز بات کیا ہوگی کہ جو شخص اس حدیث کا مخالف ہے وہی اس حدیث سے استدلال بھی کرتا ہے اھ اور یہ ہے وہ بات جس کی طرف انہوں نے اپنے قول لایطابق عمومہ میں اشارہ کیا تھا الخ

اقول رحمکم اللہ جاوزتم الحد فی الاخذ والرد **اولا** ما قالوہ انما ھو فی الکثیر والکثیر ملحق بالجاری والحدیث فی الدائم **ثانیا** الکراھۃ ان ارید بھا کراھۃ التحریم لم یلائم قوله وبذلك اخبر راوی الخبر قال کنا نستحب الی اخر ما مر مع انها لا تفید کواذ لو لم یتغیر به الماء لم یکن وجه للنھی عنه الا تری ان الماء الکثیر لعدم تغیرہ یجوز الاغتسال فیه اجماعا کما فی البدائع وقد استدل ھو علی نجاسۃ الماء المستعمل وشیخکم المحقق علی الاطلاق علی انسلاب الطھوریۃ عنه بھذا النھی المفید کراھۃ التحریم وان ارید بھا کراھۃ التنزیه فعدول عن الحقیقۃ من دون ضرورۃ ملجئۃ ولا یلائمھا نون التاکید فی قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لا یغتسلن وقد دفع العلامۃ الاکمل فی العنایۃ کراھۃ التنزیه بان تقییدہ بالدائم ینافیه فان الماء الجاری

میں کہتا ہوں اللہ تم پر رحم کرے تم نے قبول کرنے اور رد کرنے دونوں میں حد سے تجاوز کیا ہے، اول تو یہ کہ جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے وہ کثیر پانی کی بابت ہے اور کثیر جاری کے حکم میں ہے اور حدیث ٹھہرے ہوئے پانی سے متعلق ہے۔

www.alahazratnetwork.org

ثانیاً اگر کراہت سے مراد کراہت تحریم ہے تو یہ ان کے قول کے موافق نہ ہوگی، اور اسی کی خبر حدیث کے راوی نے دی فرمایا "کنا نستحب الخ" پھر یہ آپ کے لیے مفید نہیں، اس لیے کہ اگر اس کی وجہ سے پانی میں تغیر نہ ہوتا تو اس سے منع کرنے کی کوئی وجہ نہ ہوتی، مثلاً کثیر پانی کہ وہ متغیر نہیں ہوتا اس سے غسل کرنا بالاجماع جائز ہے، جیسا کہ بدائع میں ہے اور اس نے خود اس سے مستعمل پانی کے نجس ہونے پر استدلال کیا ہے اور آپ کے شیخ محقق نے پانی سے طہوریت کے سلب ہوجانے پر استدلال کیا ہے' اور دلیل یہی نہی ہے جو کراہت تحریمی کو ظاہر کرتی ہے اور اگر اس سے کراہت تنزیہی کا ارادہ کیا جائے تو یہ حقیقت سے بلا ضرورت کے انحراف کرنا ہے،

يشارکہ فی ذلک المعنی فان البول کما انہ لیس بادب فی الماء الدائم فکذلک فی الجاری فلا یکون للتقیید فائدۃ وکلام الشارع مصون عن ذلک[1] اھ وقد قال فی المجتبی اما البول فیہ فمکروہ قلیلا کان او کثیرا دائما او جاریا وسمی ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ من یبول فی الماء الجاری جاھلا[2] اھ کما فی ابن الشلبی علی التبیین۔

اور پھر حضور علی اللہ علیہ وسلم کے قول لا یغتسلن میں جو نُون تاکید ہے اس سے بھی اس کی مطابقت نہیں، اور علامہ اکمل نے عنایہ میں کراہت تنزیہ کو دفع کرتے ہُوئے فرمایا کہ اس کو "دائم" کی قید سے مقید کرنا اس کے منافی ہے کیونکہ جاری پانی بھی اس کا شریک ہے کراہت تنزیہ میں۔ کیونکہ پیشاب کرنا ٹھہرے ہُوئے پانی میں خلافِ ادب ہے اس طرح جاری پانی میں مکروہ ہے تو مقید کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، اور شارع کا کلام اس سے محفوظ ہے اھ اور مجتبٰی میں ہے کہ پانی میں خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر، ٹھہرا ہوا ہو یا جاری، پیشاب کرنا مکروہ ہے، اور ابوحنیفہ نے جاری پانی میں پیشاب کرنے والے کو جاہل کہا ہے اھ جیسا کہ ابن شلبی علی التبیین میں ہے۔

اقول[2] المقرر عندنا ان نصوص الشارع لانظر فیھا الی مفھوم الخلاف ویجوز ان یکون ذکر الدائم نظرا الی الحکم الثانی ھو النھی عن الاغتسال **وثالثا**[3] ھب انھم لم یعملوا فی بعض الصور باطلاقہ فلیس من قید اطلاقا او خصص عموما لدلیل لاح ممنوعا عن التمسک بہ فی شیئ اخر ھذا وکذا عدم استعمال الماء بوقوع محدث فی البئر عند محمد علی تسلیمہ لولا تعللونہ بما تقرر عندکم وصرحتم بہ غیر مرۃ ان محمدا لایقول بالاستعمال الا بنیۃ القربۃ وای نیۃ للساقط وانتم[4] المصرحون کما تقدم ان الطاھر ان انغمس

میں کہتا ہوں ہمارے نزدیک طے شدہ اصول یہ ہے کہ شارع کے نصوص میں مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں، یہ جائز ہے کہ دائم کی قید دوسرے حکم کے لحاظ سے ہو، یعنی غسل کی ممانعت۔

ثالثاً مان لیا کہ بعض صورتوں میں انہوں نے اس کے اطلاق پر عمل نہیں کیا ہے تو جس نے کسی مطلق کو مقید کیا ہو یا عام کو خاص کیا ہو کسی دلیل کی بناء پر، اس کو یہ ممنوع نہیں ہے کہ وہ اس جگہ سے کسی اور چیز کا استدلال کرے، اور اسی طرح پانی کا مستعمل نہ ہونا کسی محدث کے کنویں میں گر جانے کی وجہ سے محمد کے نزدیک اگر اس کو تسلیم بھی کر دیا جائے، تو آپ اس کی علت وہ کیوں نہیں بتاتے ہو جو تمہارے نزدیک مقرر ہے اور

---

[1] العنایۃ مع فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۴

[2] شلبی علی تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیریۃ ببولاق مصر ۱/۲۱

فیھا للاغتسال صار الماء مستعملا عند اصحابنا الثلثة رضی اللہ تعالٰی عنھم فلم لم یقل محمد ثم ان غیر المستعمل اکثر فلا یخرج عن کونہ طھورًا۔

تم نے ایک سے زائد مرتبہ اس کی وضاحت کی ہے کہ محمد فرماتے ہیں کہ پانی اسی وقت مستعمل ہوگا جب قربۃ کی نیت ہو، اور جو پانی میں گرجائے اس کی کیا نیت ہوگی! اور تم نے تصریح کی ہے جیسا کہ گزرا کہ اگر پاک آدمی کنویں میں غوطہ لگائے نہانے کے لیے تو پانی ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک مستعمل ہوجائے گا، تو محمد نے کیوں نہیں کہا پھر غیر مستعمل اکثر ہے تو طہور ہونے سے خارج نہ ہوگا۔

السادس عشر الروایۃ الصحیحۃ المعتمدۃ فی مسألۃ جحط رابعۃ لم تشملھا الحروف وھی طمر ای ان الرجل طاھر زال حدثہ والماء طاھر غیر طھور قال فی الھدایۃ[1] والکافی والتبیین والسراج وغیرھا انھا اوفق الروایات وفی الدر انہ الاصح[2] وفی الفتح وشرح المجمع انھا الروایۃ المصححۃ[3] وفی البحر انہ المذھب المختار وانہ الحکم علی الصحیح[4] فانقطعت الشبھۃ رأسا واستقر بحمد اللہ عرش التحقیق علی ان الاستعمال یشیع فی الماء القلیل سریان النجاسۃ۔

سولھواں صحیح روایت اور معتمد روایت مسئلہ جحط میں چوتھی ہے اس کو حروف شامل نہیں اور وہ طمر ہیں یعنی انسان پاک ہے اس کا حدث زائل ہوگیا ہے اور پانی پاک تو ہے مگر طہور (پاک کرنے والا) نہیں ہے، ہدایہ، کافی، تبیین اور سراج وغیرہا میں ہے کہ یہ تمام روایتوں میں سب سے زیادہ جامع ہے، اور دُر میں اسی کو اصح کہا، اور فتح اور شرح مجمع میں کہا کہ یہی مصحح روایت ہے اور بحر میں اسی کو مذہب مختار قرار دیا ہے اور یہ کہ صحیح قول کے مطابق حکم یہی ہے تو شبہ بالکل منقطع ہوگیا اور یہ امر محقق ہوگیا کہ مستعمل ہونا تھوڑے پانی میں اسی طرح سرایت کرتا ہے جس طرح نجاست سرایت کرتی ہے۔

السابع عشر فرق قدس سرہ فی الحدث والنجاسۃ حیث تشیع ولا یشیع

سترھواں قدس سرہ نے حدث اور نجاست میں فرق کیا ہے کہ نجاست سرایت کرتی ہے اور حدث

alahazratnetwork.org

---

[1] شلبی علی تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیریۃ بولاق مصر ١/٢٥

[2] دُرمختار باب میاہ مجتبائی دہلی ١/٣٧

[3] بحرالرائق کتاب الطہارۃ سعید کمپنی کراچی ١/٩٧

[4] ایضاً ١/٩٦

بان النجس یختلط بالطاھر علی وجہ لا یمکن التمییز بینھما فیحکم بنجاسۃ الکل۔

سرایت نہیں کرتا ہے کیونکہ نجس پاک چیز کے ساتھ اس طرح مل جاتا ہے کہ دونوں میں امتیاز نہیں ہوسکتا ہے، تو کل پر نجاست کا حکم ہوگا۔

اقول اولاً[1] الوجہ قاصر عن المدعٰی قرب نجس لا یختلط ورب نجس یختلط ویمکن التمییز فلم لیسری الحکم الی جمیع الماء القلیل ارأیتم لو وقع فی الغدیر شعرۃ من خنزیر افلا یتنجس الا القدر الذی لاقاھا اذ لاشیئ ھناك یختلط فلا یمکن التمییز ھذا لا یقول بہ احد منا **فان قلت** تنجس بھا ما یلیھا وھو مختلط بسائر الاجزاء بحیث لا یمکن التمییز **اقول** فصبغ نجس القی فی غدیر یلزم ان لا ینجس الا ما یصبغ بہ لحصول التمییز باللون **فان قلت** ما لم ینصبغ جاور المنصبغ فسری الحکم الی الکل۔

میں کہتا ہوں اولاً وجہ مدعٰی سے قاصر ہے کہ بہت سے نجس مختلط نہیں ہوتے اور بہت سے نجس مختلط ہوتے ہیں اور ممتاز رہتے ہیں تو حکم قلیل پانی میں مکمل طور پر نہ ہوگا مثلاً تالاب میں خنزیر کا ایک بال گر جائے تو کیا صرف وہی نجس ہوگا جو بال سے متصل ہوا ہو کہ اس میں کوئی چیز مختلط ہونے والی نہیں پائی جاتی ہے لہذا امتیاز نہیں ہوسکتا ہے، یہ قول ہم میں سے کسی کا نہیں، اگر یہ کہا جائے کہ اس سے وہ پانی نجس ہوگا جو اس سے متصل ہے اور وہ تمام اجزاء سے ملا ہوا ہے کہ تمیز ممکن نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ تھوڑی سی نجس قے کا تالاب میں مل جانا اس امر کو مستلزم ہے کہ صرف اتنا پانی ہی نجس ہو جو اس میں ملا ہو کیونکہ یہاں رنگ کی وجہ سے امتیاز حاصل ہوجائیگا۔

www.alahazratnetwork.org

اگر کہا جائے کہ جو پانی قے سے آلودہ ہوگیا وہ اُس پانی سے مل جائے گا جو آلودہ نہیں ہوا ہے اس طرح کل پانی نجس ہوگیا۔

اقول ھذہ طریقۃ اخری غیر ما سلك الامام ملك العلماء من ان الحکم بنجاسۃ الکل لعدم التمییز لا للسریان بالجوار وسیأتیك الرد علیھا فی المائع وقد انکرھا فی البدائع بقولہ قدس سرہ الشرع ورد بتنجیس جار النجس لا[2] بتنجیس جار جار النجس الاتری ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حکم بطھارۃ

میں کہتا ہوں یہ ملک العلماء کے راستے کے علاوہ ایک اور راستہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ کل پانی کی نجاست کا حکم عدم تمیز کی بنا پر ہے اس لیے نہیں کہ متصل پانی میں اس نے سرایت کی ہے، اس کی تردید آپ مائع کے بیان میں پڑھ لیں گے، اور بدائع میں اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ شریعت نے ناپاک کے متصل کے ناپاک ہونے کا حکم دیا ہے یہ نہیں کہ متصل کے متصل کی ناپاکی کا حکم دیا ہے مثلاً یہ کہ حضور صلی اللہ

ماجاور السمن الذی جاور الفأرة وحکم بنجاسة ماجاور الفارة وهذا لان جار جار النجس لو حکم بنجاسة لحکم ایضا بنجاسة ما جاور جار جار النجس الی ما لانهایة له فیؤدی الی ان قطرة من بول او فأرة لو وقعت فی بحر عظیم ان یتنجس جمیع ماءه لاتصال بین اجزائه وذلك فاسد[1] اھ وقد کان سنح لی فی الرد علی ھذا ثلثة اوجه ذکرتها علی ھامش نسختی البدائع

اولھا التقریر فی الجامد فلا سرایة (ف۱)

وثانیھا الشرع جعل الکثیر والجاری لا یقبلان النجاسة ما لم یتغیر احد اوصافھما والماء القلیل شیئ واحد ففیه جار الجار جار (ف۲)

وثالثھا ذکر الشیخ الامام ھذا لابداء الفرق فی حکم الفارة والھر والشاة الواقعة فی البئر بنزح عشرین واربعین والکل بان الفارة یجاورھا من الماء عشرون دلوا الصغر جثتھا فحکم بنجاسة ھذا القدر لان ما وراءہ لم یجاور الفارة بل جاور ما جاور الفارة والشرع ورد الی اخر ما مر فکتبت علیه ان (ف۳) لو فرض عدم التنجیس بالفارة الا لقدر عشرین لزم فساد الکل للاختلاط بحیث لا یمتاز ثم رأیت العلامة ابن امیر الحاج ذکر فی الحلیة الوجھین الاولین بعبارات مطنبة مفیدة کما ھو دابه رحمه اللہ تعالٰی۔

علیہ وسلم نے اُس پانی کے پاک ہونے کا حکم دیا جو اس گھی سے متصل ہے جو چُوہے سے متصل ہے اور جو گھی چُوہے کے متصل ہے وہ ناپاک ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نجس کے متصل کا متصل اگر اس پر نجاستہ کا حکم لگایا جائے تو جو متصل کے متصل کے ساتھ متصل ہوگا اس پر بھی نجاست کا حکم لگایا جائے گا اور یہ سلسلہ لامتناہی چلے گا، اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اگر پیشاب کا ایک قطرہ یا چُوہیا بڑے سمندر میں گر جائے تو تمام کا تمام پانی ناپاک ہو جائے کیونکہ پانی کے تمام اجزاء ایک دُوسرے سے متصل ہیں' اور یہ غلط ہے اھ میں نے اس کی تردید تین طرح کی ہے' اور یہ وجوہ میں نے اپنے بدائع کے نسخہ کے حاشیہ پر ذکر کی ہیں۔

(۱) گفتگو جامد چیز میں ہے تو سرایت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(۲) شریعت نے کثیر اور جاری پانی کے بارے میں یہ حکم دیا ہے کہ وہ اس وقت تک ناپاک نہ ہوگا جب تک اس کے اوصاف میں سے کسی ایک وصف میں تبدیلی نہ ہو جائے اور تھوڑا پانی شیئ واحد ہے' اس میں متصل کا متصل، متصل ہے۔

(۳) شیخ امام نے یہ اس لیے بیان کیا ہے کہ چُوہیا، بلّی اور بکری جو کنویں میں گر جائے ان کے حکم میں فرق ظاہر ہو جائے، بیس، چالیس ڈول اور

---

[1] بدائع الصنائع فصل اما بیان المقدار الذی یصیر المحل نجسا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۵

www.alahazratnetwork.org

11
11

فقال فی الاول معلوم ان الماء لیس بشیئ کثیف یمنع کثافتہ سریان النجاسۃ الواقعۃ فیہ من محلہا الذی حلت بہ الی غیرہ کما فی السمن الجامد لیقع الاقتصار فی التنجیس علی الجار المتصل دون غیرہ بل ھو مائع دقیق لطیف تعین لطافتہ ورقۃ اجزائہ مع الاضطراب العارض لہ بواسطۃ الاخذ منہ علی سرایۃ النجاسۃ الی سائر اجزائہ ثم ذکر الثانی بعد کلام اخر[1]۔

کل پانی نکالا جائے گا۔ چُوہیا کے ساتھ پانی کے بیس ڈول متصل ہیں کیونکہ اس کا جسم چھوٹا ہے تو اتنی ہی مقدار پانی کی نکالی جائے گی کیونکہ اس مقدار کے علاوہ پانی چُوہیا کے متصل نہیں ہے بلکہ جو چُوہیا سے متصل ہے اس کے متصل ہے اور حکمِ شرع اسی کی مثل وارد ہوا ہے الخ میں نے اس پر لکھا ہے کہ اگر فرض کیا جائے کہ چُوہیا سے صرف بیس ڈولوں کی مقدار نجس ہوگی تو کل کا فساد لازم آئے گا کہ اختلاط ہوا ہے اور امتیاز ختم ہوگیا۔ پھر میں نے علامہ ابن امیر الحاج کو دیکھا کہ انہوں نے حلیہ میں دو پہلی وجوہ مفصل عبارات سے لکھی ہیں، جیسا کہ ان کا اسلوب ہے، پہلی میں فرمایا یہ معلوم ہے کہ پانی کثیف شئے نہیں کہ اس کی کثافت اس نجاست کی سرایت کو مانع ہو جو اس میں گری ہے، جیسا جامد گھی، تاکہ ناپاکی صرف متصل تک ہی محدود رہے دوسرے تک تجاوز نہ کرے، بلکہ پانی مائع ہے رقیق ہے لطیف ہے اس کی لطافت و اجزاء کی رقت عارض ہونے والے اضطراب کے ساتھ، دوسرے تمام اجزاء تک نجاست کے سرایت کرنے میں معاون ہے، پھر دُوسری وجہ دُوسرے کلام کے بعد ذکر کی۔ (ت)

ف والاٰن اقول السمن الجامد ھل یقبل التنجس بجوار النجس ام لا علی الثانی لِمَ امر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بتقویر ماحول الفأرۃ وسلمتم نجاستہ وعلی الاول اذا فرض ان جار النجس نجس فھلم جرا وجب تنجیس ما یجاور ھذا المأمور بتقویرہ لکونہ مجاورا لھذا النجس وان لم یجاور الفأرۃ فلا یجدی الفرق باللطافۃ والکثافۃ بل لقائل ان

اور اب میں کہتا ہوں منجمد گھی نجس کے ملنے کی وجہ سے نجس ہونے کو قبول کرے گا یا نہیں! دوسری تقدیر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چُوہیا کے ارد گرد کے گھی کو دُور کرنے کا حکم کیوں فرمایا اور تم نے اس کی نجاست تسلیم کرلی، اور پہلی تقدیر پر جب یہ فرض کیا گیا کہ نجس کا پڑوسی نجس ہے اور ھلم جرا تو جو حصہ صفائی والی جگہ سے ملا ہوا ہے اسکو نجس کرے گا کیونکہ وہ اس نجس کے مجاور ہے اگرچہ چُوہیا کے مجاور نہیں تو لطافت و کثافت کا فرق کچھ مفید نہ ہوگا، بلکہ کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے

---

[1] حلیہ

ف۱
يقول اذا تنجس السمن حولها فما يجاور هذا السمن ليس جار النجس بل جار النجس وهكذا الى الاخر فان فرق بان السمن متنجس لا نجس وجار النجس يتنجس لا جار المتنجس لزم ان لا يتنجس الماء اذا القى فيه هذا السمن بعد التقوير لانه لاقى متنجسا لا نجسا وبه يظهر ما فى كلام ملك العلماء و يطوى هذا البساط من اوله۔

ف۲
فاقول وبالله التوفيق ليس سبب ف۳ تنجس الطاهر مجاورته لنجس الا ترى ان لو لف ثوب نجس فى ثوب طاهر لم يتنجس الطاهر اذا كانا يابسين بل ولا اذا كانت فى النجس بقية نداوة يظهر بها فى الطاهر مجرد اثر كما فى الدر والشامى وبيناه فى فتاونا بل هو اكتساب الطاهر حكم النجاسة عند لقاء النجس وذلك يحصل فى الطاهر المائع القليل بمجرد اللقاء وان كان النجس يابسا لا بلة فيه وفى الطاهر الغير المائع بانتقال البلة النجسة اليه فلا بد لتنجيسه من بلة تنفصل ثم يختلف الامر باختلاف جرم الطاهر لطافة وكثافة فالسراية فى اللطيف اكثر منها فى الكثيف وكذلك قد يختلف باختلاف زمن التجاور اذا عرفت هذا فالسمن يقور ويلقى منه قدر ما يظن سراية البلة النجسة اليه ويبقى الباقى طاهرا لان التنجس لم يكن

کہ جب چُوہیا کے ارد گرد گھی نجس ہوگیا تو جو اس گھی کے مُجاور ہے وہ نجس کے متصل کا متصل نہیں ہے بلکہ نجس کا متصل ہے اور اسی طرح اخیر تک، اگر یہ فرق کیا جائے کہ گھی متنجس ہے نجس نہیں ہے اور نجس کا متصل نجس ہوتا ہے نہ کہ متنجس کا متصل، تو لازم آئے گا کہ پانی اس وقت نجس نہ ہو جب اس میں یہ گھی نتھارنے کے بعد ملایا جائے کیونکہ اس کی ملاقات متنجس سے ہوئی نجس سے نہیں ہوئی، اس سے ملک العلماء کے کلام کی خامی ظاہر ہوجاتی ہے اور بساط ابتداءً سے لپیٹ دی جاتی ہے۔

میں کہتا ہوں وباللہ التوفیق، پاک کا ناپاک ہونا اس لیے نہیں ہے کہ وہ ناپاک سے متصل ہے، مثلاً یہ کہ اگر ایک نجس کپڑا پاک کپڑے میں لپیٹ دیا جائے تو پاک ناپاک نہ ہوگا، اگر وہ دونوں خشک ہیں بلکہ اس صورت میں بھی نجس نہ ہوگا جبکہ ناپاک میں تری باقی ہو جس کا محض اثر پاک پر ظاہر ہو، جیسا کہ دُر اور شامی میں ہے اور ہم نے اس کو اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے بلکہ وہ پاک کا نجاست کے حکم کو حاصل کرنا ہے نجس کے ملنے سے اور یہ اُس پاک میں ہوتا ہے جو مائع اور قلیل ہو، اور یہ محض ملنے سے ہوگا اگرچہ نجس خشک ہو اور اس میں تری نہ ہو، اور طاہر غیر مائع میں نجس تری اس کی طرف منتقل ہوگی تو اس کو ناپاک کرنے کے لیے تری کا ہونا ضروری ہے جو اس سے جُدا ہو، پھر معاملہ پاک کے جرم کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوگا، یعنی لطافت و کثافت کے اعتبار سے، تو لطیف میں بہ نسبت کثیف کے سرایت زیادہ ہوگی، اور اسی طرح یہ اختلاف اتصال کے زمانہ کے اختلاف سے بھی پیدا

www.alahazratnetwork.org

لمجاورة النجس حتی یقال ان السمن الذی بعدہ مجاور لهذا النجس بل لسرایة البلة وقد انتهت فظهران استشهاد ملك العلماء [1] بمسألة السمن علی التفرقة بین الفأرة وما فوقها لا وجه له وانما الاٰبار تتبع الاٰثار وما احسن ما قال المحقق رحمه الله تعالٰی فی فتح القدیر فی مسائل البئر من الطریق ان یکون الانسان فی ید النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم واصحابه رضی الله تعالٰی عنهم کالاعمٰی فی ید القائد [1] اھ نسأل الله تعالٰی حسن التوفیق اٰمین

ہوتا ہے، جب تم نے یہ جان لیا تو گھی کو نتھارا جائے گا اور اس میں سے اتنی مقدار پھینک دی جائے گی جتنی میں نجس تری کی سرایت کا گمان ہو اور باقی پاک رہے گا کیونکہ ناپاک ہونا نجس کے اتصال کی وجہ سے نہ تھا کہ یہ کہا جائے کہ اس کے بعد والا گھی اس نجس کے مجاور ومتصل ہے بلکہ اس کی نجاست تری کے اس کی طرف آجانے کی وجہ سے ہے اور تری ختم ہوچکی ہے، تو معلوم ہوا کہ ملک العلماء کا استشہاد گھی کے مسئلہ سے چوہیا اور اس سے بڑے جانور کے مسئلہ میں اختلاف کو ثابت کرنے کے لیے بلا وجہ ہے اور بیشک کنویں آثار کے تابع ہوتے ہیں، اور محقق نے فتح القدیر میں خوب فرمایا کنویں کے مسئلہ میں، صحیح راستہ یہ ہے کہ انسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ہاتھ میں اس طرح ہاتھ دے دے جیسے اندھا اپنے قائد کے ہاتھ میں ہاتھ دیتا ہے، ہم اللہ تعالٰی سے احسن توفیق کے سائل ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

وثانیا [2] وھو الثامن عشر

لیس مذھبنا ان النجس اذا وقع فی الماء القلیل لم ینجس منه الا ما اتصل به عینا والباقی باق علی طهارته وانما یمتنع استعماله مخافة استعمال النجس لاختلاطه به بحیث لا یمکن التمییز بل المذھب قطعا شیوع النجاسة فینجس الکل وحینئذ۔

اور ثانیا (اور یہی اٹھارھواں ہے) ہمارا مذہب یہ نہیں ہے کہ جب نجاست تھوڑے پانی میں گر جائے تو صرف وہی پانی ناپاک ہوگا جو اس سے متصل ہے اور باقی پاک رہے گا اور اس کا استعمال اس لیے ممنوع ہوگا کہ کہیں اس میں ناپاک مل کر نہ آجائے اور پتا نہ چل سکے، بلکہ قطعی مذہب یہ ہے کہ نجاست تمام کو شامل ہوگی۔

اقول [3] ماذا یشیع من النجاسة عینها ام حکمها ای یکتسب الماء بمجاورتها حکمها الاول باطل قطعا لما علمت من انجاس لا تختلط وایضا قطرة من بول مثلا کیف تمتزج بغدیر کبیر غیر کبیر فان قسمة الاجسام

اور اس صورت میں میں کہتا ہوں کہ نجاست کے عموم سے کیا مراد ہے کیا عین نجاست عام ہوگی یا اس کا حکم عام ہوگا؟ یعنی قریبی پانی پر بھی اس کا حکم لاگو ہوگا، پہلی صورت تو قطعاً باطل ہے کیونکہ معلوم ہوچکا ہے کہ نجاستوں میں اختلاط نہیں پایا جاتا ہے

[1] فتح القدیر فصل فی البئر نوریہ رضویہ سکھر ۱/۸۶

متناهية عندنا فيستحيل ان يكون فی الصغير
ما يساوی عدة حصص الكبير وللثانی وجهان
الانتقال التدريجی ای يكتسب الحكم ما يليها من
الماء من كل جانب ثم الاجزاء التی تلی هذه
المياه تكتسب من هذه ثم وثم الی ان ينتهی
الی جميع الماء ما لم يبلغ حد الكثرة ام الثبوت
الدفعی بان ينجس الكل بوقوع النجس معا من
دون توسيط وسائط الاول باطل لانا نعلم
قطعا ان بوقوع قطرة من بول مثلا فی هذا
الطرف من غدير طوله مائة ذراع وعرضه ذراع
الا نصف اصبع وعمقه الف ذراع يتنجس الطرف
الاخر واخر القعر معا لا ان الشرع يحكم بتأخر
تنجس ذلك الطرف بزمان صالح لانتقال
الحكم شيئا فشيئا فاذن ثبت ثبوت الحكم للكل
معا اصالة بدون توسط ومعلوم من
الشرع ان الماء لاينجسه الا ملاقاة النجس
وقد افدتم انتم ههنا ان ملاقاة النجس الطاهر
توجب تنجيس الطاهر وان لم يغلب على
الطاهر فوجب ان الملاقاة حصلت لكل
الماء دفعة لا بالوسائط ومعلوم قطعا ان
اللقاء الحسی ان الوقوع ليس الا لجزء خفيف
والامر اظهر فی نحو الشعرة المذكورة فثبت
انها حين وقعت لاقت جميع اجزاء الماء
القليل والا لما تنجس الكل معا لعدم السبب
فظهر ولله الحمد ان الماء القليل فی نظر

مثلاً پیشاب کا ایک قطرہ ایک بڑے تالاب سے کیسے
مختلط ہوگا، کیونکہ ہمارے نزدیک اجسام کی تقسیم
متناہی ہے، تو یہ امر محال ہے کہ چھوٹی چیز بڑی چیز
کے متعدد حصّوں سے مل جائے اور دُوسری شق میں بھی دو
صورتیں ہیں، ایک تو تدریجی انتقال ہے، یعنی جو پانی
نجاست کے متصل ہے وہ حکم کو حاصل کرلے ہر طرف
سے، پھر اس سے متصل پانی کے دوسرے اجزاء ان
سے حکم کو حاصل کرلیں اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری
رہے جب تک کہ یہ حکم تمام پانی کو عام نہ ہوجائے،
جب تک حدِ کثرت کو پانی نہ پہنچے یا انتقال دفعۃً اور
یکدم ہو کہ نجاست گرتے ہی سارا پانی ناپاک ہوجائے
اور درمیان میں کوئی واسطہ نہ آئے، پہلا باطل ہے
www.alahazratnetwork.org
کیونکہ ہم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ اگر پیشاب کا ایک قطرہ
ایسے حوض میں گر جائے جس کی لمبائی سَو ہاتھ ہے اور
چوڑائی ایک ہاتھ سے ایک انگل کم اور گہرائی ایک ہزار
ہاتھ ہے اب جس کنارے میں وہ قطرہ گرا ہے وہ قطعاً
ناپاک ہے اور دوسرا کنارہ بھی ناپاک ہے اور گہرائی کا
آخری حصہ تک ناپاک ہے اور یہ سب بیک وقت ہوگا
یہ نہیں کہ شریعت دوسرے کنارے کی ناپاکی کا حکم
قدرے تاخیر سے دے گی کہ آہستہ آہستہ حکم اس کی
طرف منتقل ہو، اس سے معلوم ہُوا کہ حکم اصالۃً تمام پانی کیلئے
بیک وقت بلا توسط کے منتقل ہوگا، اور یہ بات معلوم ہے
کہ شریعت پانی کو اس وقت تک نجس قرار نہیں دیتی ہے
جب تک کہ نجاست اس کی طرف منتقل نہ ہو اور آپ
نے یہاں فرمایا ہے کہ نجس کا پاک سے ملنا پاک کو نجس

الشرع کشئ واحد بسیط و ان ملاقاۃ جزء منہ ملاقاۃ للکل فثبت[ف۱] ان المحدث اذا ادخل یدہ مثلا فی الغدیر الغیر الکبیر فبمجرد الادخال لاقاھا الماء کلہ فصار جمیعہ مستعملا و الحمد للہ علی حسن التفھیم و تواترالائہ و بالجملۃ لوکان اللقاء یقتصر علی ما اتصل بہ حقیقۃ لم یتنجس بوقوع الشعرۃ الا القطیرات تحیطھا لان سبب التنجیس لیس الا ملاقاۃ النجس وھی مقصورۃ علی تلک القطیرات لکنہ باطل قطعا فعلم ان الکل ملاق و انہ لا مساغ لان یقال ان غیر الملاقی اکثر من الملاقی واللہ الحمد دائم الباقی، والصلوۃ والسلام علی المولی الکریم الواقی، وآلہ وصحبہ اجمعین الی یوم التلاقی۔

کرد یتا ہے خواہ وہ پاک پر غالب نہ ہوا ہو، تو معلوم ہوا کہ ملاقاۃ تمام پانی سے دفعۃً بلا واسطوں کے ہوئی ہے، اور یہ قطعی معلوم ہے کہ یہ حسی لقاء محض ایک خفیف جز سے ہے، یہ چیز بال کی مثال سے واضح ہے جو گزر چکی ہے، اس سے ثابت ہوا کہ جب وہ نجاست گری تو کل پانی کے تمام اجزا سے ملی، ورنہ تو تمام پانی بیک وقت ناپاک نہ ہوتا کیونکہ اس کا سبب موجود نہیں، اس سے ثابت ہوا کہ تھوڑا پانی شارع کی نگاہ میں شئی واحد ہے اور بسیط ہے اور اس کے ایک جز کی اس سے ملاقاۃ کُل سے ملاقاۃ ہے تو ثابت ہوا کہ مُحدِث جب اپنا ہاتھ مثلاً چھوٹے تالاب میں ڈالے تو ہاتھ ڈالتے ہی کُل پانی اُس سے مل گیا تو سب مستعمل ہوگیا، اور خلاصہ یہ کہ اگر ملاقاۃ صرف اسی حد تک ہوتی جس سے پانی حقیقۃً ملا ہے تو بال گرنے سے صرف چند قطرات ہی نجس ہوتے جو بال کے گرد اگرد ہوتے کیونکہ ناپاکی کا سبب نجس سے ملاقاۃ ہے جو ان چند قطروں تک محدود ہے، مگر یہ چیز قطعاً باطل ہے، تو معلوم ہوا کہ سارے کا سارا مُلاقی ہے اور اس کے سوا چارہ کار نہیں کہ یہ کہا جائے کہ غیر مُلاقی، ملاقی سے زیادہ ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ثالثا وھو التاسع عشر[ف۲]

قصر الحکم علی الملاقی یحیل الاستعمال، و یسلکہ فی سلک المحال، و ذلک لان الاجسام لاتتلاقی الا بالسطوح لاستحالۃ التداخل الاجسام و انی یقع السطح من الجسم فماء الوضوء و الغسل یجب ان یبقی طھورا لان الذی لاقی منہ بدن المحدث سطح و الباقی جسم فلا یسلبہ الطھوریۃ لان المستعمل

ثالثاً: یہی (انیسواں) ہے حکم کا محض ملاقی تک محدود رکھنا استعمال کو محال کرنا ہے کیونکہ اجسام کی ملاقاۃ صرف سطوح سے ہوتی ہے، کیونکہ اجسام میں تداخل محال ہے اور سطح کو جسم سے کتنی نسبت ہے؛ تو وضو اور غسل کا پانی واجب ہے کہ طہور ہے کیونکہ پانی کے جس حصے کو مُحدِث کا بدن ملا ہے وہ فقط سطح ہے اور باقی جسم ہے تو وہ اس کی طہوریۃ کو سلب نہ کرے گا، کیونکہ مستعمل اپنے غیر سے

اقل بكثير من غيره۔

بہت کم ہے۔

فان قلت نعم هو الحقيقة ولكن الشرع المطهر اعتبر كل الجسم المصبوب على بدن المحدث مستعملا لانه شیٔ واحد متصل۔

اگر کہا جائے کہ حقیقۃ تو ایسا ہی ہے لیکن شریعت نے کل پانی کو جو مُحدِث کے جسم پر بہایا گیا ہے مستعمل قرار دیا ہے کیونکہ وہ شیٔ واحد ہے اور متصل ہے۔

قلت فكذا كل ماء قليل شیٔ واحد حكما شرعيا متصل حسا عاديا ولم يكن ذلك فی المصبوب للصب بل لقلته الا ترى ان ماء الغدير يتنجس كله معا بوقوع قطرة من نجس وما هو الا لانه شیٔ واحد لقاء جزء منه لقاء الكل كما بينا فباد خال المحدث يده فی الاناء لاقاها كل ما فی الاناء لا السطح المتصل بها فقط وفيه المقصود

میں کہتا ہوں اسی طرح ہر تھوڑا پانی حکم شرعی کے اعتبار سے شیٔ واحد ہے اور حسی اعتبار سے متصل ہے اور یہ چیز بہائے پانی میں بہانے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کی قلت کی وجہ سے ہے، اس لیے تالاب کا کل پانی بیک وقت ناپاک ہو جاتا ہے جبکہ اس میں نجاست کا کوئی قطرہ گر جائے، اور یہ اسی لیے ہے کہ وہ شَے واحد کی طرح ہے، اُس کے ایک جُزء سے ملاقات کل سے ملاقات ہے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو جب مُحدِث نے اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا تو برتن میں جو کچھ تھا اُس سے ہاتھ کی ملاقات ہوگئی، یہ نہیں کہ صرف اس کی متصل سطح سے ملاقات ہوتی اور اسی میں مقصود ہے،

www.alahazratnetwork.org

فان قلت المؤثر الاستعمال وهو بالصب يعد مستعملا لكل المصبوب فيصير كله مستعملا۔

اگر کہا جائے کہ استعمال میں مُؤثر بہانا ہے تو کل بہایا ہوا مستعمل شمار ہوگا تو کل مستعمل ہوگا۔

قلت لا دخل لفعل المكلف عندنا انما المؤثر كون الماء القليل المعد شرعا شيأ واحدا اسقط فرضا او اقام قربة وهذا حاصل فی الوجهين۔

تو میں کہوں گا ہمارے نزدیک مکلّف کے فعل کا کوئی دخل نہیں، موثر تو صرف یہ ہے کہ تھوڑا پانی شرعًا ایک شَے ہے خواہ وہ فرض کو ساقط کرے یا قربۃ ادا کرے اور یہ دونوں صورتوں میں حاصل ہے۔

ورابعا وهو العشرون ماء فی طست اراد المحدث ان يغسل به يده فله فيه وجهان ان يصبه على يده فيرد الماء على الحدث او يدخل يده فی الطست فيرد الحدث على الماء

اور رابعًا اور یہی (بیسواں) ہے، اگر ایک طشت میں پانی ہے اور مُحدِث یہ چاہتا ہے کہ اس سے اپنا ہاتھ دھوئے، تو اس کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ اس کو ہاتھ پر بہائے تو پانی حَدَث پر واقع ہوگا اور یا یہ کہ ہاتھ کو طشت میں ڈال دے

فان صبه كله على يده يصير كله مستعملا
قطعا باجماع اصحابنا وان كان يكفيه بعضه
وقد اسرف لكن لا مساغ لان يقال انما استعمل
قدر ما يكفيه والفضل بقي على طهوريته فكذا
اذا ادخل يده فيه كله وغسلها هناك واي فرق
بينهما وبالله التوفيق۔

تو حدث پانی پر وارد ہوجائیگا تو اگر سب ہاتھ پر بہایا تو
کل قطعاً مستعمل ہوجائے گا، اس پر ہمارے اصحاب کا
اجماع ہے اگرچہ اس کو بعض کفایت کرتا' اور اس نے
اسراف کیا مگر یہ کہنے کا جواز نہیں کہ صرف اتنی مقدار
مستعمل ہوئی جو اس کو کفایت کرتی اور باقیماندہ اپنی
طہوریت پر رہا تو اسی طرح جب اس نے اپنا ہاتھ سب
پانی میں داخل کیا اور اس کو وہاں دھویا، اور ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ وباللہ التوفیق۔

وخامسا اقول وبالله التوفيق
وهو **الحادي والعشرون** الاستعمال
مبنيا للمفعول اي صيرورة الماء مستعملا
لا يمكن ثبوته لما يلاقي بدن المحدث وهو
سطح الماء الباطن لان الاستعمال انسلاب
الطهورية فلا يثبت الا فيما كان طهورا كما ان
الموت لا يلحق الا ما كان حيا ومعلوم ان
الطهورية صفة جرم الماء قال الله عزوجل
وانزلنا من السماء ماء طهورا[1] وقال تبارك وتعالٰى
وينزل عليكم من السماء ماء ليطهركم به[2] لا
صفة احد اطرافه التي لا وجود لها الا
بالانتزاع على فرض اتصال الاجسام ولا
في الغسل صفة طرف لا يتجزى لانه
اسالة ولا اسالة الا بالجسم والا فقيم يمتاز
عن المسح **وبعبارة اخرى** هل استعمال
الماء عدم صلوحه للتوضي به امر سقوط

اور خامساً میں کہتا ہوں، وباللہ التوفیق، اور
یہ (اکیسواں) ہے، استعمال مبنی للمفعول ہے یعنی پانی
کے مستعمل ہونے کا ثبوت ممکن نہیں ہے اس چیز کے لیے
جو بدن محدث کو ملاقی ہو اور وہ باطنی پانی کی سطح ہے
اس لیے کہ استعمال کے بعد طہوریت کا سلب
ہوجاتا ہے تو یہ اسی چیز میں ثابت ہوگا جو طہور ہو'
جیسے موت اُسی چیز پر طاری ہوتی ہے جو زندہ ہو
اور یہ معلوم ہے کہ طہوریت پانی کے جسم کی صفت ہے'
اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے وانزلنا من السماء ماء
طہورا (ہم نے آسمان سے پاک پانی برسایا)
نیز فرمایا وینزل علیکم من السماء ماء لیطہرکم
بہ (وہ آسمان سے تم پر پانی برساتا ہے تاکہ تم کو
اسی سے پاک کرے) یہ اس کی کسی طرف کی صفت
نہیں ہے جس کا وجود محض انتزاعی ہے جبکہ اجسام کا
اتصال فرض کیا جائے، اور نہ ہی غسل میں کسی طرف کی
صفت ہے جس میں تجزی نہ ہو' اس لیے کہ غسل کا معنی

---

[1] القرآن ۲۵/۴۸
[2] القرآن ۸/۱۱

الصلوح بعد ثبوته علی الاول کان الملاقی مستعملا قبل ان یلاقی لان السطح لایمکن التوضی به وعلی الثانی لایصیر الملاقی مستعملا ابدا الا انه لم یکن صالحا له قط وبه ظهر وللّٰه الحمد ان فی مسائل انغماس المحدث والفروع الکثیرۃ الناطقۃ بصیرورۃ الماء مستعملا بدخول بعض عضو المحدث من دون ضرورۃ صرف الکل الی معنی ان القدر الملاقی للبدن یصیر مستعملا لابقیۃ ماء البئر او الزیر کما فعله فی الحلیۃ محتجا بما وقع فی البدائع وتبعه البحر فی البحر صرف ضائع لامساغ له اصلا وفیه ابطال صرائح النصوص الدائرۃ السائرۃ فی الروایات الظاهرۃ عن جمیع ائمۃ المذهب رضی اللّٰه تعالٰی عنهم حیث حکموا بالاستعمال وحصل بالتصریح ان لااستعمال فان صح تاویل الاثبات بالنفی والنقیض بالنقیض صح هذا ورحم اللّٰه البحر حیث صدر منه فی البحر الاعتراف بالحق ان هذا التاویل لیس بتاویل بل تبدیل للحکم وتحویل حیث عبر عنه تحت جحط بقوله ان ماء البئر لایصیر مستعملا مطلقا الخ[1] فهذا هو معنی ذلک التاویل حقیقۃ ولامساغ لما انصرف الیه ان المستعمل ما تساقط عن الاعضاء وهو مغلوب فان ما تساقط لم یلاق ایضا انما الملاقی سطح وهو لایقبل الاستعمال۔

بہاتا ہے اور بہانا جسم پر ہی ہوگا ورنہ غسل مسح سے کیونکر ممتاز ہوگا؟ اور بالفاظِ دیگر، آیا پانی کے مستعمل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس میں اس بات کی صلاحیت ہی نہیں ہے کہ اس سے وضو کیا جاسکے؟ یا صلاحیت ثابت ہونے کے بعد ساقط ہوتی؟ پہلی صورت میں ملاقی مستعمل ہوگا قبل اس کے کہ ملاقات کرے کیونکہ سطح سے وضو ممکن نہیں اور دوسری تقدیر پر مُلاقی کبھی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ اس میں اس کی صلاحیت کبھی نہ تھی، اور اس سے معلوم ہوا کہ مُحدِث کا غوطہ لگانا، اور بہت سی فروع جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر ضرورت محدث کے کسی بھی عضو کے پانی میں داخل ہوجانے سے پانی مستعمل ہوجاتا ہے، بغیر اس معنی کی طرف پھیرنے کی ضرورت کے کہ جس قدر پانی بدن سے ملا ہے وہ مستعمل ہوگا نہ کہ کنویں کا باقی پانی یا تالاب کا باقی پانی، جیسا کہ حلیہ میں کیا ہے، انھوں نے بدائع کی عبارت سے استدلال کیا ہے، اور محقق نے بحر میں اس کی متابعت کی ہے۔ مگر اس کا کوئی جواز نہیں، اور اس میں صریح نصوص جو تمام ائمہ مذہب سے ظاہر روایت میں ہیں، کا ابطال ہے کہ ان سب نے استعمال کا حکم لگایا ہے اور یہ معنی کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ پانی مستعمل نہیں، اگر اثبات کی تاویل نفی سے اور نقیض کی نقیض سے ہوسکتی ہے تو یہ بھی صحیح ہے، علامہ محقق نے بحر میں منصفانہ بات کہی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ تاویل نہیں بلکہ حکم کی تبدیل ہے، کیونکہ

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارت مسئلۃ البئر جحط ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۹۸

www.alahazratnetwork.org

حوطے کے تحت انہوں نے فرمایا کہ "کنویں کا پانی مستعمل نہ ہوگا مطلقاً الخ" یہ ہیں اُس تاویل کے حقیقی معنی، اور جو انہوں نے فرمایا ہے اس کا کوئی جواز نہیں۔ وہ فرماتے ہیں مستعمل وہ ہے جو اعضاء سے گرا اور وہ مغلوب تھا کیونکہ جو گرا اس کی ملاقات نہ ہوئی تھی ملاقی تو صرف سطح ہے اور وہ استعمال کو قبول نہیں کرتی ہے۔

وسادسا وهو الثانی والعشرون

ما ذکر قدس سرہ علی مذھب الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ من وجوب نزح الماء کلہ یھدم اساس الفرق بین النجاسۃ العینیۃ والحدث اذ لیس فی بدن المحدث ما یختلط بالطاھر علی وجہ لا یمکن التمییز وانما یتنجس ما یلاقی وقد قصرتموہ علی ما اتصل ببدنہ فکان یجب ان لا یتنجس الا ھو واختلاط ما جاورہ من الماء بسائرہ یدفعہ ما ذکرتم فی الفرق بین الفأر والھر لا یسری لما افدتم ان النجس ھو جار النجس لا جار الجار لکن الامام اوجب نزح الکل فوجب القول بان الملاقی کل الماء واذن کما یتنجس کلہ عند الامام فیما یروی عنہ کذلک تنسلب الطھوریۃ عن کلہ علی مذھبہ المعتمد المفتی بہ لحصول السبب فی الکل وبعبارۃ اخری کما قال قدس سرہ علی روایۃ الحسن الفرق بین المحدث والجنب کذلک نقول ھنا ان بوقوع المحدث فی البئر ھل ثبت اللقاء للماء کلہ اولا علی الثانی لم وجب نزح الجمیع فقد افدتم ان الجوار لا یتعدی وعلی الاول حصل المقصود وبالجملۃ ھنا

اور سادساً (اور وہ بائیسواں ہے) جو قدس سرہ نے مذہبِ امام پر ذکر کیا ہے کہ کل پانی نکالا جائے گا وہ نجاست عینیہ اور حدث کے فرق کی اساس کو منہدم کرتا ہے کہ بدن محدث میں کوئی ایسی چیز نہیں جو طاہر سے اس طور پر مل جائے کہ تمیز ممکن نہ ہو، اور نجس صرف وہ ہوتا ہے جو اُس سے ملاقی ہو اور تم نے اس کو صرف اُس پر منحصر رکھا ہے جو اُس کے بدن سے ملتا ہے تو چاہئے کہ صرف وہی نجس ہو اور اس پانی کا اختلاط جو باقی بدن سے لگا ہے اس کو وہ فرق دفع کرتا ہے جو تم نے بلّی اور چوہے میں بیان کیا ہے، اور وہ سرایت نہ کرے گا، کیونکہ آپ نے کہا ہے کہ نجس وُہ ہے جو نجس کا پڑوسی ہے نہ کہ پڑوسی کا پڑوسی، لیکن امام نے کل پانی کے نکالے جانے کو ضروری قرار دیا ہے تو یہ قول لازم ہوا کہ ملاقی کل پانی ہے، اور اس صورت میں جیسے کل پانی امام کے نزدیک نجس ہوتا ہے جیسا کہ اُن سے مروی ہے اسی طرح طہوریت کل پانی سے سلب ہو جائے گی جیسا کہ اُن کا مذہب معتمد مفتی بہ ہے کیونکہ سبب کل میں موجود ہے، اور بالفاظِ دیگر جیسا کہ قدس سرہ نے فرمایا حسن کی روایت کے مطابق فرق محدث اور جنب کے درمیان ہے۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ محدث کے کنویں میں گرنے سے کیا کل پانی سے لقاء ثابت ہو گی یا نہیں؟ اور برتقدیرِ ثانی کنویں کا کل پانی نکالنا کیوں

www.alahazratnetwork.org

شیأن السبب والحکم اما السبب فمتفق علیه و هو اللقاء وانما الخلف فی الحکم انه التنجس او انسلاب الطهوریة فان اقتصر السبب علی ما اتصل وجب قصر الحکم علیه ای حکم کان وان شمل احد الحکمین جمیع الماء ثبت ثبوت السبب فی الکل فوجب شمول الحکمین للکل وبالله التوفیق۔

لازم ہوا کیونکہ آپ نے کہا ہے کہ جوار متعدی نہیں ہوتا ہے اور پہلی تقدیر پر مقصود حاصل ہوگیا۔ اور خلاصہ یہ کہ یہاں دو چیزیں ہیں، سبب اور حکم۔ سبب تو متفق علیہ ہے اور وہ ملاقاۃ ہے اور اختلاف صرف حکم میں ہے اور وُہ ناپاک ہونا ہے یا طہوریت کا سلب ہونا ہے اگر سبب متصل پر موقوف ہو تو حکم کا بھی اس پر مقصور کرنا واجب ہوگا، جو بھی حکم ہو، اور اگر ایک حکم تمام پانی کو شامل ہو تو سبب کل میں ہونا ثابت ہوجائے گا تو دونوں حکموں کا کل کو شامل ہونا لازم ہوگا، وباللہ التوفیق۔

وسابعا وھو الثالث والعشرون

افدتم ان الفأرة یجاورها من الماء عشرون دلو الصغر جثتها وفی الدجاجة والسنور المجاورة اکثر لزیادة ضخامة فی جثتها و الادمی یجاور جمیع الماء فی العادة لعظم جثته[1] اھ وذکرتم انه الفقه الخفی فھذا تصریح منکم بان المحدث الواقع فی البئر قد جاور جمیع الماء فیجب ان یصیر جمیعه مستعملا وطاح القول بان المستعمل ما لاقیه وھو اقل من غیره وایضا ماء الطست و کثیر من الاجانات لا یبلغ عشرین دلوا ولا عشرا وکف الانسان لیس باصغر من فأرة فاذا ادخل محدث یده فی اجانة وجب ان یصیر کله مستعملا ولا مساغ ھھنا للفرق بین النجاستین العینیة والحکمیة فان الجوار

سابعاً (اور وہ تیئیسواں ہے) آپ نے کہا ہے کہ چوہیا سے متصل بیس ڈول پانی ہوتا ہے کیونکہ اس کا جسم چھوٹا ہے اور مُرغی اور بلّی میں ان کی ضخامت کی وجہ سے زائد پانی متصل ہوتا ہے اور آدمی اپنے جُثّہ کے بڑے ہونے کی وجہ سے کل پانی کے متصل ہوتا ہے اھ اور تم نے ذکر کیا ہے کہ یہ فقہ خفی ہے، یہ تمہاری طرف سے اس امر کی صراحت ہے کہ جو محدث کنویں میں گرتا ہے وہ تمام پانی کے مجاور ہوتا ہے تو لازم ہے کہ وہ تمام مستعمل ہو، اور یہ قول غلط ہوا کہ مستعمل وہ ہے جو اس سے ملا ہوا ہے اور وہ اس کے غیر سے اقل ہے اور طشت کا پانی اور بہت سے مٹکوں کا پانی بیس ڈول بلکہ دس ڈول کی مقدار تک نہیں ہوتا اور انسان کی ہتھیلی چوہیا سے چھوٹی نہیں ہوتی ہے، تو جب محدث نے اپنا ہاتھ مٹکے میں ڈالا تو واجب ہے کہ اس کا کل مستعمل ہو، اور یہاں کوئی فرق نہیں دو نجاستوں کے درمیان عینیہ

www.alahazratnetwork.org

---

[1] بدائع الصنائع المقدار الذی یصیر بہ المحل نجساً ۱/۷۵

یحطیبن الجسمین لذاتیھما ولامدخل فیہ لوصف قام باحدھما حتی یختلف باختلافہ۔

اور حکمیہ میں، کیونکہ جوار دو جسموں کی ذاتوں کو حاصل ہوتا ہے، اور اس میں کسی ایسے وصف کو دخل نہیں جو ان میں کہ ایک کے ساتھ قائم ہو تاکہ اس کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوجائے۔

فان قیل حقیقۃ المجاورۃ لیست الا لما اتصل بالجسم وانما سری الی عشرین فی الفأرۃ واربعین فی الھر والکل فی الادمی لان البلۃ تنفصل منہ بلات و تتفاوت بتفاوت الجثث قال ملک العلماء وجب تنجیس جمیع الماء اذا تفسخ شیئ من ھذہ الواقعات او انتفخ لان عند ذلک تخرج البلۃ منھا لرخاوۃ فیھا فتجاور جمیع اجزاء الماء وقبل ذلک لایجاور الاقدر ماذکرنا لصلابۃ فیھا[1] اھ فالمراد بمجاورۃ عشرین واربعین والکل مجاورۃ البلۃ دون الجثۃ وانما لاقت الجثۃ مالاقت۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حقیقی مجاورۃ تو اسی چیز کے لیے ہے جو جسم سے متصل ہو، اور یہ بیس ڈول تک چوہیا میں سرایت کرتی ہے اور چالیس تک بلّی میں، اور کل پانی میں آدمی کے گرنے کی صورت میں کیونکہ میت سے تریاں جُدا ہوتی ہیں اور ان میں جثّوں کے اعتبار سے فرق ہوتا ہے۔ ملک العلماء نے فرمایا کہ ان اشیاءَ میں سے اگر کوئی چیز پُھول جائے یا پھٹ جائے تو کل پانی کا نجس قرار دینا ضروری ہے، کیونکہ اس صورت میں ان اشیاءَ سے تری خارج ہوگی کیونکہ ان میں نرمی ہے اور پانی کے تمام اجزاء سے متصل ہوجائے گی، اور اس سے قبل صرف اس مقدار کے متصل تھی جس کا ہم نے ذکر کیا کیونکہ اس صورت میں یہ اشیاء سخت تھیں اھ تو بیس، چالیس یا کل کی مجاورۃ سے مراد تری کی مجاورۃ ہے نہ کہ جُثّہ کی، جُثّہ تو جس سے ملا ہے سو ملا ہے۔

اقول فاذن ینتقض ماذکرتم فی وقوع محدث فی البئر علی قول الامام بنجاسۃ الماء المستعمل لعدم بلۃ ھناک تنفصل **والحق** علی مایظھر للعبد الضعیف غفرلہ ان الماء ان کان شیئا واحدا متصلا حقیقۃ کما تزعمہ الفلاسفۃ فلا شک ان لقاء بعضہ لقاء کلہ بل لا بعض ھناک لعدم

میں کہتا ہوں جو آپ نے کہا ہے اس پر یہ نقض وارد ہوتا ہے کہ اگر محدث کنویں میں گر جائے تو امام کے قول پر مستعمل پانی نجس ہوجائے گا کیونکہ وہاں کوئی تری موجود نہیں جو محدث سے الگ ہُوئی ہو، اور جو حق مجھ پر ظاہر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ پانی اگر متصل واحد ہے حقیقۃً جیسا کہ فلاسفہ کا خیال ہے تو اس میں شک نہیں کہ اس کے بعض سے ملاقاۃ کل سے ملاقات

---

[1] بدائع الصنائع المقدار الذی یصیر بہ المحل نجساً سعید کمپنی کراچی ۱/۷۵

التجزی بالفعل وان کان اجزاء متفرقة کما ھو عندنا ان تألف الاجسام من جواھر فردة تتجاور ولا تتلاصق لاستحالة اتصال جزئین۔

متصور ہوگی، بلکہ یہاں بعض کا تصور ہی نہیں کیونکہ بالفعل تجزی نہیں ہے اور اگر متفرق اجزاء ہوں جیساکہ ہمارے نزدیک ہے کیونکہ ہمارے نزدیک اجسام جواہر منفردہ سے مرکب ہیں تو اس صورت میں اجزاء مجاور ہوں گے لیکن متصل نہیں ہونگے، کیونکہ دو اجزاء کا اتصال محال ہے۔

اقول وکل ما تجشمه الفلاسفة وخدمهم من اقامة براھین ھندسیة وغیرھا علی استحالة الجزء وقد اوصلھا الشیرازی فی شرح الغوایة المسماة ھدایة الحکمة الی اثنی عشر وسماھا حججا انما تدل علی استحالة الاتصال دون امتناع نفس وجود الاجزاء ومبنی الھندسة علی توھم خطوط متصلة ولا حاجة لھا الی وجودھا عینا فضلا عن اتصالھا کالھیأة تبتنی علی توھم مناطق ومحاور واقطاب ودوائر وان لم یکن لھا وجود عینی بل اولی فان الھندسة تستغنی عن وجودھا بوجود المناشی ایضا فلا یرد علینا شیئ من ذلك ولله الحمد وقد اغفل ذلك کثیر من المتکلمین فاحتاروا فی دفع شبه المتفلسفین وبالله التوفیق بل الجسم[1]

میں کہتا ہوں فلاسفہ نے جو تگ ودو کی ہے کہ براہینِ ہندسیہ سے جزء کا ابطال کیا ہے، اور شیرازی نے شرح الغوایہ جس کا نام 'ہدایۃ الحکمۃ' ہے ایسے بارہ دلائل قائم کئے ہیں اور ان کا نام حجج رکھا ہے، اُن سے صرف اجزاء کا اتصال محال ثابت ہوتا ہے نفس جزء کا استحالہ ثابت نہیں ہوتا ہے اور ہندسہ کی بنیاد خطوط متصلہ کے توہم پر ہے، اور ان کا موجود ہونا خارج میں کچھ ضروری نہیں چہ جائیکہ ان کا اتصال، جیسے علم ہیأۃ کا دارومدار، منطقوں، محوروں، قطبوں اور دوائر کے توہم پر مبنی ہے اگرچہ ان کا خارجی وجود نہ ہو، بلکہ اس سے بھی اولٰی ہے کیونکہ علم ہندسہ ان کے وجود سے ان کے منشأ کے وجود سے بھی مستغنی ہے، تو ان میں سے کوئی چیز ہم پر وارد نہیں ہوتی وللہ الحمد، اس سے بہت سے متکلمین غافل رہے اور متفلسفین کے

---

[1] تنبیه فان قلت کیف یری الجسم والجزء لایری **اقول اولا** جرت السنة فی بصر البشر ان شیئا بالغ النھایة فی الدقة اذا کان منفردا لم یحط به البصر واذا اجتمع امثالھا وکثرت ظھرت کما اذا کان فی جلد ثور ابیض نقطة سوداء کرأس الابرة لا تحس وان کثرت

تنبیہ اگر تو کہے کہ جسم کیسے دکھائی دیتا ہے جبکہ جزء تو نظر نہیں آتی اقولاً میں کہتا ہوں کہ نگاہ انسانی فطری طور پر انتہائی باریک چیز کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے جبکہ وہ چیز منفرد ہو۔ لیکن اگر اس چیز کے ساتھ اس کی متعدد امثال مجتمع ہوں تو وہ ظاہر ہوجاتی ہے، جیسے (باقی برصفحہ آیندہ)

عندنا اجزاء متفرقة حقيقة متصلة حساً كما

اعتراضات کے رد میں حیران رہ گئے ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اشالها متجاورات ابصرت بل قد لا يرى من البعد الا لونها وهو السواد وهذا ظاهر فى الهباء فان فيه ذرات قلائل ترى كرية الشكل وعامته لا يحس البصر اشكالها بل لونا سحابيا ككواكب المجرة والنثرة ولو تفرد شئ منها ما امكن عادة ان يبصر وبتكاثرها وتراكمها ترى كعمود بينك وبين الكوة مثل السحاب بل السحاب نفسه من ذلك فان البخار اجزاء متفرقة ولا تبصر واحد منها وبتراكمها ترى سحابا كالجبال ولعل الوجه فيه ان المنفرد يقتضى خصوص النظر اليه فاذا كان على هذا القدر من الدقة انطبق الخطان الشعاعيان الواصلان اليه وانعدمت زاوية الرؤية كما هو السبب فى انتفاء زاوية اختلاف المنظر لما فوق الشمس فاتحد تقريبا المرئى والحقيقى واذا كثرت و انبسطت وقعت بين ساقى مثلث ذى زاوية مبصرة فابصرت وثانيا هذا على طريقتهم فان سلموا والا فانما اصلنا الايمان ان الابصار وكل شئ بارادة الله تعالىٰ وحده لا غير فان شاء رأى الاعمى فى ليلة ظلماء عين نملة سوداء وان لم يشأ عميت الزرقاء فى رابعة النهار عن جبل بالغ افق السماء فاذا اراد ان لا ترى

سفید بیل کی جلد پر سُوئی کے سرے کے برابر سیاہ نقطہ دکھائی نہیں دیتا لیکن اگر متعدد سیاہ نقطے مجتمع ہو جائیں تو نظر آنے لگتے ہیں، بلکہ دُور سے تو محض ان کا سیاہ رنگ ہی دکھائی دیتا ہے۔ یہ بات غبار میں ظاہر ہے کیونکہ اس میں چھوٹے چھوٹے کروی الشکل ذرات ہوتے ہیں جن میں سے اکثر کی شکلوں کو آنکھ محسوس نہیں کرتی بلکہ بادلوں کی مانند ان کا رنگ دکھائی دیتا ہے جیسے کہکشاں اور بکھرے ہوئے ستارے، ان میں سے کوئی بھی اگر منفرد ہو تو عادتاً اس کا دکھائی دینا ناممکن ہے۔ البتہ کثرت و اجتماعیت کی وجہ سے نظر آجاتے ہیں، جیسے تیرے اور روشندان کے درمیان روشنی کا ستون بادل کی مثل دکھائی دیتا ہے، بلکہ خود بادل بھی اسی قبیل سے ہے کیونکہ بخارات متفرق اجزاء ہوتے ہیں جن میں سے کوئی ایک دکھائی نہیں دیتا مگر مجتمع ہو کر پہاڑوں جیسے بادل نظر آتے ہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کر منفرد چیز خصوصی نظر کا تقاضا کرتی ہے جب وہ نہایت باریک ہو تو دونوں آنکھوں سے نکلنے والی شعاعیں اس تک پہنچ کر باہم منطبق ہو جاتی ہیں اور زاویہ نظر معدوم ہو جاتا ہے جیسا کہ ما فوق الشمس اختلافِ منظر کے زاویے منتفی ہونے کا یہی سبب ہے۔ پس اس کی حقیقی اور مرئی تقویمیں متحد ہو جاتی ہیں اور جب یہ اجزاء کثیر اور پھیلے ہوئے ہوں تو بصری زاویہ والی مثلث کے دو خطوں کے درمیان واقع ہونے پر دکھائی دینے لگتے ہیں۔ ثانیاً مذکورہ بالا (باقی بر صفحہ آئندہ)

ahlehazratnetwork.org

ترى فى الهباء عند دخول الشمس من كوة بل و فى الدخان والبخار والغبار فحم لا اتصال حقيقة لشئ من الماء بشئ من البدن فلو اعتبرت الحقيقة لم يتنجس الماء بوقوع شئ من الخبث فظهر ان الشرع المطهر قد اعتبر ههنا الحس ولا شك ان كله فى الحس شئ واحد كما هو فى الحقيقة عند المتفلسفة وليس ثم حاجز ينتهى الجوار الحسى بالبلوغ اليه فوجب ان يكون على هذا ايضا لقاء بعضه لقاء كله بل لا بعض لعدم التجزى حسا اما الكثير فجعله الشرع لا يحمل الخبث فلا يضره الجوار الحسى و به استقر عرش التحقيق على ان الماء الكثير لا يتنجس شئ منه بوقوع النجاسة ولو مرئية حتى ما حولها مما يليها هكذا ينبغى التحقيق والله تعالٰى ولى التوفيق وهنا تم الكلام مع الامام الهمام، ملك العلماء الكرام، نفعنا الله تعالٰى ببركاته على الدوام، فى دار السلام، امين۔

ہمارے نزدیک جسم اجزائے متفرقہ حقیقۃً متصلہ حِسّاً سے عبارت ہے جیسے کمرہ کے سوراخ سے روشنی کی کرن جب اندر داخل ہوتی ہے تو اس میں ذرات نظر آتے ہیں، بلکہ دھوئیں، بخارات اور غبار میں بھی نظر آتے ہیں، لہذا پانی حقیقی طور پر بدن سے متصل نہیں ہے، تو اگر حقیقت کا اعتبار کیا جائے تو پانی کسی بھی گندی چیز کے گرنے سے نجس نہ ہو، پس معلوم ہوا کہ شریعت مطہرہ نے یہاں حِس کا اعتبار کیا ہے، اور اس میں شک نہیں کہ حِس کے نزدیک کل ایک چیز ہے جیسا کہ متفلسفہ کے نزدیک حقیقت یہی ہے اور وہاں کوئی ایسی روک بھی موجود نہیں جہاں پہنچ کر جوار حسی رک جائے تو اس بنا پر لازم ہوا کہ بعض کی ملاقات کل کی ملاقات قرار پائے، بلکہ وہاں بعض ہے ہی نہیں کیونکہ تجزی نہیں ہے حِسّاً، اور رہا کثیر تو شرع نے فرمایا ہے کہ اس میں نجاست اثر نہیں کرے گی تو اس کو جوار حسی کچھ مضر نہ ہوگا، اس تحقیق عرش نشیں سے معلوم ہوا کہ کثیر پانی نجاست کے گرنے سے نجس نہ ہوگا خواہ وہ نظر آنے والی ہو، یہاں تک کہ نجاست کا گرد و پیش بھی نجس نہ ہوگا، اسی طرح تحقیق ہونی چاہئے یہاں تک کہ امام ہمام ملک العلماء کے ساتھ گفتگو مکمل ہوئی، اللہ تعالٰی ان کی برکات سے ہم کو ہمیشہ جنت تک مستفید فرمائے۔ آمین

www.alahazratnetwork.org

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) الاجزاء على الانفراد و اذا تجمعت أبصرت يكون كما اراد اھ منه حفظه ربه تبارك و تعالٰى (م)

دلیل فلاسفہ کے مذہب کے مطابق ہے اگر مان لیں تو فبہا وگرنہ ہماری ایمانی دلیل یہ ہے کہ نگاہیں اور تمام چیزیں اللہ تبارک وتعالٰی کے ارادے کے تابع ہیں۔ اگر وہ چاہے تو ایک اندھا تاریک رات میں سیاہ چیونٹی کی آنکھ کو دیکھ سکتا ہے، اور اگر وہ نہ چاہے تو دن کی روشنی میں فلک بوس پہاڑ سے نیلگوں آسمان کو بھی نہیں دیکھا جاسکتا چونکہ اس نے چاہا کہ اجزاء انفرادی طور پر نظر نہ آئیں اور جب وہ مجتمع ہوجائیں تو نظر آنے لگیں لہذا جیسا اس نے چاہا ویسا ہی واقع ہوا۔ (ت)

الرابع والعشرون یمکن الجواب عن الاستناد الٰی کلام البدائع بما اوردہ[عه] فی البحر ولم یردّہ وان لم یُردہ اذ نقل عن اسرار القاضی الامام الدبوسی ما تقدم ان محمدا یقول لما اغتسل فی الماء القلیل صار الکل مستعملا حکما ثم قال فہذہ العبارۃ کشفت اللبس واوضحت کل تخمین وحدس[1] فانہا افادت ان مقتضی مذہب محمد ان الماء لایصیر مستعملا باختلاط القلیل من الماء المستعمل الا ان محمدا حکم بان الکل صار مستعملا حکما لاحقیقۃ فما فی البدائع محمول علی ان مقتضی مذہب محمد عدم الاستعمال الا انہ یقول بخلافہ اھ قال فی منحۃ الخالق[2] یعنی ان صاحب البدائع نسب الی محمد عدم الاستعمال بناء علی ما اقتضاہ مذہبہ من ان المستعمل لایفسد الماء مالم یغلبہ اویساوہ لکن محمدا ما قال بذلک الذی

چوبیسواں صاحب بدائع کے کلام کی طرف جو منسوب ہے اس کا بیان صاحب بحر کے بیان سے ممکن ہے جس کو انہوں نے رَد نہیں کیا اگرچہ صاحب بحر نے یہ ارادہ نہیں کیونکہ انہوں نے قاضی امام دبوسی کی اسرار سے نقل کیا ہے جو گزرا کہ امام محمد فرماتے ہیں تھوڑا پانی ہو اور اس میں کوئی غسل کرے تو کل حکماً مستعمل ہوگا، تو اس عبارت نے التباس کو ختم کردیا ہے، اس عبارت سے معلوم ہوا کہ محمد کے مذہب کا مقتضٰی یہ ہے کہ تھوڑے سے مستعمل پانی کے مل جانے سے پانی مستعمل نہ ہوگا، مگر محمد نے حکم کیا ہے کہ کل حکماً مستعمل ہوگا نہ کہ حقیقۃً، تو جو کچھ بدائع میں ہے وہ یہ ہے کہ محمد کے مذہب کا مقتضٰی یہ ہے کہ پانی مستعمل نہ ہوگا، مگر وُہ کہتے اس کے خلاف ہیں اھ منحۃ الخالق میں فرمایا یعنی صاحب بدائع نے محمد کی طرف عدمِ استعمال کو منسوب کیا، جیسا کہ ان کے مذہب کا مقتضٰی ہے کہ مستعمل پانی، پانی کو فاسد نہ کرے گا تاوقتیکہ اس پر غالب ہوجائے، یا اس کے برابر ہوجائے، لیکن محمد نے یہ نہیں فرمایا ہے حالانکہ یہ اُن کے مذہب کا مقتضٰی ہے بلکہ اس صورت میں

عه ذکرہ رحمہ اللہ تعالٰی فی ضمن سؤال وعدل فی الجواب الی حمل الروایات المتواترۃ الظاہرۃ علی الضعیفۃ النادرۃ وغیر ذلک مما یأتیک الجواب عنہ ان شاء اللہ تعالٰی اھ منہ غفرلہ (م)

انہوں نے اس کو سوال کے ضمن میں ذکر کیا ہے اور جواب میں روایت متواترہ ظاہرہ کو روایت ضعیفہ نادرہ وغیرہ پر محمول کرنے کی طرف عدول کیا ہے جس کا جواب ان شاء اللہ تعالٰی آپ کو دیا جائے گا اھ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ١/٧١

[2] ایضاً ١/٧٢

www.alahazratnetwork.org

اقتضاہ مذھبہ بل قال فی ھذہ الصورۃ انہ صار مستعملا حکما کما صرحت بہ عبارۃ الدبوسی[1] اھ۔

انہوں نے فرمایا کہ یہ حکماً مستعمل ہوگیا جیسا کہ دبوسی کی عبارت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے۔

اقول ثبوت الاستعمال باللقاء، وحقیقۃ[ع۱] اللقاء لتلك الاجزاء، والحکم ثبت لجمیع الماء، لان القلیل شیئ واحد فی اعتبار الشریعۃ الغراء، کما اسلفنا تحقیقہ، ونورنا لك طریقہ، لان الحکم منتف حقیقۃ، فیکون اثباتہ مجازفۃ سحیقۃ۔

میں کہتا ہوں استعمال کا ثبوت ملاقاۃ سے ہوتا ہے، اور حقیقۃً ملاقاۃ ان اجزاء سے ہوتی ہے اور حکم تمام پانی کے لیے ثابت ہوتا ہے کیونکہ شریعت میں قلیل شے واحد ہے، جیسا کہ ہم اس کی تحقیق اور نورانی طریقہ بیان کر آئے ہیں، کیونکہ حکم حقیقی طور پر منتفی ہے تو اس حکم کو ثابت کرنا اندازاً ہوگا۔

الخامس والعشرون محاولۃ العلامۃ رحمہ اللہ تعالٰی رد جمیع تلك الفروع المتواترۃ الدائرۃ فی عامۃ کتب المذھب المنصوص علیھا عن جمیع ائمۃ المذھب المطبق علیھا سلف المذھب وخلفہ الی روایۃ نجاسۃ الماء المستعمل شیئ عجیب من مثلہ المحقق۔

پچیسواں ——— وہ تمام فروع جو تواتر کے ساتھ عام کتب مذہب میں مذکور ہیں اور ائمہ شراح نے ان کو ذکر کیا ہے، اور تمام ائمہ مذہب سے منصوص ہیں جن پر سلف مذہب اور خلف مذہب متفق ہیں ان سب کو انہوں نے مستعمل پانی کے نجس ہونے والی روایت کی طرف راجع کیا ہے، علامہ جیسے محقق سے یہ بات بعید ہے۔

فاقول اولا کیف یسوغ ان ترد بھذہ الکثرۃ وتدور فی جمیع کتب المذھب تتداولھا الائمۃ والشراح ولا ینبہ احد انھا تبتنی علی روایۃ ضعیفۃ متروکۃ بل یذکرونھا ویقرونھا ویفرعون علیھا وعند الحجاج والحاج یفزعون الیھا فرد جمیع ذلك بعید

میں کہتا ہوں اوّلاً یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ فروع اس کثرت سے تمام کتب مذہب میں ذکر کی جائیں اور ائمہ وشراح ان کو قبول کریں اور کسی کو یہ خبر نہ ہو کہ یہ ضعیف ومتروک روایت پر مبنی ہیں، بلکہ وہ حضرات ان کو مسلسل ذکر کرتے چلے جائیں اور ان پر مزید تفریعات کرتے چلے جائیں اور مناظروں میں ان کو پیش کرتے رہیں

ع۱: ای الحسیۃ العرفیۃ اھ منہ غفر لہ (م) — یعنی حقیقۃ حسی عرفی۔ ت

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۲

www.alahazratnetwork.org

کل البعد **وثانیا** ھو منصوص علیہ فی الروایۃ الظاھرۃ وما روایۃ التنجیس الا نادرۃ روی ھذہ الحسن ونص علی ذلک محمد فی الاصل **وثالثا** تظافرت علیہ التصحیحات کما قدمنا عن البحر عن الخبازی عن القدوری عن الجرجانی وعن الحلیۃ عن ابی الحسین عن ابی عبد اللہ وعن خزانۃ المفتین ومتن الملتقی وعن البحر انہ المذھب المختار فکیف یبتنی علی روایۃ متروکۃ **ورابعا** توافرت فیہ نقول الاتفاق علیہ وانہ مذھب اصحابنا جمیعا کما سبق عن النھایۃ والعنایۃ والھندیۃ ومجمع الانھر والدر المختار وغیرھا وعن البحر عن البدائع وعنہ عن العنایۃ والدرایۃ وغیرھا وعن الحلیۃ و عن البحر عن الخبازی کلاھما عن ابی الحسین عن الجرجانی وعن شیخکم المحقق انہ قولنا جمیعا فکیف یجوز رجعہ الی روایۃ متروکۃ **وخامسا** اکثروا من عزوہ لمحمد کما مر عن الفوائد الظھیریۃ عن شیخ الاسلام خواھر زادہ وابی بکر الرازی وشمس الائمۃ السرخسی وعن الزیلعی وشیخکم المحقق حیث اطلق وعن البحر عن الاسبیجابی والولوالجی وحیث حکم محمد بسقوط حکم الاستعمال عندہ بالضرورۃ کما سلف عن البحر والنھر والفتح والتبیین والکافی والبرھان

تو ان سب کو روایت نجاست کی طرف لوٹانا سخت بعید ہے۔

اور ثانیاً یہ ظاہر روایت میں نص ہے اور تنجیس کی روایت نادرہ ہے، اس کو حسن نے روایت کیا، اصل میں محمد نے اس پر نص کی۔

اور ثالثاً اس پر پے در پے تصحیحات موجود ہیں جیسا کہ ہم نے بحر، خبازی، قدوری، جرجانی، حلیہ، ابی الحسین، ابی عبد اللہ، خزانۃ المفتین اور متن ملتقی کے حوالوں سے نقل کیا، اور بحر سے نقل کیا کہ یہی مذہب مختار ہے تو پھر یہ متروک روایت پر کس طرح مبنی ہو سکتا ہے۔

اور رابعاً متفقہ نقول کثرت سے ہیں یہی ہمارے تمام اصحاب کا مذہب ہے جیسا کہ گزرا نہایہ، عنایہ، ہندیہ، مجمع الانہر، در مختار وغیرہ اور بحر نے بدائع، عنایہ و درایہ اور حلیہ سے اور بحر و خبازی دونوں نے ابو الحسن، جرجانی اور شیخ محقق سے یہ تمام کا قول ہے تو متروکہ روایت کی طرف اس کو راجع کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

اور خامساً اکثر نے اس کو محمد کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ فوائد ظہیریہ، شیخ الاسلام، خواہر زادہ، ابو بکر رازی، شمس الائمہ سرخسی، زیلعی اور تمہارے شیخ محقق، بحر، اسبیجابی، ولوالجی سے گزرا، اور جہاں محمد نے استعمال کا حکم ساقط ہونے کی بات کی اس کو انہوں نے ضرورت پر محمول کیا جیسا کہ بحر، نہر، فتح، تبیین، کافی، برہان، حلیہ، فوائد، صغریٰ، خبازی، قدوری، جرجانی، شمس الائمہ حلوانی سے گزرا اور بحر سے سرخسی سے اصل میں امام محمد کی نص سے گزرا اور بحر سے دبوسی سے گزرا کہ محمد فرماتے ہیں کل حکماً مستعمل ہوگا اور بحر میں

www.alahazratnetwork.org

والحلیۃ والفوائد والصغرٰی والخبازی و
القدوری والجرجانی وشمس الائمۃ الحلوانی
وعن البحر عن السرخسی عن نص محمد فی
الاصل وعن البحر عن الدبوسی ان محمدا
یقول صار الکل مستعملا حکما وقد قال علٰی فی البحر[1]
ان ھذہ العبارۃ کشفت اللبس واوضحت کل
تخمین وحدس ومعلوم ان محمدا لم
یقل قط بالتنجیس فکیف تحمل علیہ وبہ
ظھر الجواب عما ارادبہ البحر فی البحر و
الرسالۃ دفع الاستبعاد عن ھذا الحمل
بان المحقق فی الفتح حمل فرعا فی الخانیۃ
علی نجاسۃ المستعمل وقال لا یفتی بمثل
ھذہ الفروع[2] اھ زاد فی الرسالۃ ان تلمیذہ
فی الحلیۃ حمل علیھا فرعی الاجمۃ والطلب
المذکورین فی الخلاصۃ والمنیۃ قال
وحمل فروعا کثیرۃ علی ھذا النحو[3] اھ فھل
بعض فروع وردت متفرقۃ فی غضون
بعض الفتاوٰی کھذہ الفروع الوافرۃ ،
المتکاثرۃ المتواترۃ ، الثابتۃ الدائرۃ ، فی
عامۃ الشروح والفتاوی مع عدۃ من

فرمایا ہے کہ اس عبارت سے مشکل حل ہوگئی ہے ، اور
یہ معلوم ہے کہ محمد نے پانی کے نجس ہونے کا قطعاً قول
نہیں کیا ہے تو اس کو اس پر کیسے محمول کیا جائے گا
اور اسی سے بحر اور رسالہ کا جواب بھی ظاہر ہوگیا ،
انھوں نے اس حمل کو بعید گردانا تھا ، اور کہا تھا کہ
محقق نے فتح میں مستعمل پانی پر ایک فرع خانیہ کی
اس پانی کی نجاست پر محمول کی ہے ، اور کہا ہے
کہ اس قسم کی فروع پر فتوٰی نہ دیا جائے اھ رسالہ
میں یہ اضافہ ہے کہ ان کے شاگرد نے حلیہ میں اس پر
اجمہ اور طلب کی دو فروع کو محمول کیا ، یہ خلاصہ اور منیہ
میں مذکور ہیں اور فرمایا کہ اسی نہج پر انھوں نے
بہت سی فروع اخذ کی ہیں اھ تو کیا ان فروع کی
طرح کچھ اور ایسی فروع ہیں جو متفرق فتاوٰی میں اس
کثرت کے ساتھ مذکور ہوں ، کیا شروح اور کیا
متون اور ان پر کیسے کوئی نکیر نہیں کی ؟ یا ان کی طرح
کتب ظاہر روایت میں ہوں ؟ یا ان کی اتنی تصحیحات
ہوں ؟ یا تمام مذہب حنفی کی کتب میں منصوص ہوں ؟
یا ان پر اتفاق کیا گیا ہو کہ یہ ہم سب کا قول ہے
یہ ہمارے اصحاب کا مذہب ہے ؟ یا ان کا کوئی
اور محمل ہے کہ ان کی طرف روشن ۔

www.alahazratnetwork.org

علہ ای اوردہ علی نفسہ ولم یجب عنہ ۔ منہ غفرلہ (م) یعنی انھوں نے اسکو اپنے اوپر وارد کیا ہے اور اسکا جواب نہیں دیا (ت)۔

۱؎ بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱
۲؎ ایضاً ۱/۷۳
۳؎ جواز الوضوء من الفساقی رسالہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۲۸

المتون، من دون نکیر ولا مجال ظنون، ام هی کهذه فی الکتب الظاهرة، ام هی مذیلات بالتصحیحات المتظافرة، ام هی منصوص علیها من جمیع ائمة المذهب الحنفی، ام هی مزینة بطراز الاتفاق وبانها قولنا جمیعا وبانها مذهب اصحابنا فاین ذی من ذی، ام هل لها محمل غیر هذا فکیف یقاس علی المتعین، ماله سبیل واضح متبین۔

راستہ ہو۔

السادس والعشرون کلام العلامة علی حدیث لایبولن احدکم فی الماء الدائم قدمنا الکلام علیه واشرنا الی کلام شیخه المحقق علی الاطلاق حیث یقول اما قوله صلی الله تعالی علیه وسلم (وذکر الحدیث) فغایة مایفید نهی الاغتسال کراهة التحریم ویجوز کونها لکیلا تسلب الطهوریة فیستعمله من لاعلم به بذلك فی رفع الحدث ویصلی ولافرق بین هذا وبین کونه یتنجس فیستعمله من لاعلم له بحاله فی لزوم المحذور وهو الصلاة مع المنافی فیصلح کون کل منهما مثیرا للنهی المذکور[1] اھ و دفع البحر ایاه بحث البدائع المذکور دفع للصحیح بما لیس به کما علمت اما حدیث

چھبیسواں علامہ نے لایبولن احدکم فی الماء الدائم (ٹھہرے پانی میں کوئی پیشاب نہ کرے) پر جو کلام کیا ہے اس پر ہم پہلے ہی بحث کرچکے ہیں، اور ان کے شیخ محقق علی الاطلاق کے کلام کی طرف اشارہ کر آئے ہیں، وہ فرماتے ہیں "بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان (پھر انہوں نے مذکور حدیث بیان کی) میں جو غسل کرنے کی نہی ہے اس سے زیادہ سے زیادہ جو ثابت ہوتا ہے وہ نہی تحریم ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ طہوریت سلب ہوجائے، اور اس کو کوئی شخص لاعلمی میں رفعِ حدث کے لیے استعمال کر بیٹھے اور نماز پڑھ لے اور اس میں اور اس مضمون میں کہ پانی نجس ہوجاتا ہے تو ایسا نہ ہو کہ اس کو کوئی شخص لاعلمی میں استعمال کرے، دونوں صورتوں میں محذور لازم ہے، یعنی منافی کے ہوتے ہوئے نماز پڑھنا، پس جائز ہے کہ ان میں سے ہر ایک

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتح القدیر الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۵

المستیقظ **فاقول** لیس من حجتنا فی ھذا الباب لاحتمال انه لاحتمال النجاسة العینیة بل ھو الظاھر من قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فانه لایدری این باتت یدہ والعلامة عدل عن ھذا الجواب الواضح الی ثلثة لا یستقیم منها شیئ **فاولا** دعوی الخصوص لادلیل علیه **وثانیا** کیف یجعل تعبدیا غیر معقول المعنی مع الارشاد الی المعنی فی نفس الحدیث فانه لایدری این باتت یدہ **وثالثا** ما عن اصحاب عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھم یجوز ان یکون لان اباھریرة رضی اللہ تعالٰی عنه کان یرسله ارسالا فاشاروا الی تخصیصه بمواضع الضرورة کما ھو الحکم المصرح به عندنا اذا کان الماء فی حب لا انیة یغترف بھا۔

مذکور نہی کا باعث ہوا ہے تجر کا۔ اس کو بدائع کی مذکور بحث سے دفع کرنا صحیح کو غیر صحیح سے دفع کرنا ہے جیسا کہ آپ نے جان لیا اور رہی مستیقظ والی حدیث، تو میں کہتا ہوں اس سلسلہ میں ہماری دلیل یہ نہیں ہے کیونکہ یہ احتمال ہے کہ یہ نجاست عینیہ کی وجہ سے ہو بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "فانه لا یدری این باتت یدہ" (وہ نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ رات کو کہاں رہا) سے یہی ظاہر ہے، اور علامہ نے اس جواب سے عدول کرکے تین جوابات دیے جن میں سے کوئی ٹھیک نہیں، پہلا دعوائے خصوص، جس پر کوئی دلیل نہیں۔ دوسرے یہ کہ کس طرح اس کو تعبدی اور غیر معقول المعنی قرار دیا جا سکتا ہے جبکہ خود حدیث میں معنی کی طرف رہنمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ فانه لایدری این باتت یدہ۔ تیسرے عبداللہ کے اصحاب سے جو مروی ہے ممکن ہے وہ اس لیے ہو کہ ابوہریرہ اس کا ارسال کرتے ہوں تو انہوں نے ضرورت کے مقامات کے ساتھ اس کو مختص کرنے کی طرف اشارہ کیا ہو، جیسا کہ ہمارے یہاں یہ واضح حکم موجود ہے کہ جب پانی تالاب میں ہو اور کوئی برتن پانی نکالنے کے لیے نہ ہو۔

www.alahazratnetwork.org

السابع والعشرون قوله رحمه اللہ تعالٰی فی تکرار الاستعمال الظاھر عدم اعتبار ھذا المعنی فی النجس فکیف بالطاھر غیر مطھر ولا ظاھر الا تری ان النجاسة تصیب الثوب او البدن فی مواضع متفرقة تجمع فان بلغت حد المنع منعت وما یتراای من عدم جمع الواقعة فی الماء الکثیر فان الوقوع فی عشرة مواضع منه

ستائیسواں ان کا قول تکرار استعمال کی بابت، ظاہر یہی ہے کہ یہ معنٰی نجس میں اعتبار نہ کیا جائے تو پھر طاہر کا کیا حال ہوگا۔ یہ نہ ظاہر کرنے والا ہے اور نہ بذاتِ خود ظاہر ہے، مثلاً نجاست جو بدن یا کپڑے کو متفرق مقامات پر لگ جائے تو اس کو جمع کیا جائے گا۔ اب اگر منع کی حد کو پہنچ جائے تو منع کرے گی۔ اگر کثیر پانی میں نجاست گر جائے تو اس کو بظاہر جمع نہیں کیا جا سکتا ہے، کیونکہ پانی میں

كالوقوع فی موضع فليس لعدم الجمع بل لعدم البلوغ الی حد المنع حتی لوبلغت بان غير المجموع احد اوصافه وما كانت الافراد لتغيره فلا شك فی الجمع والله تعالی اعلم هذا تمام الكلام مع العلامة قاسم رحمه الله تعالیٰ وقد ظهر به الحق السديد، بحيث لاحاجة الی المزيد، والحمد لله الحميد المجيد۔

اگر دس جگہ نجاست گر جائے تو وہ ایسی ہے جیسے ایک جگہ گری ہو، تو یہ چیز عدم جمع کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ اس وجہ سے ہے کہ وہ حدِ منع تک نہیں پہنچی ہے اور اگر حدِ منع تک پہنچ جائے مثلاً یہ کہ نجاست کا مجموعہ اس کے اوصاف میں سے کسی وصف کو بدل دے، اور ہر فرد نہ بدلے تو جمع کرنے میں شک نہیں۔ یہ مکمل گفتگو تھی علامہ قاسم کے ساتھ، اس سے حق ظاہر ہوگیا، اس سے زیادہ کی حاجت نہیں، والحمد للہ الحمید المجید۔

الفصل الثانی فی كلام العلامة زين فی البحر والرسالة

كانت قضية ترتيب الزمان ان نقدم عليه كلام العلامة ابن الشحنة رحمهما الله تعالیٰ لكن اردنا الحاق الموافق بموافقه لعريات رحمه الله تعالیٰ فی رسالته ولا فی بحره بشیٔ يزيد علی ما اورد العلامة قاسم الاما لامساس له بمحل النزاع افاض اولاً فی تحديد الماء الكثير وان المذهب تفويضه الی رأی المبتلی وان التقدير بعشر فی عشر انما اختاره المتأخرون تيسيرا علی من لا رأی له وانه لايرجع الی اصل شرعی يعتمد عليه ثم تكلم علی صفة الماء المستعمل وان المفتی به انه طاهر غير طهور ثم اتی علی المسألة فقال وقد قالوا ان الماء المستعمل اذا اختلط بالطهور تعتبر فيه الغلبة فان كان الماء

دوسری فصل علامہ زین کے کلام میں جو بحر اور رسالہ میں ہے

زمانی ترتیب کا تقاضا یہ تھا کہ ہم ابن الشحنہ کا کلام اس پر مقدم کرتے، لیکن ہم نے ایک موافق کو دوسرے موافق سے لاحق کرنا چاہا ہے انہوں نے اپنے رسالہ میں یا بحر میں علامہ قاسم کے کلام سے کچھ مزید اضافہ نہیں کیا ہے، صرف وہی بات مذکور ہے جس کا محلِ نزاع سے کچھ تعلق نہیں، پہلے تو انہوں نے کثیر پانی کی تحدید کی ہے اور کہا کہ مذہب میں یہ معاملہ صاحبِ معاملہ کے سپرد ہے، اور دَہ در دَہ کے اندازہ کو متاخرین نے اُن لوگوں کی آسانی کے لیے وضع کیا ہے جن کی اپنی کوئی رائے نہ ہو اور اس کی کوئی قابلِ اعتماد شرعی دلیل نہیں، پھر انھوں نے مستعمل پانی پر کلام کیا ہے اور بتایا ہے کہ مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ یہ طاہر تو ہے مگر پاک کرنے والا نہیں ہے، پھر اصل مسئلہ بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ مشایخ فرماتے ہیں کہ مستعمل پانی جب پاک کرنے والے پانی کے

www.alahazratnetwork.org

الطھور غالبا یجوز الوضوء بالکل والا لایجوز و ممن نص علیه الامام الزیلعی فی شرح الکنز والعلامة سراج الدین الهندی فی شرح الهدایة والمحقق فی فتح القدیر قال وھی باطلاقه تشمل ما اذا استعمل الماء خارجا ثم القی الماء المستعمل واختلط بالطهور او انغمس فی الماء الطهور او توضأ فیه[1] اھ

ساتھ مل جائے تو اس میں غلبہ کا اعتبار ہوگا اگر پاک کرنے والا پانی زیادہ ہو تو سب پانی سے وضو جائز ہوگا ورنہ ناجائز ہوگا۔ اس کی تصریح زیلعی نے شرح کنز میں، علامہ سراج الدین الہندی نے شرح ہدایہ میں اور محقق نے فتح القدیر میں کی ہے، اور فرمایا ہے کہ اس صورت کو بھی شامل ہے کہ جب پانی خارجی طور پر استعمال کیا جائے پھر مستعمل پانی ڈالا جائے اور وہ پاک کرنے والے پانی سے مل جائے یا آدمی پاک کرنے والے پانی میں غوطہ کھائے یا اس سے وضو کرے اھ (ت)

اقول (ف۱) مبنی علی جعل المستعمل ھی الاجزاء المتصلة بالبدن فما وراءھا طھور اختلط به الماء المستعمل ولیس ھکذا بل کله ملاق فکله مستعمل فکیف یشمله الاطلاق قال ویدل علیه ایضا ما فی البدائع وذکر عبارات الثلث قال فھذا صریح فیما قلنا[2] اقول (ف۲) لامحل لایضا فان تلك الدلالة مبتنیة علی ما فی البدائع والافلا دلالة کما علمت وما فی البدائع قد فرغنا عنه بابدع وجه وللّٰه الحمد قال ویدل علیه ایضا ما فی خلاصة الفتاوی جنب اغتسل فانتضح من غسله شیئ فی انائه لم یفسد علیه الماء اما اذا کان یسیل فیه سیلانا افسده وکذا حوض الحمام علی ھذا وعلی

میں کہتا ہوں یہ قول اس پر مبنی ہے کہ مستعمل پانی اُن اجزاء کو قرار دیا جائے جو بدن سے متصل ہوں اور اس کے علاوہ پاک کرنے والا ہے جس کے ساتھ مستعمل پانی مل گیا ہے، حالانکہ بات یہ نہیں ہے بلکہ کل پانی اس سے ملنے والا ہے لہٰذا کل مستعمل ہوگا، اس کو اطلاق کیسے شامل ہے؟ فرمایا اس پر بدائع کی عبارت بھی دلالت کرتی ہے اور پھر انہوں نے تینوں عبارات ذکر کی ہیں، فرمایا یہ ہمارے قول کی صریح دلیل ہے۔ میں کہتا ہوں "ایضا" کا یہاں کوئی مقام نہیں، کیونکہ یہ دلالت مفہوم بدائع پر مبنی ہے ورنہ کوئی دلالت نہیں جیسا کہ تم نے جانا، اور جو کچھ بدائع میں ہے اس پر اچھی طرح ہم بحث کر چکے ہیں وللہ الحمد، فرمایا اس پر خلاصۃ الفتاوی کی عبارت بھی دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک ناپاک شخص نے غسل

---

[1] الرسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن کراچی ۲ / ۸۱۹-۶
[2] " " " " " ۲ / ۸۱۹-۶

قول محمد رحمه الله تعالٰی لایفسد مالم یغلب علیہ یعنی لایخرجہ عن الطھوریۃ[1] اھ بلفظہ۔

کیا، اس سے کچھ چھینٹے اُڑکر اس کے برتن میں پڑے تو اس کا پانی فاسد نہ ہوگا، اگر مستعمل بہہ کر اس میں گیا تو فاسد کرے گا اسی طرح حمام کا حوض، اور امام محمد کے قول پر فاسد نہ کرے گا جب تک غالب نہ ہوجائے، یعنی اس کو پاک کرنے کے وصف سے خارج نہ کریگا الّا یہ کہ وُہ پاک پر غالب ہوجائے اھ بلفظہ۔ (ت)

اقول رحمك الله ھذا املق والکلام فی الملاق ثم اورد علی نفسہ سؤالا من قبل فروع کثیرۃ فی کتب مشھورۃ تخالف ما جنح الیہ اورد منھا فرع الخانیۃ لوصب الوضوء فی بئر ولم یکن استنجی بہ علی قول محمد لا یکون نجسا لکن ینزح منھا عشرون لیصیر الماء طھورا[2] اھ وفرع[عہ] الخلاصۃ نحوہ غیر ان فیہ ینزح الاکثر من عشرین دلوا ومن ما صب فیہ عند محمد[3] اھ قال فھذا ظاھر فی استعمال الماء بوقوع قلیل من الماء المستعمل فیہ علی قول محمد رحمہ اللہ تعالٰی واجاب بانہ مبنی علی روایۃ ضعیفۃ عن محمد ان

میں کہتا ہوں خدا آپ پر رحم کرے یہ مُلتقی ہے جبکہ گفتگو ملاقی میں ہے، پھر انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ان فروع کثیرہ سے سوال وارد کیا جو کتب کثیرہ میں وارد ہیں، یہ سب ان کے نظریہ کے مخالف ہیں۔

خانیہ کی فرع: اگر وضو کا بچا ہوا پانی کنوئیں میں بہادیا مگر اس سے استنجا نہیں کیا تھا تو یہ محمد کے قول پر نجس نہ ہوگا، تاہم اس سے بیس ڈول نکالے جائیں گے تاکہ پانی طہور ہوجائے اھ۔

خلاصہ کی فرع: یہ بھی اسی طرح ہے مگر اس میں بیس ڈول سے زیادہ نکالے جانے کا ذکر ہے اور اُس پانی سے جو اس میں بہایا گیا ہے محمد کے نزدیک اھ۔ فرمایا اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر تھوڑا مستعمل پانی، پانی

[عہ] اوردہ بعد عدۃ فروع والحقناہ بفرع الخانیۃ لاتحاد صورتھما اھ منہ غفرلہ (م)

انہوں نے اس فرع کو متعدد فروع کے بعد ذکر کیا ہے اور ہم نے اسے خانیہ کی فرع سے ملحق کیا ہے کیونکہ دونوں کی صورت ایک جیسی ہے اھ (ت)

---

[1] رسالہ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن ۲/ ۶/۸۱۹

[2] " " " " " " "

[3] رسالہ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن ۲/ ۷/۸۲۰

[4] " " " " " " " ۲/ ۶/۸۱۹

www.alahazratnetwork.org

الماء یصیر مستعملا بوقوع قلیل من الماء المستعمل لاعلی الصحیح من مذهبه انه لایصیر مستعملا مالم یغلب علیه اھ[1] ونقل تصحیحه عن المحیط و عن شرح الهدایة للعلامة سراج الدین الهندی و نقل عنه عن التحفة انه المذهب المختار[2]۔

میں گر جائے تو وہ پانی مستعمل ہو جائیگا یہ محمد کا قول ہے اھ اس کا یہ جواب دیا کہ محمد کا یہ قول ایک ضعیف روایت پر مبنی ہے کہ پانی تھوڑے سے مستعمل پانی کے گرنے کی وجہ سے مستعمل ہو جائے گا، ان کا صحیح مذہب یہ ہے کہ پانی صرف اس وقت مستعمل ہوگا جب اس پر مستعمل پانی کا غلبہ ہو جائے اھ اور اس کی تصحیح کو محیط، سراج الدین ہندی کی شرح ہدایہ سے نقل کیا اور اُن سے تحفہ سے نقل کیا کہ وہی مذہب مختار ہے۔ (ت)

اقول هو کما قال و الفرعان فی الملتقی فلایمسان مورد النزاع و الاستعمال لایتوقف علی غلبة المستعمل بل عدمه علی غلبة المطهر فان تساویا صار الکل مستعملا کما نصوا علیه منهم هو فی البحر۔

میں کہتا ہوں یہ ویسا ہی ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا اور یہ دونوں فرعیں ملتقی میں ہیں لہذا محل نزاع سے ان کا کوئی تعلق نہیں بنتا ہے اور استعمال مستعمل کے غلبہ پر موقوف نہیں بلکہ اس کا عدم غلبہ مطہر پر مبنی ہے تو اگر دونوں برابر ہوں تو کل مستعمل ہو جائے گا، جیسا کہ مشایخ نے اس کی تنصیص کی، بحر میں بھی یہی ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اقول واقتصار المحیط و السراج و التحفة و الخلاصة وغیرها علی ذکر الغلبة[2] لان المساواة الحقیقیة نادرة جدا کما قالوه فی انفهام افضلیة زید من قول القائل لا افضل منه **وفرع** جحط المذکور فی المتون و الشروح وصورته رجل نزل لطلب الدلو ولیس علی بدنه نجاسة فعند محمد الماء طاهر غیر طهور و الرجل طاهر مع ان الماء الذی لاقی بدنه فی البئر اقل من غیره وقد جعله محمد مستعملا لانعدام

میں کہتا ہوں محیط، سراج، تحفہ اور خلاصہ وغیرہ میں غلبہ کے ذکر پر اقتصار کیا ہے، کیونکہ حقیقی مساوات نادر ہے، مشایخ نے اس کو اس مثال سے واضح کیا ہے کہ اگر کوئی لا افضل من زید، کہے تو اس سے زید کی افضلیت سمجھ میں آتی ہے۔ جحط کی فرع جو متون و شروح میں مذکور ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کنویں میں ڈول نکالنے کے لیے اُترا اور اس کے بدن پر نجاست نہیں ہے تو محمد کے یہاں پانی طاہر ہے طہور نہیں اور آدمی طاہر ہے حالانکہ وہ پانی جو کنویں میں سے اس کے

---

[1] رسالة فی جواز الوضوء مع الاشباه من رسائل ابن نجیم ادارة القرآن ۲/ ۸۲

[2] " " " " " " " "

الضرورۃ اھ[1] واجاب بما مر۔

بدن پر لگا ہے دوسرے سے کم ہے، اور محمد نے اس کو مستعمل قرار دیا ہے کیونکہ ضرورت نہیں اھ اس کا جواب وُہ دیا جو گزرا۔ (ت)

اقول[ف] رحمکم اللہ ورحمنا بکم اذا ارید بطاء جحط طاھر غیر طھور فکیف تجعلونہ مبنیا علی روایۃ ضعیفۃ عن محمد وانتم القائلون فی بحرکم علی ما قررناہ ان المذھب المختار فی ھذہ المسألۃ ان الرجل طاھر والماء طاھر غیر طھور علی الصحیح[2] اھ نعم المشھور ان طاءہ للطاھر الطھور کما ذکرتم فی البحر وحینئذ یرد الفرع من قبل ان سقوط حکم الاستعمال لاجل الضرورۃ قلتم فی البحر عند محمد الرجل طاھر والماء طاھر طھور وجہ قول محمد علی ما ھو الصحیح[عہ] عنہ ان الصب لیس بشرط عندہ فکان الرجل طاھرا ولا یصیر الماء مستعملا وان ازیل بہ حدث للضرورۃ واما علی ما خرجہ ابوبکر الرازی

میں کہتا ہوں اللہ تم پر اور ہم پر رحم فرمائے اگر جحط کی "طاء" سے طاہر غیر طہور مراد ہو تو آپ اس کو محمد کی روایت ضعیفہ پر کیونکر مبنی کرتے ہیں حالانکہ آپ بحر میں کہتے ہیں کہ ہماری تقریر سے معلوم ہوا کہ مذہب مختار اس مسئلہ میں یہ ہے کہ آدمی پاک ہے اور پانی طاہر غیر طہور ہے صحیح مذہب پر اھ ہاں مشہور یہی ہے کہ اس کی "طاء" طاہر کے لیے ہے اور طہور کے لیے، جیسا کہ تم نے بحر میں ذکر کیا، اور اس وقت فرع اس جانب سے وارد ہوگی کہ استعمال کا حکم ضرورت کی وجہ سے ساقط ہوتا ہے تم نے بحر میں کہا ہے کہ محمد کے نزدیک مرد پاک ہے اور پانی طاہر طہور ہے امام محمد کے قول کی وجہ (صحیح روایت کے بموجب) یہ ہے کہ ان کے نزدیک بہانا شرط نہیں، تو آدمی پاک ہوا اور پانی مستعمل نہ ہوگا خواہ اس سے حدث زائل کیا گیا ہو،

www.alahazratnetwork.org

عہ **اقول** والمراد بہ استعمال الماء بازالۃ حدث وان لم ینو قربۃ خلافا لتخریج الامام الرازی ولذا قال واما علی ما خرج الخ فلیس تصحیحا لھذہ الروایۃ بل الصحیح ما تقدم انہ طاھر غیر طھور اھ منہ غفر لہ (م)

میں کہتا ہوں اس سے مراد یہ ہے کہ ازالہ حدث سے پانی مستعمل ہو جائے گا اگرچہ قربت کی نیت نہ ہو بخلاف امام رازی کی تخریج کے، اسی وجہ سے انہوں نے اما علی ما خرج الخ فرمایا لہٰذا صحیح روایت یہ نہیں بلکہ وہ ہے جو گزری کہ پانی طاہر غیر طہور ہے اھ۔ (ت)

---

[1] الرسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشباہ والنظائر ادارۃ القرآن کراچی ٢/ ٨١٩-٦

[2] البحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ١/ ٩٨

لایصیر مستعملا لفقد نیة القربة[1] اھ فان ابیتموھا لانھا روایة غیر مختارۃ کما قدمنا کانت المختارۃ اشد فی الرد وفرع[2] الاسرار وھو کلامہ علی حدیث لایبولن اذ یقول من قال ان الماء المستعمل طاھر طھور لا یجعل الاغتسال فیہ حراما وکذا من قال طاھر غیر طھور لان المذھب عندہ ان الماء المستعمل اذا وقع فی ماء اٰخر لم یفسدہ حتی یغلب علیہ وقدر ما یلاقی بدن المستعمل یصیر مستعملا وذلک القدر من جملة ما یغتسل فیہ عادۃ یکون اقل من ماء فضل عن ملاقاۃ بدنہ فلا یفسدہ ویبقی طھورا ولا یحرم فیہ الاغتسال الا ان محمدا یقول بصیرورتہ مستعملا بالاغتسال فیہ اھ و نقل فی البحر بلفظ ان محمدا یقول لما اغتسل فی الماء القلیل صار الکل مستعملا حکما[3] اھ واجاب عنہ ایضا بما مر۔

ضرورت کی وجہ سے، اور ابوبکر الرازی کی تخریج کے مطابق پانی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ اس میں قربت کی نیت نہیں اھ تو اگر آپ اس روایت کا انکار کریں کہ یہ غیر مختار روایت ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو مختار روایت تردید میں زائد ہوگی۔

اسرار کی فرع حدیث "لایبولن" پر انکی گفتگو ہے کہ جو یہ کہتا ہے مستعمل پانی طہور طاہر ہے تو وہ اس میں غسل کو حرام قرار نہیں دیتا ہے اور اسی طرح جو اس پانی کو طاہر غیر طہور کہتے ہیں کیونکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ جب مستعمل پانی دوسرے پانی میں مل جائے تو جب تک اس پر غالب نہ ہو اس کو فاسد نہیں کرتا اور صرف اسی قدر مستعمل ہوتا ہے جو بدن سے متصل ہوتا ہے اور یہ مقدار اس مجموعی پانی کی مقدار سے جس سے کہ غسل کیا جاتا ہے عادۃً اس پانی سے کم ہوا کرتی ہے جو ملاقاۃ بدن سے بچ رہا ہوتا ہے، تو یہ اس کو فاسد نہیں کرے گا اور طہور ہی رہے گا اور اس سے غسل حرام نہ ہوگا، تاہم محمد فرماتے ہیں کہ اس میں غسل کرنے سے یہ مستعمل ہوجائیگا اھ اور بحر میں اس کو ان الفاظ سے نقل کیا ہے کہ محمد فرماتے ہیں کہ جب کوئی تھوڑے پانی میں غسل کرے گا تو سب کا سب حکماً مستعمل ہوجائے گا اھ اور اس کا جواب بھی وہ دیا جو گزرا۔

اقول سبحٰن اللہ صریح منطوق الاسرار ان المذھب اعتبار الغلبة وان

میں کہتا ہوں سبحان اللہ، اسرار کا صریح منطوق یہ ہے کہ مذہب یہ ہے کہ اعتبار غلبہ کو ہے، اگرچہ اس کا

[1] بحرالرائق کتاب الطھارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۷
[2] الرسالة فی جواز الوضوء من رسائل ابن نجیم مع الاشباہ، ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۶/۸۱۹
[3] بحرالرائق کتاب الطھارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱

www.alahazratnetwork.org

قضیته ان لایصیر الکل مستعملا لان الملاقی حقیقۃ اقل من غیرہ الا ان محمدا جعل الکل مستعملا حکما فکیف یتوھم انہ مبنی علی روایۃ ضعیفۃ خلاف ذلك المذھب وانما ھو تخصیص لقضیته وتخصیص الحکم انما یبتنی علی الحکم لا علی خلافه وھذا واضح جدا وسر کلام الاسرار قد بیناہ وفرع المبتغی بالغین لو ادخل الکف صار مستعملا[1] وزاد فی البحر فرع العنایۃ والدرایۃ وغیرھما ان الجنب اذا نزل فی البئر بقصد الاغتسال یفسد الماء عند الکل[2] وفرع الخانیۃ لو ادخل یدہ او رجله فی الاناء للتبرد یصیر الماء مستعملا لانعدام الضرورۃ وفرع الاسبیجابی والولوالجی فیمن اغتسل فی بئر الی العشرۃ ولا نجاسۃ علیه قال محمد صارت المیاہ کلھا مستعملا[3] وزاد قوله الی اخر الفروع ارشادا الی الکثیر الباقی[4] قال وھذا صریح فی استعمال جمیع الماء عند محمد بالاغتسال فیه[5] اھ واجاب عن الکل بانه مبنی علی روایۃ ضعیفۃ عن

تقاضا یہ ہے کہ کل مستعمل نہ ہوگا کیونکہ ملاقی حقیقۃً غیر ملاقی سے کم ہے مگر یہ کہ محمد نے کل کو حکماً مستعمل قرار دیا ہے، تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ یہ کسی ضعیف روایت پر مبنی ہے جو اُس مذہب کے خلاف ہے، یہ اس کے مقتضٰی کی تخصیص ہے اور حکم کی تخصیص حکم پر ہی مبنی ہوتی ہے نہ کہ خلافِ حکم پر، اور یہ بہت واضح ہے اور اسرار کے کلام کا راز ہم نے بیان کردیا۔

مبتغی کی فرع، اگر ہتھیلی ڈالی تو پانی مستعمل ہوگیا اھ' اور بحر میں اضافہ کیا ہے عنایہ اور درایہ وغیرہما کی فرع کا، "جنب اگر کنویں میں غسل کی نیت سے اُترے گا تو سب ہی کے نزدیک پانی فاسد ہوجائے گا۔"

خانیہ کی فرع: اگر کسی نے اپنا پیر یا ہاتھ برتن میں ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے ڈالا تو پانی مستعمل ہوجائے گا کہ ضرورت موجود نہیں ہے۔

اسبیجابی اور ولوالجی کی فرع، جو کنویں میں دس ہاتھ تک نہایا اور اس پر کوئی نجاست بھی نہیں ہے تو محمد نے فرمایا کل پانی مستعمل ہوجائیگا، اور اپنے قول الی آخر الفروع کا اضافہ کیا، باقی کثیر فروع کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا یہ صریح ہے امام محمد کے

۱ الرسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشباہ	من رسائل ابن نجیم	ادارۃ القرآن کراچی	۲/ ۶ ، ۸۱۹
۲ بحر الرائق	کتاب الطہارت	سعید کمپنی کراچی	۱/ ۷۰
۳ بحر الرائق	"	"	۱/ ۷۰
۴ بحر الرائق	"	"	"
۵ بحر الرائق	"	"	"

www.alahazratnetwork.org

محمد قائلة بنجاسة الماء المستعمل[1] ثم استشهد بحمل الفتح فرعا في الخانية عليها وقد مر ما فيه من ستة اوجه۔

نزدیک تمام پانی کے مستعمل ہونے میں اس میں غسل کرنے کی وجہ ہے، اور سب کا جواب یہ دیا کہ یہ ضعیف روایۃ پر مبنی ہے، یعنی محمد کی اس روایت پر کہ مستعمل پانی نجس ہوجاتا ہے، پھر یہ استشہاد کیا کہ فتح نے خانیہ کی ایک فرع کو اسی پر محمول کیا ہے اور جو اس پر اعتراض ہے وہ چھ وجوہ سے گزر چکا ہے۔

وفرع[9] منية المصلي عن الفقيه ابي جعفر[1] توضأ في أجمة القصب فان كان لا يخلص بعضه الى بعض يجوز وفي الخلاصة توضأ في أجمة القصب او ارض فيها زرع متصل بعضها ببعض ان كان عشرا في عشر يجوز قال فمفهومه انه اذا كان اقل لا يجوز التوضي فيه والاجمة محركة الشجر الكثير الملتف[2]۔

منیۃ المصلی کی فرع[9]، یہ فقیہ ابو جعفر سے ہے کسی نے بانسوں کے جھنڈ میں وضو کیا اگر وہ اتنے گھنے ہیں کہ پانی کے حصے ایک دوسرے سے جدا رہتے ہیں تو جائز ہے اور خلاصہ میں ہے کہ بانسوں کے جھنڈ میں یا ایسی زمین میں جس میں پودے ایک دوسرے سے متصل ہوں، اگر وہ دہ در دہ ہو تو وضو جائز ہے، اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر اس سے کم ہو تو جائز نہیں' اور اُجَمَہ متحرکہ بہت گھنے درختوں کو کہتے ہیں۔

وفرع[10] الكتابين الخلاصة والمنية[2] توضأ في حوض وعلى جميع وجه الماء الطحلب ان كان بحال لو حرك يتحرك يجوز قال ومفهومه انه لو كان لا يتحرك الطحلب بتحريك الماء لا يجوز فان عدم تحركه بتحريك الماء يدل على انه بحالة من التكاثف والاستمساك لسطح الماء بحيث يمنع انتقال الماء المستعمل الواقع فيه الى محل اخر فيقع الوضوء بماء مستعمل الطحلب

خلاصہ اور منیہ کی فرع[10]، حوض میں وضو کیا اور طحلب پانی کی تمام سطح پر ہو اگر وہ ایسا ہے کہ اس کو حرکت دی جائے تو سب ہل جائے تو جائز ہے، فرمایا اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر حرکت نہ کرے طحلب پانی کے حرکت دینے سے تو جائز نہیں کیونکہ پانی کے حرکت دینے سے اس کا متحرک نہ ہونا اس امر پر دلالت ہے کہ وہ اتنا کثیف ہے کہ مستعمل پانی کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا مشکل ہے، تو وضو مستعمل پانی سے ہوگا، اور طحلب سبز رنگ کی گھاس ہے جو پانی پر تیرتی رہتی ہے اھ اور یہ طحلیہ سے ماخوذ ہے، فرمایا یہ سب

---

[1] الرسالۃ جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن کراچی ۲/۸۲۰

[2] الرسالۃ جواز الوضوء " " "

www.alahazratnetwork.org

نبت اخضر لیعلو الماء بعضہ علی بعض اھ وھو ماخوذ عن الحلیة قال وھذا کلہ یدل ان الماء یصیر مستعملا بالوضوء فیہ مطلقا[1] اھ واجاب عنہما بحملہما علی نجاسة الماء المستعمل صرح بہ شارح المنیة العلامة ابن امیر الحاج فقال وانما قید الجواز بعدم الخلوص لانہ لوکان یخلص بعضہ الی بعض لایجوز لکن علی القول بنجاسة الماء المستعمل اما علی القول بطہارتہ فیجوز مالم یغلب علی ظنہ ان القدر الذی یغترفہ منہ لاسقاط فرض من مسح اوغسل ماء مستعمل اویمازجہ مستعمل مساو اوغالب اھ قال فھذا صریح فیما قلناہ من جواز الوضوء فی الفساق واما مسألة الطحلب فقال شارح المنیة ایضا ھذا ایضا بناء علی نجاسة الماء المستعمل اومساواتہ اھ وکذا صرح فی مسألة توضأ فی حوض انجمد ماؤہ قالوا ان کان الجمد رقیقا ینکسر بالتحریک یجوز اما اذا کان کبیرا قطعا قطعا لایتحرک بالتحریک لایجوز فقال ھذا ایضا بناء علی نجاسة الماء المستعمل اما علی طہارتہ فالجواب ماذکرنا فی السابقات[2] اھ وانت تعلم انہ رحمہ اللہ تعالٰی

اس امر پر دلیل ہے کہ پانی اس میں وضو کرنے سے مطلقاً مستعمل ہوجاتا ہے اھ اور ان دونوں سوالوں کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ ان دونوں کو مستعمل پانی کی نجاست پر محمول کیا ہے، اس کی تصریح شارح منیہ علامہ ابن امیر الحاج نے کی ہے، اور فرمایا کہ جواز کو عدمِ خلوص کے ساتھ مقید کیا کیونکہ اگر پانی کا کچھ حصہ دوسرے حصہ کی طرف چلا گیا تو جائز نہیں، لیکن یہ تب ہے کہ جب مستعمل پانی کو نجس قرار دیا جائے، لیکن اگر اس کو پاک قرار دیا جائے تو جائز ہے تاوقتیکہ اس کو اس بات کا ظن غالب نہ ہوجائے کہ وہ مقدار جو اس پانی سے وہ چُلو بھر کرلے رہا ہے مسح یا دھونے کے فرض کو ساقط کرنے کیلئے کہ وہ مستعمل پانی ہے یا اس میں مستعمل پانی ملا ہوا ہے جو اس کے برابر ہے یا غالب ہے اھ فرمایا یہ اس بارے میں صریح ہے جو ہم نے کہا ہے کہ وضو فساقی میں جائز ہے، اور گھاس کا مسئلہ تو منیہ کے شارح نے بھی فرمایا یہ بھی مستعمل پانی کی نجاست پر مبنی ہے یا وہ مستعمل پانی کے مساوی ہو اھ اور اسی طرح انہوں نے اس مسئلہ میں تصریح کی کہ کسی شخص نے ایسے حوض میں وضو کیا جس کا پانی منجمد ہوچکا تھا فرمایا اگر منجمد پانی ایسا ہے کہ ہلانے سے بآسانی ٹوٹ جاتا ہے تو جائز ہے اور اگر اس کے بڑے بڑے ٹکڑے ہوں کہ ہلانے سے نہ ہلیں تو جائز نہیں، فرمایا یہ بھی اسی پر مبنی ہے کہ مستعمل پانی نجس ہے، اور اس کی پاکی کی

---

[1] الرسالة جواز الوضوء من رسائل ابن نجیم مع الاشباہ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۸۲۰

[2] " " " ۲/ ۸۲۱

www.alahazratnetwork.org

سلك بفرعى الاجمة والطحلب مسلكين وذلك ان كلا منهما حكم بعدم جواز الوضوء ان كان ماء الاجمة دون عشر فى عشر اولا يتحرك الطحلب بتحريك الماء فجعله واردا عليه حيث افاد صيرورة كل الماء مستعملا بالتوضى فيه اذا كان قليلا واجاب بحمله على رواية النجاسة وحكم الحلبة بالجواز وان كان قليلا مادام اكثر بناء على الطهارة فجعله دليلا له حيث افاد ان الوضوء فى الماء القليل لا يفسده مادام الطهور غالبا على المستعمل واضاف اليهما فرع الجمد فى الاحتجاج وان كان يصلح ايضا للايراد واقتصر فى البحر على ايراد الفروع الثلثة تصريحا بالاول وتلويحا بالباقيين فيما هو له لا فيما هو عليه فقال ثم رأيت العلامة ابن امير الحاج قال (فذكر قوله المار) قال ثم قال ايضا واتصال الزرع بالزرع لا يمنع اتصال الماء بالماء وان كان مما يخلص فيجوز على الرواية المختارة فى طهارة المستعمل بالشرط الذى سلف (اى غلبة الطهور على غيره) ثم ذكر اى الحلبى مسائل على هذا المنوال وهو صريح فيما قدمنا من جواز الوضوء بالماء الذى اختلط به ماء مستعمل قليل[1] اھ وقوله فى الرسالة هذا صريح فيما قلناه من جواز الوضوء فى الفساقى

صورت میں تو جواب وہی ہے جو ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں اھ اور تمہیں معلوم ہے کہ اُنھوں نے جھنڈ اور کائی کے مسئلہ میں دو راہیں اختیار کی ہیں، اور یہ اس لیے ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے حکم عدم جواز کا لگایا، اگر جھنڈ کا پانی دہ در دہ سے کم ہو یا پانی کو حرکت دینے سے کائی میں حرکت پیدا نہ ہو، انہوں نے قلیل پانی میں وضو پر تمام پانی کو مستعمل قرار دینے کو اعتراض قرار دیا اور اس کا جواب یہ دیا کہ یہ نجاست والی روایت پر محمول ہے اور حلبہ نے قلیل پانی میں وضو کو جائز کہا ہے بشرطیکہ وہ مستعمل پانی سے زیادہ ہو کیونکہ وہ پاک ہے، اس کو انہوں نے اپنی دلیل بنایا جہاں انہوں نے کہا کہ قلیل پانی میں وضوء پانی کو فاسد نہیں کرتا جب تک پاک پانی غالب ہے، ان دونوں صورتوں کے ساتھ انہوں نے استدلال میں انجماد کی فرع کا اضافہ کیا اگرچہ یہ بھی اعتراض کی صورت بن سکتی ہے اور بحر میں تینوں فروع کے ذکر پر اکتفا کیا ہے پہلی کی تصریح کی ہے اور باقی میں تلویح کی ہے، ماھولہ کا بیان کیا ہے نہ کہ ماھو علیہ کا۔ پھر فرمایا کہ میں نے علامہ ابن امیر الحاج کو دیکھا انہوں نے فرمایا (پھر ان کا گزشتہ قول نقل کیا) کہا نیز انہوں نے فرمایا کہ کھیتی کا کھیتی سے متصل ہونا پانی کے پانی سے متصل ہونے کو نہیں روکتا ہے اگرچہ یہ اسی قبیلہ سے ہے کہ پہنچ سکتا ہے، تو مختار روایت کے مطابق جو مستعمل پانی سے طہارت جائز ہوگی مگر شرط وہی رہے گی جو گزری، (یعنی طہور کا غلبہ غیر پر) پھر حلبی نے چند مسائل

www.alahazratnetwork.org

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳

اوفق بمقصوده اذ لا نزاع فی مسألۃ الاختلاط غیر انه رحمه الله تعالٰی لما حکم بعدم الفرق بین الملقی والملاقی طفق لا یفرق بینهما فی الحجاج ثم انهی کلامه فی البحر بایراد حجة له اخری عن فتاوی العلامة قارئ الهدایة جمع تلمیذه المحقق علی الاطلاق سئل عن فسقیة صغیرة یتوضؤ فیها الناس وینزل فیها الماء المستعمل فی کل یوم ینزل فیها ماء جدید هل یجوز الوضوء فیها اجاب اذا لم یقع فیها غیر الماء المذکور لا یضر اھ یعنی اذا وقعت فیها نجاسة تنجست لصغرها اھ اھ[1][2]

اسی قسم کے ذکر کیے، اور وہ اُس میں صریح ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، یعنی اگر غیر مستعمل پانی میں تھوڑا سا مستعمل مل جائے تو اس سے وضو جائز ہے اھ اور ان کا قول "رسالہ میں یہ صریح ہے اس امر میں کہ فساقی سے وضو جائز ہے" ان کے مقصود سے زیادہ موافق ہے، کیونکہ اختلاط کے مسئلہ میں تو کوئی نزاع ہی نہیں، البتہ صرف یہ ہے کہ چونکہ انہوں نے ملقی اور ملاقی میں فرق نہیں کیا ہے تو قریب تھا کہ وہ ان دونوں سے استدلال میں بھی فرق نہ کرتے، پھر انہوں نے اپنا کلام بحر میں اس پر ختم کیا کہ اپنی ایک مزید دلیل فتاوی علامہ قاری ہدایہ سے دی، اس کو ان کے شاگرد محقق علی الاطلاق نے جمع کیا ہے اُن سے ایک چھوٹے گڑھے کے بارے میں دریافت کیا گیا جس میں لوگ وضو کریں اس میں مستعمل پانی گرے اور ہر روز نیا پانی بھی آئے، اس سے وضو جائز ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اس میں مذکورہ پانی کے علاوہ اور پانی نہ گرتا ہو تو کچھ حرج نہیں اھ یعنی اس میں اگر کوئی نجاست گرے گی تو یہ نجس ہو جائے گا کیونکہ یہ چھوٹا ہے اھ۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق الایرادات والحجج الاربع کلها مبنیة علی الذهول عن محل النزاع لان تلك الفروع طرا فی الملقی لا الملاقی اما فرع قارئ الهدایة فظاهر لقول المسئول ینزل فیها الماء المستعمل و

میں بتوفیقِ الٰہی کہتا ہوں دونوں اعتراض اور چاروں استدلال اس پر مبنی ہیں کہ محلِ نزاع پر نظر نہیں رکھی گئی کیونکہ یہ تمام فروع ملقی میں ہیں نہ کہ ملاقی میں، قاری الہدایہ کی فرع تو ظاہر ہے، کیونکہ سوال میں ہے کہ اس میں مستعمل پانی روز آتا ہے اور جواب میں ہے

---

[1] بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۴

[2] اھ السابق علی هذین لکلام العلامة قارئ الهدایة وهو قول الامام ابن الهمام والاول من هذین لکلام ابن الهمام من کلام البحر والاخیر لکلام البحر من کلام المصنف ۱۲ (م)

ان دونوں سے پہلے "اھ" علامہ قاری الہدایہ کے کلام کی انتہا ہے جس کو ابن ہمام نے ذکر کیا اور ان دونوں میں سے پہلی "اھ" ابن ہمام کے کلام کی انتہا ہے جس کو بحر نے بیان کیا اور آخری بحر کے کلام کی انتہا ہے جس کو مصنف نے ذکر کیا ہے ۱۲ (ت)

1. ولہ فی الجواب اذا لم یقع فیہا غیرہ واما فروع الحلیۃ الثلثۃ فلان مستند الجوابین و الاحتجاجات کلام العلامۃ الحلبی وھو مصرح بانہا جمیعا فی الملقی دون الملاقی الاتری الی قولہ فی الاول ان کان لایخلص بعضہ الی بعض جاز لان الماء حینئذ کثیر ولوکان الماء المستعمل الواقع فیہ نجاسۃ لم یمنع فکیف وھو طاھر وانما قید الجواز الی اٰخر ما نقلتم وقال فی الثانی یمنع انتقال الماء المستعمل الواقع فیہ وقد نقلتموہ وان لم تعزوہ وقال فی الثالث ان کون الجمد ینکسر بتحریک الماء لایمنع من انتقال الماء المتصل منہ فی الحوض من ذلک المحل الواقع فیہ الخ وکذلک قال فی نظائرہ بل ھذا علی طریق الحلیۃ مستفاد من نفس الفروع فانہا فی الوضوء فی حوض او غدیر وقد افاد فی الحلیۃ قبل الفرع الاول بصفحۃ فی الفرق بین المتوضی من حوض وفیہ ان التوضی منہ لایستلزم البتۃ وقوع الغسالۃ فیہ بخلاف التوضی فیہ قال وکون وضوء المتوضئین من موضع وقوع غسالاتہم فیہ ھو مقصود الافادۃ من التفریع بخلاف کون وضوء المتوضی منہ بحیث تقع غسالاتہم خارجہ جائزا فان ذلک مجمع علیہ لایتفرع علی قول قوم دون اٰخرین[1] اھ ھذا کلہ علی

کہ جبکہ اس میں اس پانی کے علاوہ کوئی اور چیز نہ گرتی ہو، اور حلیہ کی تینوں فروع اس لیے کہ دونوں جوابوں کی سند اور استدلالات علامہ حلبی کا کلام ہیں، اور انہوں نے تصریح کردی ہے یہ تمام ملقی میں ہیں نہ کہ ملاقی میں۔ چنانچہ ان کا پہلا قول دیکھا جائے کہ اس کا بعض دوسرے بعض کی طرف نہ جاتا ہو تو جائز ہے، کیونکہ اس صورت میں پانی کثیر ہوگا، اور اگر وہ ماء مستعمل جس میں نجاست گر گئی ہو مانع نہیں ہے تو جو طاہر ہے وہ کیسے ہوگا، اور بیشک جواز کو مقید کیا الی آخر ما نقلتم اور دوسرے میں فرمایا منع کرتا ہے مستعمل پانی کا منتقل ہونا جس میں وہ واقع ہے حالانکہ تم نے اس کو نقل کیا ہے اگرچہ اس کے قائل کا نام نہیں لیا ہے، اور تیسرے میں فرمایا کہ برف کا پانی کو حرکت دینے سے ٹوٹ جانا حوض میں جو پانی اس سے متصل ہے اس کے منتقل ہونے کو مانع نہیں ہے الخ اور اسی طرح اس کی نظیروں میں فرمایا بلکہ حلیہ کے طریق کے مطابق یہ نفس فروع سے مستفاد ہے کیونکہ یہ بظاہر حوض یا تالاب سے وضوء سے متعلق ہیں، اور حلیہ میں فرع اول کے ایک صفحہ قبل فرمایا، حوض سے وضو اور حوض میں وضو کے اندر فرق ہے، اور اسی میں ہے کہ حوض سے وضو کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دھوون حوض میں گرے، لیکن اگر حوض میں وضو کیا جائے تو دھوون لازمی طور پر اس میں گرے گا، فرمایا لوگوں کا اس جگہ سے وضو کرنا جہاں اُن کے دھوون کا پانی پڑتا ہے یہی تفریع کا اصل مقصود ہے اور ایسی جگہ وضو کرنا جہاں دھوون باہر گرتا ہو تو اس میں کسی کا

www.alahazratnetwork.org

[1] حلیہ

طريق الحلية وانا اقول وبه[1] استعين الوضوء في الحوض يحتمل معنيين احدهما ان يغترف منه بيد او اناء ويتوضأ خارجه بحيث تقع غسالته فيه كقولك توضأت في الطست وهو الذي اقتصر عليه المحقق الحلبي و الاخران يغسل اعضاءه بغمسها فيه كما يفعل كثير من الناس في الرجلين كقولك غسلت الثوب في الاجانة وهذا اقرب الى ظرفية الحوض للوضوء بالضم وان اطلق على الاول لصيرورة الحوض ظرف[2] الوضوء بالفتح فلا وجه للقصر على الاول والماء في الاول ملاق اى استعمل في الخارج ثم القى في الماء المطلق وفي الثاني ملاق اى ماء مطلق لاقى بدنا محدثا فاسقط فرضا او بدن[1] متقرب فاقام قربة و انت[3] تعلم ان العبارة في الفروع الثلثة تحتمل الوجهين بيد انا لو حملناها على الثاني وجب ردها الى رواية ضعيفة وهو نجاسة المستعمل او صيرورة المطلق مستعملا بوقوع المستعمل ولو قليلا الا ما ترشش كالطل فانه عفو دفعا للحرج وكلتاهما ضعيفة مهجورة والصحيح المعتمد طهارته وعدم تاثيره في المطلق

اختلاف نہیں، یہ ایسا نہیں کہ کچھ لوگوں کے قول پر متفرع ہو اور کچھ کے قول پر متفرع نہ ہو اھ یہ تمام بحث حلیہ کے نہج پر ہے۔

میں کہتا ہوں حوض سے وضو کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ حوض سے چُلّو سے پانی لیا جائے یا برتن سے لیا جائے اور حوض کے باہر وضو کیا جائے اور اس کا دھووَن حوض میں گرتا رہے، جیسے کہا جاتا ہے "میں نے طشت سے وضو کیا۔ محقق حلبی نے اس پر اکتفا کیا ہے، اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ حوض میں اپنے اعضا ڈبو کر وضو کرے جیسے عام طور پر لوگ پیر دھوتے ہیں، جیسے کہا جاتا ہے "میں نے ٹب میں کپڑے دھوئے" اور یہ حوض سے وُضو بالضم کا ظرف ہونے کے اقرب ہے، اگر اس کا اطلاق پہلے پر اس تاویل سے ہوتا ہے کہ وہ وَضو بالفتح کا ظرف ہے، تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کو پہلے تک ہی منحصر رکھا جائے اور پہلے میں پانی ملتی ہے یعنی پہلے باہر استعمال کیا گیا پھر مطلق پانی میں ڈالا گیا اور دوسرے میں ملاقی ہے، یعنی مطلق پانی جو حدث والے بدن کو ملا اور ایک فرض کو ساقط کیا یا متقرب کے بدن کو ملا اور ایک قربۃ اس سے ادا ہوئی اور آپ جانتے ہیں کہ تینوں فروع کی عبارت دونوں وجہوں کا احتمال رکھتی ہے، صرف اتنا ہے کہ اگر ہم اس کو دوسرے پر

www.alahazratnetwork.org

---

[1] ادخله في البحر في المحدث حكما تبعا للدراية وتقدم الرد عليه في الطرس المعدل اھ (م)

[1] بحر نے اس کو حکماً محدث میں داخل کیا درایہ کی پیروی کرتے ہوئے طرس معدل میں اس کا رد پہلے گزرا اھ (ت)

مطلقا ما لم يساوه او يغلب عليه والروايات تصان عن مثله مهما امكن فظهر ان المراد في الثلاثة المعنى الثاني لا ما فهم المحقق واضطر الى حملها على ضعيف واذن صارت الثلاثة حججا لنا ولا دليل ناطق على صرفها الى ضعيف ومن يفعل ينقلب مدعيا بعد ان كان سائلا فليُنور دعواه ببرهان واين البرهان وذلك لان الاصل في روايات الائمة الاعتماد فمن استند بها فقد قضى ما عليه، ومن يريد ردها الى ما يردها فليات بدليل يلجئ اليه، ودعوى هذه قد اعترف بها العلامة في البحر والرسالة معا اذ حكم بابتناء تلك الفروع على رواية ضعيفة فقال وسيظهر لك صدق هذه الدعوى الصادقة بالبينة العادلة فقد اقر انه رحمه الله تعالى عاد بهذا مدعيا فكيف تسلم بلا دليل اما ما ذكر في البينة وهو قول المحيط والعلامة السراج الهندي والتحفة اذا وقع الماء المستعمل في البئر عند محمد يجوز التوضئ به ما لم يغلب على الماء وهو الصحيح ولفظ التحفة على المذهب المختار[1]۔

محمول کریں تو اس کو ایک ضعیف روایت کی طرف راجع کرنا پڑے گا اور وہ مستعمل پانی کا نجس ہونا ہے یا مطلق پانی کا تھوڑے مستعمل پانی سے مل جانے کی وجہ سے مستعمل ہو جانا، ہاں شبنم جیسے قطرے معاف ہیں حرج کو دفع کرنے کے لیے۔ یہ دونوں روایتیں متروک اور ضعیف ہیں، اور صحیح اور قابلِ اعتماد اس کی پاکی ہے اور اس کا مطلق پانی پر اثر انداز نہ ہونا ہے تاوقتیکہ اس کے برابر یا اس پر غالب نہ ہو جائے ——————

اور روایتیں اس قسم کی چیز سے حتی الامکان محفوظ رکھی جاتی ہیں، تو معلوم ہوا کہ تینوں فروع میں دوسرے معنی ہی مراد ہیں، وہ معنی نہیں ہیں جو محقق نے لیے ہیں اور پھر ان کو ضعیف روایت پر حمل کرنا پڑا اور اس طرح تینوں فروع ہماری دلیل بن گئی ہیں اور ان کو ضعیف روایت پر محمول کرنے کے لیے کوئی دلیل ناطق موجود نہیں، اور جو ایسا کرتا ہے وہ سائل کے بجائے اپنے آپ کو مدعی بناتا ہے اور ایسی صورت میں اس کو برہان لانا چاہئے، اور برہان کہاں سے ملے گا کیونکہ ائمہ کی روایات میں اصل اعتماد ہے تو جو ان سے استناد کرے گا اس نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی، اور جو ان کو کسی اور طرف رد کرنا چاہتا ہے تو اُسے اس کی دلیل پیش کرنا ہوگی، اور میرے اس دعوٰی کا اعتراف علامہ نے بحر اور رسالہ دونوں میں کیا ہے کیونکہ انہوں نے ان کی بنیاد کو ضعیف روایت پر مبنی قرار دیا ہے اور فرمایا کہ تم پر اس دعوٰی کی صداقت بینہ عادلہ سے ظاہر ہو جائیگی۔

---

[1] الرسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشباہ والنظائر ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲ / ۸۲۰

انہوں نے اس میں اعتراف کرلیا کہ وہ اس طرح مدعی بن گئے ہیں، تو اب یہ دعوی بلا دلیل کس طرح قبول کیا جائیگا، اور بینہ میں جو انہوں نے ذکر کیا ہے وہ محیط علامہ سراج ہندی اور تحفہ کا قول ہے کہ اگر مستعمل پانی کنویں میں گر جائے تو محمد کے نزدیک اس سے وضو جائز ہے تاوقتیکہ وہ پانی پر غالب نہ ہو جائے اور یہی صحیح ہے اور تحفہ میں صراحت ہے کہ یہی مذہب مختار ہے۔ (ت)

فاقول[1] رحم اللّٰہ الشیخ العلامۃ ماذکرہ فھو فی الملقی فکیف یدل علی ابتناء مافی الاسرار والعنایۃ والدرایۃ وغیرھما من شروح الھدایۃ وشرح الاسبیجابی وفتاوی الولوالجی وغیرھا علی روایۃ ضعیفۃ مع کونہا فی الملاقی والی ھنا تم الکلام مع البحر والرسالۃ معا ولم یبق فیہا شیئ غیر حرف واحد فی البحر وھو قولہ رحمہ اللّٰہ تعالٰی لایعقل[2] فرق بین الصورتین من جھۃ الحکم یعنی الملقی والملاقی۔

میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی شیخ علامہ پر رحم فرمائے، جو کچھ انہوں نے ذکر کیا ہے وہ ملقی میں ہے تو یہ اسرار، عنایہ، درایہ (شروح ہدایہ)، شرح اسبیجابی اور فتاوٰی ولوالجی وغیرہ کی عبارات کے ضعیف روایت پر مبنی ہونے پر کیونکر دلیل بن سکتا ہے کیونکہ وہ ملاقی کے بارے میں ہیں یہاں تک بحر اور رسالہ سے جو گفتگو تھی پوری ہوئی البتہ بحر نے ایک لفظ کہا ہے وہ یہ کہ ملقی اور ملاقی دونوں صورتوں میں حکم کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے۔ (ت)

اقول[2] ای لعمرک فرق وای فرق لان الاستعمال انما یثبت بازالۃ الماء حدثا او اسقاطہ فرضا او اقامتہ قربۃ وذلک بملاقاتہ

میں کہتا ہوں دونوں صورتوں میں بہت بڑا فرق ہے کیونکہ پانی کا مستعمل ہونا یا تو حدث کے ازالہ کی وجہ سے ہوتا ہے یا اسقاط فرض کی وجہ سے یا کسی

---

[1] ذکر ھھنا عن بعض معاصریہ الفرق بان فی الوضوء یشیع الاستعمال فی الجمیع بخلافہ فی الصب اھ ثم ردہ وھی عبارۃ مدخولۃ فتحت علی نفسہا باب الرد فکان لما ذکر فی البحر ساغ فلذا طوینا ذکرہ وسنعود الیہ ان شاء اللّٰہ تعالٰی فی الفصل الرابع اھ منہ غفرلہ۔

یہاں انہوں نے اپنے بعض معاصرین سے یہ فرق نقل کیا ہے کہ وضو سے استعمال تمام پانی میں ہوتا ہے اور بہانے میں یہ نہیں ہے، پھر خود ہی انھوں نے اس کا رد کیا اور یہ عبارت مدخولہ ہے، اس نے اپنے اوپر رد کا دروازہ کھول دیا ہے، تو جو بحر میں اس کا جواز تھا اس لیے ہم نے اس کو ذکر نہ کیا اور چوتھی فصل میں ہم اس کو ذکر کریں گے ان شاء اللہ تعالٰی اھ منہ (ت)

بدن المحدث او المتقرب لاملاقاته ما لاقاہ والموجود فی الملاق الاول وفی الملتقی فیہ الثانی هذا کل ما ذکرہ فی الرسالۃ وههنا اعنی فی بحث الماء المطلق فی البحر اما ما ذکر فی مسألۃ البئر جحط مفرعا علی قول الحلیۃ الماء المستعمل هو الذی لاقی الرجل بقولہ فعلی هذا قولهم (ای فیمن نزل البئر للاغتسال) صار الماء مستعملا معناہ صار الماء الملاقی للبدن مستعملا لا جمیع ماء البئر[1] اھ فقد قدمنا الکلام علیہ کافیا شافیا بتوفیق اللہ تعالٰی تحت الحادی والعشرین من الکلام مع العلامۃ قاسم وثلثۃ حجج قبلہ من التاسع عشر فهذہ اربعۃ۔

قربۃ کی ادائیگی کے باعث ہوتا ہے اور یہ اسی وقت ہوگا جبکہ وُہ مُحدِث یا متقرب کے بدن سے لگے نہ کہ اُس چیز کو لگے جو بدن کو لگی ہے، اور جو چیز مُلاقی میں موجود ہے وہ اوّل ہے اور مُلتقی میں دوسری چیز ہے یہ رسالہ میں ہے، اور بحر کی مطلق پانی کی بحث میں ہے اور بحر نے مسئلہ جحط میں حلیہ کے اس قول پر تفریع کی ہے "الماء المستعمل هو الذی لاقی الرجل" (مستعمل پانی وہ ہے جو آدمی کے جسم سے متصل ہو) تفریع کے لفظ یہ ہیں، تو اس بنا پر ان کا قول (یعنی جو شخص کنوئیں میں نہانے کو اُترا) پانی مستعمل ہوگیا، اس کا مفہوم یہ ہے کہ بدن کو لگنے والا پانی مستعمل ہوگیا' یہ نہیں کہ کنوئیں کا سارا پانی مستعمل ہوجائے، اھ ہم نے اس پر مکمل بحث علامہ قاسم کے کلام پر گفتگو کرتے ہُوئے اکیسویں نمبر کے تحت کردی ہے اور اس سے قبل انیسویں نمبر میں تین دلائل بیان کیے ہیں تو یہ چار ہوئے۔

واقول خامسا لو صح هذا لما احتجتم الی حمل تلك الروایات الظاهرۃ الکاثرۃ الوافرۃ علی روایۃ ضعیفۃ مرجوحۃ نادرۃ وکان یکفیکم ان تقولوا نعم صار مستعملا لکن ما لاقی البدن او الکف وهو مستهلك مغلوب فلا یضر۔

خامساً میں کہتا ہوں اگر یہ بات درست ہوتی تو آپ ان کثیر ظاہر روایات کو ایک ضعیف روایت پر محمول نہ کرتے بلکہ صرف اتنا کہتے کہ ہاں وہ پانی مستعمل ہوگیا ہے، لیکن جو پانی بدن اور ہاتھوں کو لگا ہے وہ تھوڑا سا ہے اور مغلوب ہے تو نقصان دہ نہ ہوگا۔

وسادسا حیث حکموا بسقوط الاستعمال فی ادخال الکف والانغماس

سادساً مشایخ نے سقوطِ استعمال کا حکم لگایا ہے ہاتھ ڈالنے اور غوطہ کھانے کی صورت میں،

www.alahazratnetwork.org

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۸

اطبقوا سلفا وخلفا وانتم معهم على تعليله بالضرورة كما قدمنا عن الفتح والخلاصة والتبيين والبزازية والكافي والخانية و الغنية والحلية والنهر والقدوري و الجرجاني والبرهان والصغرى والفوائد الظهيرية والشمس الائمة الحلوانی وعن بحرکم و عنکم عن شمس الائمة السرخسی وشارح الهداية الخبازی والمحقق حیث اطلق والزیلعی وابی الحسن وابی عبدالله رحمهم الله تعالٰی و قدمناه عن الخلاصة عن نص محرر المذهب محمد فی کتاب الاصل وعن الفتح عن کتاب الحسن عن صاحب المذهب الامام الاعظم رضی الله تعالٰی عنهم ولو کان لایستعمل الا ما لصق بالبدن فای حرج یلحق وای ضرورة تمس فان الماء مع ثبوت الاستعمال یبقی طاهرا مطهرا کما کان۔

وسابعا قدمنا عن الامام شمس الائمة الکردری ان ادخال المحدث یده فی الماء لا لضرورة یفسده[1] وعنکم عن المبتغی انه یفسد الماء[2] وعنکم عن المبسوط عن نص محمد فی الاصل اغتسل الطاهر فی البئر افسده[3] وعن مجمع الانهر فسد عند الکل[4] وعن

سلف سے خلف تک اسی پر چلے آرہے ہیں اور آپ بھی ان کے ہمنوا ہیں اور اس کے لیے علت ضرورت بتائی ہے جیسا کہ ہم فتح، خلاصہ، تبیین، بزازیہ، کافی، خانیہ، غنیہ، حلیہ، نہر، قدوری، جرجانی، برہان، صغری، فوائد ظہیریہ، شمس الائمہ حلوانی، بحر اور آپ کی سند سے شمس الائمہ سرخسی سے، شارح ہدایہ خبازی، محقق (انھوں نے اطلاق سے کام لیا) ابو الحسن و ابو عبداللہ سے روایت کرآئے ہیں اور اسکو ہم نے خلاصہ سے محرر المذہب امام محمد کا قول ان کی اصل سے نقل کیا ہے اور فتح سے حسن کی کتاب سے صاحب المذہب امام اعظم سے نقل کیا ہے، اگر صرف اتنا ہی مستعمل ہوتا ہے جو بدن سے لگا ہو تو کیا حرج لاحق ہوتا ہے؟ اور کونسی ضرورت درپیش ہوتی ہے؟ کیونکہ پانی باوجود ثبوت استعمال کے طاہر مطہر ہی رہے گا جیسا کہ پہلے تھا۔

سابعاً ہم امام شمس الائمہ کردری سے نقل کرآئے ہیں کہ محدث کا اپنے ہاتھ کو پانی میں بلا ضرورت ڈالنا پانی کو فاسد کردیتا ہے اور تم سے مبتغی سے روایت کی ہے کہ وہ پانی کو فاسد کردیتا ہے اور تم سے مبسوط سے، محمد کی اصل میں نص سے روایت کی ہے کہ اگر پاک آدمی کنویں میں غسل کرے تو اس کو فاسد

www.alahazratnetwork.org

١؎ الهندية بالمعنى	فصل فيما لا يجوز به الوضوء	نورانی کتب خانہ پشاور	١/٢٢
٢؎ الهندية "	" "	" " "	١/٢٣
٣؎ بحر الرائق	کتاب الطہارت	سعید کمپنی کراچی	١/٩٦
٤؎ مجمع الانہر	فصل فی الماء	بیروت	١/٣١

الھندیة عن النهایة یفسد بالاتفاق[1] وَلفظ العنایة فسد الماء عند الکل[2] وَعنکم عن الدرایة والعنایة وَغیرھما یفسد عند الکل[3] فھذا صریح نص محمد فی الروایة الظاھرة وصرائح لنقول الاجماع فی الکتب المعتمدة منھا بحرکم علی ان الماء کلہ یصیر مستعملا حتی لایبقی صالحا لان یتوضأ بہ اذ لیس الفساد الاخروج الشیئ عما یصلح لہ ولوکان یجوز بہ الوضوء فای شیئ فسد وکیف فسد۔

کردے گا، اور مجمع الانہر میں ہے کہ سب کے نزدیک فاسد ہوگیا اور ہندیہ سے نہایہ سے منقول ہے کہ بالاتفاق فاسد ہوجائے گا، اور عنایہ کے الفاظ یہ ہیں کہ سب کے نزدیک پانی فاسد ہوگیا اور تم سے درایہ و عنایہ وغیرہما سے روایت کی ہے سب کے نزدیک فاسد ہوگیا تو یہ ظاہر روایت میں محمد کی صریح نص ہے، اور اجماع کی صریح نقول کتب معتمدہ میں موجود ہیں، بحر میں ہے علاوہ ازیں تمام پانی مستعمل ہوجاتا ہے حتی کہ اس سے وضو بھی نہیں کیا جاسکتا ہے کیونکہ فساد کے معنی ہی یہ ہیں کہ جو چیز جس کام کی صلاحیت رکھتی تھی اب اس کے لائق نہ رہی اور اگر اس سے وضو جائز ہے تو پھر اس میں فساد کیوں اور کیسے ہُوا؟ (ت)

وثامناً قدمنا عن الفتح عن کتاب الحسن عن صاحب المذھب الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ التصریح بابین لفظ لایقبل تاویلا ولایرضی تحویلا وھو قولہ رضی اللہ تعالٰی عنہ لویجز الوضوء منہ فثبت قطعا ان لامساغ لھذا التاویل وانہ مضاد لصریح نص امام المذھب وجلی نص محمد فی ظاھر الروایة بل مصادم لاجماع ائمة المذھب المنقول فی المعتمدات کبحرکم فالحق الناصع ھوالمذھب المنصوص علیہ من ائمة المذھب فی الکتب الظاھرة المطبق علیہ فی الروایات المتواترة

ثامناً ہم نے فتح کے حوالہ سے حسن کی کتاب سے صاحبِ مذہب امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے، اور یہ اتنا واضح اور صریح قول ہے کہ کسی قسم کی تاویل کو قبول نہیں کرتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ اس سے وضوء جائز نہیں، تو قطعی طور پر ثابت ہوگیا کہ اس تاویل کی کوئی گنجائش نہیں اور یہ امام مذہب کے نص صریح کے مخالف ہے اور امام محمد کے واضح نص کے بھی خلاف ہے بلکہ کتب معتمدہ میں ائمہ مذہب کا جو اجماع منقول ہے اس کے بھی مخالف ہے، مثلاً آپ ہی کی بحر میں حکایت اجماع موجود ہے تو حق وہی ہے جو ظاہر روایت کی کتب میں ائمہ مذہب سے

---

[1] ہندیة الفصل الثانی من المیاہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۳
[2] عنایة مع فتح القدیر ماء الذی یجوز بہ الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۹
[3] حاشیہ الہدایة " " المکتبة العربیہ کراچی ۱/۲۳

اعنی ثبوت الاستعمال لجمیع الماء القلیل قلیلا کان او کثیرا بدخول جزء من بدن محدث فیہ لم یرو ومایخالفہ ولم یرفی کلام احد ما ینازعہ الا لفظۃ وقعت فی کلام البدائع فی تعلیل وجدل مع وفاقہ فی المروی وما قدر بحث مع نصوص صاحب المذھب وتصریح محررہ فی کتاب ظاھر الروایۃ بل مع اجماع ائمۃ المذھب لاجرم ان بقیت تلک الکلمۃ لم یعرج علیہا احد فیما نعلم الی عصر الامام المحقق علی الاطلاق حتی اتی تلمیذاہ العلامتان القاسم والحلبی فاثراھا، واثراھا واثاراھا، وجعلھا العلامۃ قاسم نصا مرویا، وحکما مرضیا، ترد بہ نصوص المذھب المشھورۃ، والفروع المتواترۃ فی الکتب المنشورۃ، الی روایۃ ضعیفۃ مھجورۃ، ولم یات علیھا بروایۃ منقولۃ ماثورۃ، ولا درایۃ مقبولۃ منصورۃ، فالمذھب ھو المتبع، والحق احق ان یتبع، واللہ المستعان، وعلیہ التکلان، وصلی اللہ تعالٰی علی سید الانس والجان، وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ ما تعاقب الملوان، وبارک وسلم ابدا آمین، والحمد للہ رب العالمین۔

الفصل الثالث فی کلام العلامۃ ابن الشحنۃ

رسالتہ رحمہ اللہ تعالٰی اکثر من نصف کراسۃ سلک فیھا مسلکا یخالف ما سلکہ شیخہ العلامۃ

منقول ہے اور جس پر متواتر روایات منطبق ہیں یعنی تمام قلیل پانی پر مستعمل ہونے کا حکم لگایا جانا خواہ قلیل ہو یا کثیر جبکہ محدث کے بدن کا کوئی حصّہ بھی اس میں داخل ہوجائے اس پر یہی حکم ہوگا، اس کے خلاف کسی کے کلام میں منقول نہیں صرف ایک لفظ بدائع میں تعلیل وجدل کے طور پر آیا ہے حالانکہ روایت کردہ پر وہ متفق ہیں لیکن نصوصِ مذہب کی موجودگی میں محض ایک بحث کی کیا قدر و قیمت ہوسکتی ہے، پھر محررِ مذہب کی تصریح ظاہر الروایۃ کی کتاب میں ہے اور ائمہ مذہب کا اجماع ہے، پھر ایک اس کلمہ پر محقق علی الاطلاق کے زمانہ تک کسی نے غور نہ کیا یہاں تک کہ ان کے شاگرد علامہ قاسم اور حلبی آئے تو انہوں نے اس بات کو بڑھایا اور ترجیح دی اور پھیلایا اور علامہ قاسم نے تو اس کو اپنی پسندیدہ نص قرار دیا جس سے نصوص مذہب اور فروع متواترہ تک کو رد کردیا اور اس کی تائید میں صرف ایک ضعیف روایت لاسکے اور کوئی قابلِ عقل یا نقل دلیل پیش نہ کرسکے، تو مذہب حق وہی ہے جس کی پیروی کی گئی ہے اور حق ہی اس کا مستحق ہے کہ اسکا اتباع کیا جائے واللہ المستعان، اسی پر بھروسا ہے، انس وجن کے سردار پر درود اور ان کی آل واصحاب، اولاد اور باقی جماعت پر تاقیامت برکتیں اور سلام نازل ہو، آمین والحمد للہ رب العالمین۔

تیسری فصل علامہ ابن الشحنہ کے کلام میں

ان کا رسالہ آدھی کاپی سے زیادہ ہے اس میں انہوں نے اپنے شیخ علامہ قاسم کے سراسر خلاف راہ اپنائی ہے کیونکہ

www.alahazratnetwork.org

قاسم خلافا کلیا فانه کان ادعی تسویة الملقی
والملاقی فی جواز الوضوء وادعی هذا تسویتهما
فی عدم الجواز ذکر رحمه الله تعالٰی مخاطبا
لسائله سألت ارشدنی الله وایاك عن حوض
دون ثلثة اذرع فی مثلها هل یجوز الوضوء
فیه ام لا وهل یصیر مستعملا بالتوضی فیه
وذکرت ان المفتی به قول محمد رضی الله تعالٰی
عنه انه طاهر غیر طهور وان المتقاطر من
الوضوء قلیل لایقع طهورا اکثر منه فلا
یسلبه وصف الطهوریة واجبتك انه یجوز
الاغتراف منه والتوضی خارجه لا فیه اھ[1]

وہ تو جوازِ وضو میں ملقٰی اور ملاقی کی برابری کے قائل تھے
اور انھوں نے عدمِ جواز میں دونوں کی برابری کا قول
کیا ہے وہ بصیغۂ خطاب فرماتے ہیں تُو نے مجھ سے
سوال کیا خدا تجھ کو اور مجھے ہدایت دے ایک حوض
کے بارے میں جو تین ہاتھ سے کم ہے، اس میں وضو
جائز ہے یا نہیں؟ اور اس میں وضو کرنے سے
پانی مستعمل ہوگا یا نہیں؟ اور تُو نے ذکر کیا کہ مفتی بہ
محمد کا قول ہے کہ وُہ پاک ہے پاک کرنے والا نہیں ہے
اور وضو سے جو ٹپکتا ہے وُہ کم ہے اور جس پانی سے
ملا ہے وہ زیادہ ہے تو وہ اس کی طہوریت کے
وصف کو سلب نہیں کرسکتا ہے، میں نے تجھ کو یہ
جواب دیا ہے کہ اس سے چلّو بھر کر پانی لے کر وضو باہر کرنا جائز ہے اس کے بیچ وضو کرنا جائز نہیں اھ

www.alahazratnetwork.org

اقول فهذا ظاهر فی الملقی وان
المراد التوضی فیه بالمعنی الاول ای بحیث
تقع الغسالة فیه وقد کان السائل نبه علی
الحکم الصحیح فیه ان المتقاطر طاهر
مغلوب لکن اجابه بالمنع وهو خلاف الصحیح
کما علمت **والعجب** ان الشیخ سینقل ان
الصحیح خلافه ثم مشی علیه وکان حریا بنا
ان نحمل کلامه علی التوضی فیه بالمعنی
الثانی ای بغمس الاعضاء فیه ومعنی قوله
التوضی خارجه ان تکون اعضاء المتوضی خارج
الحوض کی یوافق الصحیح ولا ینافض کلام
نفسه فیما ینقل من التصحیح وکان تخطئة
السائل حیث سأل عن الوضوء فیه بغمس

میں کہتا ہوں یہ ملقٰی میں ظاہر ہے اور یہ کہ
اس سے مراد پہلے معنی کے اعتبار سے وضو کرنا ہے یعنی
دھوون اس میں گرے اور سائل نے اس میں
صحیح حکم پر خبردار کیا تھا کہ ٹپکنے والا پانی طاہر مغلوب
ہے مگر انھوں نے اس کا جواب منع کے ساتھ دیا
اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں یہ صحیح کے خلاف ہے،
اور تعجب خیز بات یہ ہے کہ خود شیخ عنقریب یہ نقل
کریں گے کہ صحیح اس کے خلاف ہے اور پھر خود اسی پر
چلے ہیں، اور ہمارے لائق بات تو یہ تھی کہ ہم اس کو دوسرے
معنی میں لیتے وہ یہ کہ اس میں وضو کرنے پر محمول کرتے یعنی
اس میں اعضاء کا ڈبو دینا، اور ان کے اس قول کے
معنی کہ وضو حوض کے باہر، یہ ہیں کہ وضو کرنیوالے کے
اعضاء حوض کے باہر ہوں تاکہ صحیح کے موافق ہو اور خود

---

[1] رسالہ ابن الشحنہ۔

الاعضاء ولم یکن بعدہ محل لذکر قلۃ التقاطر الیسر علینا من تطرق امثال الخلل الی کلام العلامۃ ولکنہ رحمہ اللہ سیصرح بھذا الظاھر فانسد باب التاویل ثم قدم مقدمۃ فی بیان الماء الذی یظھر فیہ اثر الاستعمال والذی لایظھر فیہ قاصدا اثبات ان الحوض المسئول عنہ اعنی الصغیر مما یتأثر بالاستعمال تأثرہ بالنجس فقال اعلم ان الماء الذی یظھر فیہ اثر الاستعمال ھو الذی[1] یظھر فیہ اثر النجاسۃ وکل ما لایظھر فیہ اثر النجاسۃ لایظھر فیہ اثر الاستعمال ولا فرق ثم جعل یسرد الاقوال فی حد القلیل واطال الی ان قال فثبت ح ظھور اثر الاستعمال وھو سلب الطھوریۃ عن ماء الحوض الذی سألت عنہ وکان حکمہ کالاناء والجب والبئر ولھ

کلام آپس میں متناقض نہ ہو یعنی اُس تصحیح کے جو نقل کی جائے گی، اور انہوں نے سائل کو غلط اس لیے ٹھہرایا کیونکہ اس نے یہ سوال کیا تھا کہ وہ اپنے اعضا کو حوض میں داخل کرکے وضو کرنا چاہتا ہے اس کے بعد اس کا محل نہ تھا کہ ٹپکنے والا کم ہے یہ ہم پر بہ نسبت اس کے آسان ہے کہ علامہ کے کلام میں خلل کو مان لیں مگر وہ خود اس ظاہر کی تصریح کریں گے تو تاویل کا باب بند ہوگیا، پھر ایک مقدمہ اُس پانی کے بارے میں بیان کیا جس میں اثرِ استعمال ظاہر ہوتا ہے اور جس میں نہیں ہوتا ہے، اس سے ان کا ارادہ یہ بتانا کہ وہ چھوٹا حوض جس کے بارے میں دریافت کیا جارہا ہے مستعمل پانی سے اسی طرح متاثر ہوتا ہے جس طرح نجس پانی سے، اور فرمایا جاننا چاہیے کہ وہ پانی جس میں استعمال کا اثر ظاہر ہوتا ہے یہی ہے جس میں نجاست کا اثر ظاہر ہوتا ہے اور جس میں نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو اس میں استعمال کا اثر بھی ظاہر نہ ہوگا اور کوئی فرق نہیں، پھر انہوں نے قلیل کے حد میں کئی اقوال پیش کیے اور کافی طوالت اختیار کی اور آخر میں کہا، تو ثابت ہوگیا کہ استعمال کے اثر ظاہر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تم نے جس حوض کی بابت دریافت کیا ہے اس کے پانی سے طہوریت سلب

---

[1] تعقیب المسند الیہ بضمیر الفصل یفید قصر المسند علی المسند الیہ فمفاد القضیۃ الاولٰی ان تأثیر النجاسۃ مقصور علی ما یؤثر فیہ الاستعمال ای کل ما لایظھر فیہ اثر الاستعمال لایظھر فیہ اثر النجاسۃ ثم ذکر عکسہ کلیا فافاد انھما شیئ واحد وانہ لا انفکاک لتأثیر عن اٰخراہ منہ غفرلہ۔ (م)

[1] مسند الیہ کے بعد ضمیر فصل لانا مسند کے مسند الیہ پر حصر کا فائدہ دیتا ہے تو پہلے قضیہ کا فائدہ یہ ہے کہ نجاست کا مؤثر ہونا اس چیز پر منحصر ہے جس میں استعمال مؤثر ہو یعنی جس میں استعمال کا اثر ظاہر نہ ہو اس میں نجاست کا اثر بھی ظاہر نہ ہوگا پھر انہوں نے اس کا عکس کلی ذکر کیا جس کا مفاد یہ ہے کہ دونوں شیئ واحد ہیں اور یہ کہ ایک کی تاثیر دوسرے سے جُدا نہ ہوگی ا ھ منہ غفرلہٗ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ہوگئی اور اس کا حکم برتن، گڑھے اور کنویں کی مانند ہوگیا۔

اقول رحمکم اللّٰہ کل ما اتیتم بہ الی ھنا انما بین ان القلیل الذی تؤثر فیہ النجاسۃ کذا وکذا ولیس فی شیئ منہ ما یدل علی ان کل قلیل یتأثر بالاستعمال کالنجاسۃ وانما کان المقصود فیہ ولم تذکروا فیہ غیر قولکم ان کل ما تأثر بہا تأثر بہ ولا فرق وھی القضیۃ الاولی فی کلامکم اما الاخری القائلۃ ان کل ما تأثر بہ تأثر بہا فلا کلام فیہا ولا تمس المقصود اصلا ثم ذکر تکمیلا لتوضیحہ وسرد فیہ فرع[1] الخلاصۃ ان الحوض الصغیر قیاس الاوانی والحباب لایجوز التوضی فیہ ولو وقعت فیہ قطرۃ خمر تنجس وفرع البزازیۃ والتجنیس والخانیۃ اذا نقص الحوض من عشر فی عشر لایتوضؤ فیہ بل یغترف منہ[2] ویتوضؤ خارجہ ولفظ الخانیۃ لایجوز فیہ الوضوء[3] ولفظ التجنیس اعلاہ عشر فی عشر واسفلہ اقل وھو ممتلئ یجوز التوضی فیہ والاغتسال فیہ وان نقص لا ولکن یغترف منہ ویتوضأ اھ[4] **قلت** وفی عکسہ عکسہ ای اذا کان اسفلہ عشرا فی عشر اعلاہ

میں کہتا ہوں یہاں تک آپ نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ قلیل پانی وہ ہے جس میں نجاست اثر کرے وہ پانی فلاں فلاں ہے، اس میں یہ کہیں نہیں ہے کہ ہر قلیل پانی استعمال سے متاثر ہوتا ہے جس طرح کہ نجاست سے متاثر ہوتا ہے اور اس سے وہ مقصود تھا جس کا آپ نے ذکر نہیں کیا صرف یہ ذکر کیا ہے کہ ہر پانی جو نجاست سے متاثر ہوگا وہ استعمال سے بھی متاثر ہوگا بغیر کسی فرق کے، یہ ہوا پہلا قضیہ تمہارے کلام میں اور دوسرا قضیہ یہ ہے کہ جو پانی استعمال سے متاثر ہوگا وہ نجاست سے بھی متاثر ہوگا، تو اس میں کلام نہیں، اور اس کا مقصود سے کوئی تعلق نہیں، پھر اپنی وضاحت کی تکمیل کی اور یہ فروع ذکر کیں، فرع خلاصہ کہ چھوٹا حوض جو برتنوں اور گڑھوں کی مانند ہو اس میں وضو جائز نہیں ہے، اور اس میں اگر ایک قطرہ شراب کا گر جائے تو وہ نجس ہوجائے گا۔ بزازیہ، تجنیس اور خانیہ میں ہے کہ جب حوض دہ در دہ سے کم ہو تو اس میں وضو نہ کریگا بلکہ اس میں سے چلو کے ذریعے لے گا اور وضو حوض سے باہر کرے گا، اور خانیہ کے الفاظ یہ ہیں اس میں وضو جائز نہیں، اور تجنیس کے الفاظ یہ ہیں کہ اس کا بالائی حصہ دہ در دہ ہے اور نچلا

---

[1] خلاصۃ الفتاوی — الجنس الاول فی الحیاض — نولکشور لکھنؤ ۱/۵
[2] بزازیہ مع الہندیہ — نوع فی الحیض — نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۵
[3] قاضی خان — فصل فی الماء الراکد — نولکشور لکھنؤ ۱/۴
[4] بحر الرائق — کتاب الطہارۃ — سعید کمپنی کراچی ۱/۷۷

اقل لم یجز الوضوء فیہ مطلقا فاذا انقص وبلغ الکثرۃ جاز وبہ یلغز ای ماء لایجوز الاغتسال فیہ مادام کثیرا واذا قل جاز وفرع الخانیۃ[۱] خندق طولہ مائۃ ذراع او اکثر فی عرض ذراعین قال عامۃ المشایخ لایجوز فیہ الوضوء ثم حکی عن بعضھم الجواز ان کان ماؤہ لو انبسط یصیر عشرا فی عشر اھ[۲] قلت وھو المختار درر عن عیون المذاھب والظھیریۃ وصححہ فی المحیط والاختیار وغیرھما واختار فی الفتح القول الاٰخر وصحح تلمیذہ الشیخ قاسم لان مدار الکثرۃ علی عدم خلوص النجاسۃ الی الجانب ولاشک فی غلبۃ الخلوص من جھۃ العرض[۲] اھ ش۔

کم ہے اور وہ بھرا ہُوا ہو تو اس سے وضو بھی جائز ہے اور غسل بھی، اور کم ہو تو جائز نہیں البتہ اس سے چُلّو بھر کر پانی لے کر وضو کرسکتا ہے۔ میں کہتا ہوں اس کے عکس میں حکم برعکس ہے یعنی جب اس کا نچلا حصہ دہ در دہ ہو اور اوپر والا کم ہو تو اس میں وضو جائز نہیں جبکہ بھرا ہوا ہو، پس جب کم ہوجائے اور کثرت کو پہنچ جائے تو جائز ہے، اسی سے ایک فقہی پہیلی مشہور ہے"وہ کون سا پانی ہے کہ جب کثیر ہو تو اُس سے غسل جائز نہیں اور جب کم ہو تو جائز ہے۔ خانیہ کی فرع، ایک خندق ہے جس کی لمبائی سَو ہاتھ یا اُس سے زیادہ ہے اور چوڑائی دو ہاتھ ہے تو عام مشایخ فرماتے ہیں اُس سے وضو جائز نہیں، اور بعض مشایخ سے جواز منقول ہے، بشرطیکہ وہ حوض ایسا ہو کہ اگر اس کے پانی کو پھیلایا جائے تو وہ دہ در دہ ہوجائے اھ میں کہتا ہوں یہی مختار ہے اس کو درر نے عیون المذاہب سے اور ظہیریہ سے نقل کیا اور محیط واختیار وغیرہما نے اس کی تصحیح کی، اور فتح میں دوسرے قول کو اختیار کیا اور اس کی تصحیح ان کے شاگرد شیخ قاسم نے کی کیونکہ کثرت کا دارومدار نجاست کے دوسری جانب نہ پہنچنے پر ہے، اور اس میں شک نہیں کہ خلوص کا غلبہ چوڑائی کی طرف سے ہے اھ ش

اقول ھذا غیر مسلم اذلو کان علیہ المدار لما جاز الوضوء فی الماء الکثیر من الجانب الذی فیہ النجاسۃ ولیس کذلک فعلوان المدار ھو المقدار اعنی المساحۃ فلاحاجۃ الی العرض وقد قال المحقق نفسہ قالوا فی غیر المرئیۃ یتوضؤ من جانب الوقوع وفی المرئیۃ لاوعن

میں کہتا ہوں یہ مسلّم بات نہیں ہے کیونکہ اگر اسی پر مدار ہوتا تو کثیر پانی میں اس جانب سے وضو جائز نہیں ہوتا جس میں کہ نجاست ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے تو معلوم ہُوا کہ اصل چیز مقدار ہے یعنی پیمائش، تو چوڑائی کی کوئی حاجت نہیں، اور خود محقق نے فرمایا ہے" مشایخ کا غیر مرئی نجاست میں

---

[۱] قاضی خان | فصل فی الماء الراکد | نولکشور لکھنؤ | ۱/۳

[۲] ردالمحتار | باب المیاہ | مصطفی البابی مصر | ۱/۱۴۲

ابی یوسف انه کالجاری لایتنجس الا بالتغیر وهو الذی ینبغی تصحیحه لان الدلیل انما یقتضی عند الکثرة عدم التنجس الا بالتغیر من غیر فصل وهو ایضا الحکم المجمع علیه علی ما قدمناه من نقل شیخ الاسلام ویوافقه ما فی المبتغی ان ماء الحوض فی حکم ماء جار[1] اھ و العلامة نفسه اطال فیه الکلام فی رسالته تلك واحتج بالاحادیث والاٰثار وقال فی اٰخره فثبت ان ماء الغدیر لایتنجس الا بالتغیر سواء کان الواقع فیه مرئیا او غیر مرئی فالجاری اولٰی[2] اھ وقال قبله علی قول صاحب الاختیار ان کانت النجاسة مرئیة لایتوضؤ من موضع الوقوع الخ مانصه یقال له اذا کان الحکم ھذا فاین الاصل الذی ادعیته وھو ان الکثیر لاینجس وکیف خرج ھذا عن دلیل الاصل الذی اوردته وھو الحدیث[3] الخ وقال علی قول البدائع انکانت مرئیة لایتوضؤ من الجانب الذی فیه الجیفة مانصه کل مخالف للاصل المذکور والحدیث[4] اھ

کہتا ہے کہ جہاں نجاست گری ہے وہاں سے وضو کرسکتا ہے اور مرئیہ میں نہیں، اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ یہ جاری پانی کی طرح ہے جب تک تغیّر نہ ہوگا نجس نہ ہوگا اسی کی تصحیح ہونی چاہئے، کیونکہ دلیل کا تقاضا تو یہ ہے کہ کثرت کی صورت میں صرف اسی وقت ناپاک ہو جبکہ تغیّر آجائے اور اس میں کوئی قید نہ ہو، یہ بھی اجماعی حکم ہے ہم اس پر شیخ الاسلام کی نقل بیان کرآئے ہیں؛ اور مبتغٰی میں اسکے موافق ہے کہ حوض کا پانی جاری پانی کے حکم میں ہے اھ اور علامہ نے خود اپنے اس رسالہ میں اس پر طویل بحث کی ہے اور احادیث وآثار سے استدلال کیا ہے اور اس کے آخر میں فرمایا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ تالابوں کا پانی صرف تغیّر سے ناپاک ہوتا ہے خواہ گرنے والی چیز مرئی ہو یا غیر مرئی، تو جاری میں یہ حکم بطریق اولٰی ہوگا اھ اور اس سے قبل صاحبِ اختیار پر کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر نجاست مرئیہ ہو تو گرنے کی جگہ سے وضو نہیں کریگا الخ ان کی عبارت اس طرح ہے "اُس سے کہا جائیگا کہ جب حکم یہ ہے تو اس اصل کا کیا ہوا جو آپ نے بیان کی تھی کہ کثیر پانی ناپاک نہیں ہوتا اور یہ اُس دلیل اصل سے کیسے خارج ہوگیا جس کو آپ نے بیان کیا تھا اور وہ حدیث ہے الخ اور بدائع کے قول پر فرمایا کہ اگر نجاست مرئیہ ہو تو جہاں مردار گرا ہے وہاں سے

www.manazratnetwork.org

---

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۲
[2] زہر الروض فی مسئلۃ الحوض
[3] ایضاً
[4] ایضاً

وضو نہیں کرے گا، ان کی یہ تمام عبارت اصل مذکور اور حدیث کے مخالف ہے اھ

ثم اقول بل ادارۃ الامر علیہ یبطل اعتبار العرض فان المناط ح ان یکون بین النجاسۃ والماء الذی یرید ان یأخذہ عشرۃ اذرع فاذا وقع النجس فی احد اطراف ذلک الخندق لم یخلص الی الطرف الاٰخر طولا وان خلص عرضا فیجوز الاخذ من الطول بعد عشرۃ اذرع وان لم یجز من العرض **بل ھی** تبطل اعتبار المساحۃ رأسا اذ المدار علی ھذا علی الفصل فلو ان خندقا طولہ عشرۃ اذرع وعرضہ شبر وقع فی طرف منہ نجس جاز الوضوء من الطرف الاٰخر لوجود الفصل المانع للخلوص وھذا لا یقول بہ احد منا **ولو** وقع النجس فی الوسط والغدیر عشر فی عشر بل عشرون فی العشرین الا اصبعا فی الجانبین تنجس کلہ لان الفصل فی کل جانب اقل من عشر وکذا اذا کان مائۃ فی مائۃ بل الفا فی الف ووقع بفصل عشر فی الاطراف ثم کل عشرین فی الاوساط قطرۃ نجس وجب تنجس الکل من دون تغیر وصف، مع کونہ عشرۃ آلاف

پھر میں کہتا ہوں کہ اس پر دارومدار کرنا عرض کے اعتبار کو باطل کر دیتا ہے کیونکہ اس وقت علت حکم یہ ہے کہ اس کے اور نجاست کے درمیان دس ہاتھ کا فاصلہ ہو تو اگر اس خندق کے ایک کنارے میں نجاست گر گئی تو وہ لمبائی میں دوسرے کنارے تک نہیں آسکتی اگرچہ چوڑائی میں دوسری طرف پہنچ جائے، تو لمبائی میں دس ہاتھ کے بُعد سے اس پانی کا استعمال جائز ہوگا اگرچہ چوڑائی سے جائز نہیں، بلکہ یہ مساحت کے اعتبار کو باطل کرتا ہے کیونکہ اس صورت میں دارومدار فصل پر ہے اب اگر کسی خندق کی لمبائی دس ہاتھ ہے مگر چوڑائی ایک بالشت ہے اور اس کے ایک کنارہ میں نجاست گر جائے تو دوسرے کنارے سے وضو جائز ہے کیونکہ خلوص کے لیے مانع موجود ہے، اور ہم میں سے یہ قول کسی کا نہیں۔ اور اگر نجاست تالاب کے بیچوں بیچ گر گئی اور تالاب دہ در دہ بلکہ بست در بست ہے مگر دونوں طرف سے ایک ایک انگل کم ہے تو پورے کا پورا ناپاک ہو جائے گا، کیونکہ فصل ہر جہت میں دس سے کم ہے، اسی طرح اگر وہ سَو در سَو ہو بلکہ ہزار در ہزار ہو، اور نجاست دس دس ہاتھ

www.alahazratnetwork.org

لہ فتکفی لتنجیس عشرۃ آلاف ذراع خمس وعشرون قطیرۃ کحبۃ الجاورس مثلا ولتنجیس ماء منبسط فی الف الف ذراع الفان وخمسمائۃ۔ اھ منہ غفر لہ۔ (م)

دس ہزار گز کو نجس کرنے کے لیے نجاست کے پچیس قطرے باجرہ کے دانہ برابر کافی ہیں اور ایک لاکھ گز میں پھیلنے والے پانی کو نجس کرنے کے لیے دو ہزار پانچ سو قطرے کافی ہیں اھ منہ غفرلہ (ت)

ذراع بل الف الف، فالحق ان المدار ھو المقدار، والماء بعدہ کماء جار، واللہ تعالٰی اعلم۔

کے فاصلہ سے اطراف میں واقع ہو اور پھر ہر بیچ کے درمیان میں ایک نجس قطرہ ہو تو کل نجس ہو جائیگا خواہ وصف میں تغیر نہ ہوا ہو دس ہزار گز ہونے کے باوجود بلکہ لاکھ گز گنے کے باوجود حق یہ ہے کہ دارو مدار مقدار پر ہے اور پانی اس کے بعد ماءِ جاری کی طرح ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول ویظھر للعبد الضعیف انہ کان ینبغی ان یجعل ھذا ھو المقصود بظاھر الروایۃ ان الکثیر ما لا یخلص بعضہ الی بعض واعتبرہ بالارتفاع والانخفاض بتحریك الوضوء من ساعتہ او الغسل او الاغتراف او التکدر او سرایۃ الصبغ والاول ھو الصحیح ویقرر ان المقصود بہ لیس الا تحصیل جامع بینہ وبین الجاری قال الامام ملك العلماء فی البدائع عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی جاھل بال فی الماء الجاری ورجل اسفل منہ یتوضؤ بہ قال لاباس بہ وھذا لان الماء الجاری مما لا یخلص بعضہ الی بعض فالماء الذی یتوضؤ بہ یحتمل انہ نجس ویحتمل انہ طاھر والماء طاھر فی الاصل فلا نحکم بنجاستہ بالشك[1] اھ۔

میں کہتا ہوں اس عبدِ ضعیف پر یہ ظاہر ہوا کہ مناسب یہ تھا کہ اسی کو ظاہر الروایۃ کا مقصود بنایا جاتا یعنی کثیر وہ ہے کہ بعض بعض میں شامل نہ ہو اور اس میں انہوں نے پانی کے زیروبم کا لحاظ کیا ہے، وضو، غسل، چُلّو سے پانی لینے، گدلا ہونے یا رنگ کے سرایت کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے، اور اول ہی صحیح ہے، اور یہ مقرر ہے کہ مقصود اس پانی اور جاری پانی میں کوئی جہت جامعہ تلاش کرنا ہے، ملک العلماء نے بدائع میں ابو حنیفہ سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی جاہل جاری پانی میں پیشاب کرے اور اس کے نچلے حصے میں کوئی شخص وضو کر رہا ہو تو فرمایا کچھ مضائقہ نہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جاری پانی کے اجزا ایک دوسرے میں شامل نہیں ہوتے ہیں، تو جس پانی سے وہ وضو کر رہا ہے اس کے بارے میں احتمال ہے کہ پاک ہو اور احتمال ہے کہ ناپاک ہو، اور پانی اصل کے اعتبار سے پاک ہے تو شک کی بنا پر اس پر ناپاکی کا حکم نہیں کیا جائے گا اھ

www.alahazratnetwork.org

اقول معناہ ان البول یستھلك فی الماء فیصیر کجزء منہ لکن لا یطھر نجاستہ عینا فھذا ماء بعضہ نجس غیر ان الماء الجاری لا یتأثر بقیتہ بھذا البعض وھذا معنی قولہ لا یخلص

میں کہتا ہوں اس کے معنی یہ ہیں کہ پیشاب پانی میں گُم ہوجاتا ہے اور اس کے ایک جز کی طرح ہوجاتا ہے لیکن وہ پاک نہیں کرتا ہے کہ اس کی ذات نجس ہے تو یہ ایسا پانی ہے جس کا بعض نجس ہے مگر جاری پانی

---

[1] بدائع الصنائع المقدر الذی یصیر المحل نجسا سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳

بعضہ الی بعض فانہ فہم [ف۱] صار دعلیہ العلامۃ قاسم فی الرسالۃ بقولہ ھذا مما لایکاد یفھم و من نظر تدافع امواج الانھار جزم بخلاف مقتضی ھذہ العبارات اھ[۱] وکانہ ظن ان المراد لا یصل بعضہ الی بعض [ف۲] ولو ارید ھذا لم یکن فی تدافع الامواج ما یدفعہ فان التموج حین یوصل الماء الاول مکان الثانی ینقل الثانی الی مکان الثالث فلا یثبت وصول الاول الی الثانی بل الی مکانہ الاول و بالجملۃ المقصود حصول ھذا المعنی الملحق ایاہ بالجاری فاذا حصل لحق وصار لا یقبل النجاسۃ اصلا لا انہ یتنجس من موضع النجاسۃ الی حیث یخلص بعضہ الی بعض و یبقی الباقی علی طھارتہ حتی یجب ان یترک من موضع النجاسۃ قدر حوض صغیر کما ھی روایۃ الاملاء [ف۳] وذلک لان الماء یتنجس بالمتنجس تنجسہ بالنجس فان صار قدر ما یخلص الیہ نجسا کیف یبقی ما بعدہ طاھرا مع اتصالہ بہ و واللہ تعالٰی اعلم ھذا وذکر المسألۃ فی البدائع فجعل الجواز احکم وعدمہ احوط حیث قال اذا کان الماء الراکد لہ طول بلا عرض کالانھار التی فیھا میاہ راکدۃ لم یذکر فی ظاھر الروایۃ وعن ابی نصر محمد بن محمد بن سلام

کے بقیہ اجزاء اس سے متاثر نہیں ہوتے ہیں، اور یہی مفہوم اس عبارت کا ہے کہ اس کا بعض حصہ دوسرے بعض کی طرف نہیں پہنچتا ہے، تو وہ اعتراض جو علامہ قاسم نے اپنے رسالہ میں کیا وُہ ختم ہوا، اعتراض یہ ہے "یہ ایک ناقابلِ فہم چیز ہے اور جو شخص بھی نہروں کی ٹکراتی ہوتی موجوں کا مشاہدہ کرے گا اس کو معلوم ہوجائیگا کہ ان عبارات میں جو لکھا ہے وُہ غلط ہے" اور غالباً انہوں نے اس کا مطلب یہ سمجھ لیا کہ پانی کا بعض حصّہ دوسرے بعض تک نہیں پہنچتا ہے، اگر بات یہی ہوتی تو موجوں کے ٹکراؤ سے اس کی تردید نہ ہوتی، کیونکہ موج جب پہلے کو دوسرے کی جگہ لے جائے گی تو دوسرے کو تیسرے کی جگہ لے جائے گی تو پہلا پانی دوسرے پانی کی جگہ تک نہیں پہنچے گا بلکہ اس کی پہلی جگہ تک پہنچے گا، خلاصہ یہ کہ اس میں اس وصف کا حاصل ہونا ہے جو اس کو جاری پانی سے ملاتا ہے، اگر یہ وصف پایا جائیگا تو وہ جاری پانی کے حکم میں ہوگا اور نجاست کو بالکل قبول نہ کرے گا، یہ نہیں کہ نجاست کی جگہ سے وہ ناپاک ہوجائے گا، اور جہاں تک اس کے اجزاء جائیں گے اور باقی اپنی اصلی طہارت پر باقی رہے گا یہاں تک کہ نجاست کی جگہ سے چھوٹے حوض کی مقدار میں جگہ چھوڑ دی جائے جیسا کہ یہ املاء کی روایت ہے کیونکہ پانی ناپاک چیز سے ایسا ہی ناپاک ہوجاتا ہے جیسا کہ خود نجس چیز سے، تو اگر اتنی مقدار جو اس کی طرف

[۱] رسالہ لعلامہ قاسم

www.alahazratnetwork.org

ان كان طول الماء مما لا يخلص بعضه الى بعض يجوز التوضؤ به وعن ابي سليمٰن الجوزجاني لا وعلى قوله لو وقعت فيه نجاسة ان كان فى احد الطرفين ينجس مقدار عشرة اذرع وان كان فى وسطه ينجس من كل جانب مقدار عشرة اذرع فما ذهب اليه ابو نصر اقرب الى الحكم لان اعتبار العرض يوجب التنجيس واعتبار الطول لا يوجب فلا ينجس بالشك وما قاله ابو سليمٰن اقرب الى الاحتياط لان اعتبار الطول ان كان لا يوجب التنجيس فاعتبار العرض يوجب فيحكم بالنجاسة احتياطا اھ۔[1]

آرہی ہے نجس ہوجائے تو اس کے بعد جو بچا ہے وہ طاہر کیسے رہے گا حالانکہ وہ بھی اس کے ساتھ متصل ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ بدائع میں مسئلہ کا ذکر کیا اور جواز کو مضبوط اور عدم جواز کو احوط قرار دیا، فرمایا جب پانی ٹھہرا ہوا ہو اس میں طول ہو مگر عرض نہ ہو جیسا کہ نہروں میں ٹھہرا ہوا پانی۔ ظاہر روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے، اور ابو نصر محمد بن محمد بن سلام سے مروی ہے کہ اگر پانی کی لمبائی ایسی ہے کہ پانی کا بعض دوسرے بعض تک نہ پہنچتا ہو تو اس سے وضو جائز ہے، ابو سلیمان الجوزجانی سے ہے کہ نہیں، اور ان کے قول پر اگر اس میں نجاست پڑ جائے تو اگر وہ کسی ایک کنارے پر ہو تو دس ہاتھ کی تعداد پر ناپاک ہوجائے گا، اور اگر درمیان میں ہو تو ہر جانب سے دس ہاتھ ناپاک ہوجائے گا تو ابو نصر کا قول اقرب الی الحکم ہے کیونکہ چوڑائی کا اعتبار ناپاک کرتا ہے اور لمبائی کا اعتبار نجاست لازم نہیں کرتا، تو شک سے ناپاک نہ ہوگا، اور جو ابو سلیمان نے کہا وہ اقرب الی الاحتیاط ہے کیونکہ لمبائی کا اعتبار اگر نجس کرنے کو واجب نہیں کرتا تو چوڑائی کا اعتبار واجب کرتا ہے تو نجاست کا حکم احتیاطًا لگایا جائے گا اھ

www.alahazratnetwork.org

اقول فی کلا التعلیلین نظر بل الطول یوجب الطهارة والعرض لا یوجب تنجیسه لان المدار اذا كان على الخلوص وعدمه فعدمه من جهة الطول ظاهر ووجوده من جهة العرض زائل لان بقلة العرض يحصل الخلوص فى العرض وكيف يسرى منه الى الطول مع وجود الفصل المانع للخلوص

میں کہتا ہوں دونوں تعلیلوں پر اعتراض ہے بلکہ لمبائی طہارت کو واجب کرتی ہے اور چوڑائی اس کی ناپاکی کو واجب نہیں کرتی کیونکہ دارومدار خلوص کے ہونے نہ ہونے پر ہے تو اس کا عدم لمبائی کے اعتبار سے ظاہر ہے اور اس کا وجود چوڑائی کے اعتبار سے زائل ہے، کیونکہ چوڑائی کی قلت سے خلوص حاصل ہوگا چوڑائی میں تو اس سے لمبائی کی طرف کیسے چلے گا حالانکہ

---

[1] بدائع الصنائع فصل اما بیان المقدار الذی یصیر به المحل نجسا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۳/۱

14/14

ان شئت فشاھدہ بما جعلوہ معیار الخلوص وعدمہ فانك اذا توضأت فیہ یتحرك فی عرضہ لاجمیع طولہ وکذا الصبغ والتکدیر واجاب فی البحر بان ھذا وان کان الاوجہ الا انھم وسعوا الامر علی الناس وقالوا بالضم ای ضم الطول الی العرض کما اشار الیہ فی التجنیس بقولہ تیسیرا علی المسلمین[1] اھ واقرہ ش۔

فصل خلوص کو مانع ہے، اور اگر تو چاہے تو اس کا مشاہدہ اس چیز سے کر جس کو انہوں نے خلوص و عدمِ خلوص کا معیار قرار دیا ہے کیونکہ جب اس میں وضو کریں گے تو اس کے عرض میں اس کی حرکت ہوگی نہ کہ اس کے طول میں۔ اسی طرح رنگ اور گدلا پن۔ اور بحر میں جواب دیا کہ یہ اگرچہ اوجہ ہے مگر فقہاء نے لوگوں پر معاملہ کو آسان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ طول کو عرض سے ملایا جائے، چنانچہ تجنیس میں فرمایا تیسیرا علی المسلمین اھ (مسلمانوں کو سہولت دینے کے لیے) اور اس کو برقرار رکھا ش نے۔

اقول لیس باوجہ فضلا عن ان یکون الاوجہ وانما الاوجہ الجواز کما علمت وباللہ التوفیق ھذا ثم ذکر فی زھر الروض فرع الخانیۃ حوض کبیر فیہ مشرعۃ ان کان الماء متصلا بالالواح بمنزلۃ التابوت لایجوز فیہ الوضوء واتصال ماء المشرعۃ بالماء الخارج منھا لاینفع کحوض کبیر انشعب منہ حوض صغیر فتوضأ فی الصغیر لایجوز وان کان ماء الصغیر متصلا بماء الکبیر وکذا لایعتبر اتصال ماء المشرعۃ بما تحتھا من الماء ان کانت الالواح مشدودۃ[2]۔

میں کہتا ہوں یہ اوجہ نہیں، چہ جائیکہ الاوجہ ہو، اوجہ تو جواز ہی ہے جیسا کہ آپ نے جانا وباللہ التوفیق پھر زہر الروض میں فرمایا، خانیہ کی فرع، ایک بڑا حوض ہے جس میں ایک نالی ہے، اب اگر اس کے تختے تابوت کی طرح ملے ہوئے ہیں تو اس میں وضو جائز نہیں اور نالی کے پانی کا متصل ہونا نفع بخش نہیں ہے، جیسے بڑے حوض میں سے چھوٹا حوض نکال لیا جائے اور کوئی شخص اس چھوٹے حوض سے وضو کرے تو جائز نہیں اگرچہ چھوٹے کا پانی بڑے کے پانی سے متصل ہو اسی طرح نالی کے پانی کا نیچے کے پانی سے متصل ہونا معتبر نہیں اگر تختے بندھے ہوں اھ

اقول انما مبناہ فیما یظھر ما تقدم فی فرعھا الثالث من اشتراط العرض والا فلا شك

میں کہتا ہوں اس کا دار و مدار بظاہر اسی چیز پر ہے جو تیسری فرع میں گزرا یعنی چوڑائی کی شرط ورنہ

---

[1] بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۷

[2] فتاوٰی خانیۃ المعروف قاضی خان فصل فی الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/۳

فی حصول المساحۃ المطلوبۃ عند اتصال الماء وقد علمت ان اشتراطہ خلاف الصحیح الرجیح الوجیہ **وفرع** الخانیۃ حوض صغیر یدخل الماء من جانب ویخرج من جانب قالوا ان کان اربعا فی اربع فما دونہ یجوز فیہ التوضی وان کان اکثر لا الافی موضع دخول الماء وخروجہ لان فی الوجہ الاول مایقع فیہ من الماء المستعمل لایستقر فیہ بل یخرج کما دخل فکان جاریا وفی الوجہ الثانی یستقر فیہ الماء ولا یخرج الا بعد زمان والاصح ان ھذا التقدیر لیس بلازم وانما الاعتماد علی ماذکر من المعنی فینظر فیہ ان کان ماوقع فیہ من الماء المستعمل یخرج من ساعتہ ولا یستقر فیہ یجوز فیہ التوضی والا فلا وذلک یختلف بکثرۃ الماء الذی یدخل فیہ وقوتہ وضد ذلک[1] اھ۔

مطلوبہ پیمائش کے پانی کے اتصال کے وقت حاصل ہوجانے میں کوئی شک نہیں، اور آپ جان چکے ہیں کہ اس کی شرط صحیح رجیح وجیہ کے خلاف ہے۔ خانیہ کی فرع، ایک چھوٹا حوض ہے جس میں ایک طرف سے پانی داخل ہوتا ہے اور دوسری طرف سے نکلتا ہے تو فقہاء نے فرمایا ہے کہ اگر چہار در چہار ہے یا اس سے کم ہے تو اس میں وضو جائز ہے اور اگر زیادہ ہے تو نہ ہوگا صرف پانی کے داخل ہونے کی جگہ سے یا خارج ہونے کی جگہ سے ہوجائے گا کیونکہ پہلی صورت میں جو مستعمل پانی اس میں داخل ہوگا وہ اس میں نہیں ٹھہریگا بلکہ داخل ہوتے ہی نکل جائیگا تو جاری ہوگا اور دوسری صورت میں پانی اس میں ٹھہریگا اور کافی دیر بعد نکلے گا اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ اندازہ لازم نہیں ہے، اور اعتماد صرف اسی وصف پر ہے جو ذکر کیا گیا ہے، تو اس میں غور کیا جائے کہ اگر مستعمل پانی داخل ہوتے ہی نکل جاتا ہے اور اس میں ٹھہرتا نہیں تو اس میں وضوء جائز ہے ورنہ نہیں اسکا دارومدار اس پانی کی قوت وضعف پر ہے جو اس میں داخل ہوتا ہے اور نکلتا ہے اھ

اقول ھو خلاف ما علیہ الفتوی قال فی الدر والحقوا بالجاری حوض الحمام لو الماء نازلا والغرف متدارک کحوض صغیر یدخلہ الماء من جانب ویخرج من اٰخر یجوز التوضی من کل الجوانب مطلقا بہ یفتی[2] ای سواء کان اربعا فی اربع او اکثر[3] اھ ش۔

میں کہتا ہوں یہ مفتی بہ قول کے خلاف ہے، در میں فرمایا فقہاء نے حوض حمام کو جاری پانی کا حکم دیا ہے خواہ پانی اتر رہا ہو اور مسلسل چلو بھر کر پانی لیا جائے جیسے چھوٹا حوض کہ جس میں ایک طرف سے پانی داخل ہو کر دوسری طرف سے نکل جاتا ہو تو ایسے حوض کے ہر طرف سے وضو جائز ہے، اسی پر فتوٰی ہے، یعنی وہ چار چار کا ہو یا زیادہ

---

[1] فتاوٰی خانیۃ المعروف قاضی خان فصل فی المیاہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳

[2] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۶

[3] ردالمحتار 〃 مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۰

www.alahazratnetwork.org

وعليه الفتوى من غير تفصيل هندية عن صدر الشريعة والمجتبى والدراية وفرع الخانية بعد ما مر وكذا لو اتى عين ماء هى سبع فى سبع ينبع الماء من اسفلها ويخرج من منفذها لا يجوز فيه التوضى الا فى موضع خروج الماء منها اھ[1]

اقول هو ايضا خلاف الفتوى قال فى الدر بعد ما تقدم وكعين هى خمس فى خمس ينبع الماء منه به يفتى اھ[2] قال الشيخ اعنى ابن الشحنة وصرح الامام الحصيرى فى خير مطلوب بان الحاصل ان الشرط عدم استعمال الماء الذى استعمله ووقع منه اھ[3] قال وهذا محقق استعماله فى الحوض الذى سألت عنه وهذه الفروع صريحة فى عين مسألتك اھ[4]

اقول اولا كل هذه الفروع ماعدا الاولين خلاف الصحيح والمفتى به كما علمت وكذا الاولان على محمل يفيده كما سيأتى فلا يصح الاحتجاج بها وثانيا هذه سبعة فروع وان عددت فرع البزازية والتجنيس والخانية الاولى كلا بحياله فتسعة وليس فى شئ منها ما يفيد دعوى التسوية بين الملقى والملاقى فى سلب الطهورية حتى الفرع السادس فرع حوض

ہو اھ ش، اور اسی پر فتوٰی ہے بلا تفصیل ہندیہ، صدر الشریعۃ، مجتبٰی اور درایہ سے۔ خانیہ کی فرع: اسی طرح فقہاء نے اس چشمے کی بابت فرمایا ہے جو سات سات کا ہو، اس کے نیچے پانی کا سوتا ہو اور پانی اس کی نالی سے نکلتا ہو، اس حوض سے صرف اسی جگہ سے وضو جائز ہے جہاں سے پانی نکل رہا ہے اھ

میں کہتا ہوں یہ بھی خلافِ فتوٰی ہے، در میں فرمایا اور جیسے وہ چشمہ جو پانچ پانچ کا ہو، جس میں پانی پھوٹ رہا ہو، یہ مفتٰی بہ ہے اھ شیخ ابن الشحنہ نے فرمایا اور امام حصیری نے خیر مطلوب میں صراحت کی کہ اصل چیز یہ ہے کہ مستعمل پانی کو دوبارہ مستعمل نہیں ہونا چاہیے اھ اور جو تم نے سوال کیا ہے اس میں ایسا ہونا متحقق ہے، اور یہ فروع تمہارے سوال کے سلسلہ میں صریح ہیں اھ

میں کہتا ہوں اولاً یہ تمام فروع سوائے پہلی دو کے صحیح اور مفتٰی بہ کے خلاف ہیں، جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا، اور پہلی دو بھی ایسے محمل پر جو اس کا فائدہ دے، جیسا کہ آگے آئے گا تو ان سے استدلال صحیح نہیں، اور ثانیاً یہ سات فروع ہیں اور اگر آپ بزازیہ، تجنیس اور خانیہ کی پہلی عبارت کو مستقل شمار کریں تو کل نو ہوئیں مگر ان میں کہیں یہ دعوٰی نہیں کہ ملقی اور ملاقی میں سلبِ طہوریت میں مساوات ہے، یہاں تک کہ

---

[1] قاضی خان فصل فی المیاہ نولکشور لکھنؤ ١/٣

[2] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ١/٣٦

[3] و [4] رسالہ ابن شحنہ

www.alahazratnetwork.org

صغیر ید خل فیہ الماء و یخرج و ذٰلک لان کلھا یحتمل الوضوء فیہ بالمعنی الثانی اعنی بغمس الاعضاء وقد علمت انہ الاقرب الی الظرفیۃ وقد قال فی الخانیۃ حوض کبیر وقعت فیہ النجاسۃ ان کانت النجاسۃ مرئیۃ لایجوز الوضوء ولا الاغتسال فی ذٰلک الموضع بل یتنحی الی ناحیۃ اخری بینہ وبین النجاسۃ اکثر من الحوض الصغیر وان کانت غیر مرئیۃ قال مشایخنا و مشایخ بلخ جاز الوضوء فی موضع النجاسۃ[1] اھ فلیس بخاف ان المراد[علہ] المعنی الثانی اذ لامعنی لعدم جواز الوضوء خارج الحوض بحیث تقع الغسالۃ فی موضع النجاسۃ ولا وجہ علی ھذا للفرق بین المرئیۃ وغیرھا وھذا کما ترٰی یشمل الفرع السادس فانہ اذا لم یستقر ما یقع فیہ من الماء بل یخرج من ساعتہ کان جاریا کما ذکر والجاری لایتأثر بالغمس واذا کان یستقر ولا یخرج الا بعد زمان کان راکدا وھو صغیر فیضرہ الغمس فلیس فی الفروع شیئ مما یفید دعواہ نعم ھی صریحۃ فی دعوٰنا ان الملاقی کلہ یصیر مستعملا اما ما اراد الشیخ فانما طمح الیہ تعلیل الفرع السادس

چھٹی فرع جو چھوٹے حوض سے متعلق ہے جس میں ایک طرف سے پانی داخل ہو کر دوسری طرف سے نکل جاتا ہو کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں اس امر کا احتمال ہے کہ اس میں وضو کرنا دوسرے معنی کے اعتبار سے ہو، یعنی اعضاء کو ڈبو کر، اور تم جان چکے ہو کہ یہی معنی ظرفیت کے زیادہ قریب ہیں۔ اور خانیہ میں فرمایا کہ ایک بڑا حوض ہے جس میں نجاست گر گئی اب اگر نجاست مرئیہ ہے تو اس سے نہ وضو جائز ہے نہ غسل، اُس جگہ سے جہاں نجاست گری ہے بلکہ وُہ نجاست گرنے کی جگہ سے ایک چھوٹے حوض کے فاصلہ کی مقدار میں دُور ہو جائے، اور اگر وُہ نجاست غیر مرئیہ ہے تو ہمارے مشایخ اور بلخ کے مشایخ نے فرمایا جہاں نجاست گری ہے وہاں بھی وضو کرنا جائز ہے اھ تو ظاہر ہے کہ یہاں دوسرے معنی مراد ہیں کیونکہ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ آدمی حوض کے باہر اس طرح وضو کرے کہ اس کا دھوون حوض میں خاص اس جگہ گرے جہاں نجاست گری تھی، اور پھر اس صورت میں مرئیہ اور غیر مرئیہ کے درمیان فرق کی کوئی وجہ نہیں، اور یہ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں چھٹی فرع کو شامل ہے، کیونکہ جب اس میں جانے والا پانی ٹھہرا نہیں، تو یہ جاری پانی کے حکم میں ہو گیا اور جاری پانی اعضاء کے ڈبونے سے متاثر نہیں ہوتا ہے،

[علہ] وحمل الوضوء والاغتسال علی الاغتراف وفی علی من بعید یاباہ الذوق السلیم اھ منہ (م)

اور وضو اور غسل کو چلّو سے لینے پر محمول کرنا اور "فی" کو "من" کے معنی میں کرنا بعید ہے، ذوقِ سلیم اس سے انکار کرتا ہے اھ (ت)

---

[1] فتاوٰی خانیۃ المعروف قاضی خان فصل فی الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/۴

المذکور فی الخانیۃ لزیادتہ لفظ المستعمل ولو لم یزدہ لرجع الی ما ذکرنا انہ اذا لم یستقر الماء فیہ کان جاریا وکذا تعلیل الحصیری وقد علمتم ما افادہ شیخکم المحقق علی الاطلاق فی فرع الخانیۃ انہ بناء علی کون المستعمل نجسا وکذا کثیر من اشباہ ھذا اما علی المختار من روایۃ انہ طاھر غیر طھور فلا فلتحفظ لیفرع علیہا ولایفتی بمثل ھذہ الفروع اھ[1] فاذا کان ھذا فی الفروع فما بالك بالتعلیلات۔

اور اگر وہ ٹھہر کر تھوڑی دیر میں خارج ہوتا ہے تو وہ ٹھہرا ہوا ہے، تو حوض کے چھوٹا ہونے کی صورت میں اس کو مضر ہوگا، تو فروع میں سے کوئی بھی ان کے دعوٰی کے حق میں مفید نہیں ہے ہاں فروع ہمارے دعوٰی میں صریح ہیں کہ کل ملاقی مستعمل ہو جائے گا اور جو شیخ کی مراد ہے اس کی طرف خانیہ کی چھٹی فرع کی تعلیل میں اشارہ ہے کیونکہ انہوں نے مستعمل کے لفظ کا اضافہ کیا ہے اور اگر وہ یہ لفظ نہ بڑھاتے تو اس کا مفہوم بھی وہی نکلتا کہ جب پانی اس میں ٹھہرا نہیں تو جاری ہے اور یہی حال حصیری کی تعلیل کا ہے، اور آپ جان چکے ہیں، خانیہ کی فرع میں جو تمہارے شیخ محقق علی الاطلاق نے فرمایا ہے وہ مستعمل پانی کے نجس ہونے پر مبنی ہے اور اسی طرح اس کے بہت سے نظائر کا حال ہے اور اگر مختار روایت لی جائے جس میں اس پانی کو طاہر غیر طہور قرار دیا گیا ہے تو ایسا نہ ہوگا، اس کو یاد رکھا جائے اور اسی پر تفریعات کی جائیں اور ان جیسی فروع پر فتوٰی نہ دیا جائے اھ جب فرع کا یہ حال ہے تو تعلیلات کا کیا حال ہوگا!

www.alahazratnetwork.org

وانا **اقول** احالۃ الخانیۃ علی استقرار المستعمل یحتمل البناء علی احد ضعیفین نجاسۃ المستعمل او خروج الماء عن الطھوریۃ بوقوع المستعمل وان قل وھو المتعین فی کلام الحصیری وکلاھما خلاف الصحیح المعتمد بتصریح اجلۃ الاکابر حتی الشیخ نفسہ فی ھذہ الرسالۃ نفسہا کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی فھھنا افسد الشیخ علینا ما اردنا حمل کلامہ علیہ من ان المراد الوضوء بالغمس اما الفروع

میں کہتا ہوں خانیہ کا مستعمل پانی کے استقرار پر محوّل کرنا دو میں سے کسی ایک ضعیف چیز پر مبنی ہے یا تو مستعمل پانی کی نجاست یا پانی کا طہوریت سے خارج ہونا مستعمل پانی کے مل جانے کی وجہ سے خواہ وہ کتنا ہی کم ہو، اور حصیری کے کلام میں بھی یہی متعین ہے، اور اکابر کی تصحیح کے مطابق یہ دونوں صحیح معتمد کے خلاف ہیں، یہاں تک کہ شیخ نے خود بھی اسی رسالہ میں اس کی تصریح کی ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا ان شاء اللہ تعالٰی، اس طرح ہم نے شیخ کے کلام کا جو حل تلاش کیا تھا

---

[1] فتح القدیر قبیل بحث الغدیر العظیم سکھر ۱/۷۰

فليس الاولى بنا ان نعمد الى كلمات الائمة فنحملها على محمل ضعيف غير مقبول مع صحة الصحيح وبالله التوفيق۔

ثم عقد رحمه الله تعالى فصلا فى تعريف الماء المستعمل وما يصير به مستعملا وما لا وذكر فيه ماقدمنا عن القدورى عن الجرجانى وعن مبسوط شمس الائمة السرخسى من ان سقوط حكم الاستعمال عند محمد فى من دخل البئر للدلو لاجل الضرورة وكذا ادخال الجنب يده فى الاناء (اى للاغتراف عند عدم ما يغترف به كما قدمنا) وطالب الدلو رجله فى البئر ولو ادخل رجله فى الاناء او رأسه صار مستعملا لعدم الحاجة قال فياليت شعرى ما جواب المتمسك بهذه المسألة (اى مسألة من دخل البئر للدلو لم يستعمل عند محمد) عن كلام هؤلاء الائمة الاساطين ثم ذكر ما قدمنا عن الفوائد الظهيرية عن شيخ الاسلام خواهر زادة عن محمد قال وهذا نقل صريح عن الامام الثالث نقله مثل خواهر زاده ثم ذكر كلام الكافى المقدم وانه حكى كلام القدورى ولم يتعقبه قال فظهر لك بهذا ان ادخال اليد فى الحوض الصغير بقصد التوضى فيه سالب عن الماء وصف الطهورية لارتفاع الحدث والتقرب بادخال اليد ونزعها باتفاق علمائنا الاربعة

وُہ بھی درست نہ ہوسکا، یعنی یہ کہ وضو سے مراد اعضاء کا ڈبونا ہے، اور جہاں تک فروع کا تعلق ہے تو ہم ایسا نہیں کرسکتے کہ ائمہ کے کلمات کو ضعیف محمل پر محمول کریں حالانکہ صحیح بھی موجود ہو، وباللہ التوفیق۔

پھر انھوں نے مستعمل پانی کی تعریف میں ایک فصل قائم کی، اس میں یہ بتایا کہ کب پانی مستعمل ہوتا ہے، اور کب نہیں، اور انہوں نے اس سلسلہ میں قدوری، جرجانی اور شمس الائمہ سرخسی کی مبسوط سے عبارات نقل کیں، اور بتایا کہ محمد کے نزدیک جو شخص کنویں سے ڈول نکالنے کے لیے داخل ہو اس سے پانی کا مستعمل نہ ہونا ضرورت کی وجہ سے ہے، اور اسی طرح جُنب شخص کا چھوٹا برتن نہ ہونے کی صورت میں ٹب میں ہاتھ کو داخل کرنے کا معاملہ ہے، اسی طرح کوئی شخص ڈول نکالنے کے لیے کنویں میں اپنا پیر ڈالے تو اس کا حکم وہی ہے، اگر یہ شخص اپنا پیر برتن میں ڈال دے یا سر ڈال دے تو پانی مستعمل ہوجائے گا کہ حاجت منعدم ہے، فرمایا معلوم نہیں جو اس مسئلہ سے استدلال کرتے ہیں ان کا جواب کیا ہوگا (یعنی یہ مسئلہ کہ محمد کے نزدیک کنویں سے ڈول نکالنے سے پانی مستعمل نہ ہوگا) ان ائمہ کے کلام کا! پھر انہوں نے وُہ ذکر کیا جو ہم فوائد ظہیریہ سے شیخ الاسلام خواہر زادہ سے محمد سے روایت کو نقل کیا، فرمایا یہ صریح نقل ہے تیسرے امام سے اس کو خواہر زادہ جیسے شخص نے نقل کیا، پھر کافی کا گزشتہ کلام نقل کیا اور قدوری کا کلام نقل کیا مگر اس کا تعاقب نہ کیا، فرمایا اس سے ظاہر ہوا کہ

(یرید الائمۃ الثلثۃ وزفر) رضی اللّٰہ عنہم واذا تجرد عن القصد المذکور فھو غیر مؤثر فی قول مردود ثبوتہ عن محمد رحمہ اللّٰہ تعالٰی ردہ ھؤلاء الاساطین الذین لایلتفت الی قول غیرھم فی المذھب ثم ایدرد ثبوتہ عن محمد علیہ بقول الامام قاضی خان فی شرح الجامع الصغیر لانص فیہ عن اصحابنا قال وذکر المتاخرون فیہا خلافا ثم حکی ان من علمائنا من قال ان الماء یصیر مستعملا عند محمد برفع الحدث ایضا لانتقال الاثام الی الماء وانما لم یصر ماء البئر مستعملا فی مسألۃ الجنب عند محمد لمکان الضرورۃ ثم قال ولعمری انی لاعجب ممن یقول فی مسألتنا ھذہ ان مستندہ فی افتائہ یجوز التوضی فی ھذا الحوض مسألۃ البئر والحال انہ لاجامع بینہما لان تلک فی من تجرد عن النیۃ وھذہ فیمن یتوضأ ما ھذا الاعجیب واللّٰہ الموفق ثم اورد کلام شیخہ فی الفتح الذی ذکرناہ فی الثمرۃ الاولٰی الی قولہ کذا فی الخلاصۃ [1]

وضو کرنے والے کا چھوٹے حوض میں ہاتھ کو داخل کرنا بہ نیت وضو پانی سے طہوریت کے وصف کو سلب کرے گا کیونکہ ہاتھ کے ڈال کر نکالنے سے ہمارے ائمہ اربعہ (ائمہ ثلثہ وزفر) کے اتفاق سے پانی کا وصف طہوریت ختم ہوجائے گا، حدث کے ختم ہوجانے اور تقرب کے حاصل کرنے کی وجہ سے، اور جب قصد مذکور نہ ہو تو وہ غیر مؤثر ہے ایک قول کے مطابق جس کا ثبوت محمد سے نہیں ہے اس کو ائمہ مذہب نے رد کیا ہے جن کا قول فیصل ہے پھر اس کو محمد کا قول نہ ہونے پر شرح جامع صغیر میں قاضی خان کے قول سے مؤید کیا ہے کہ اس میں ہمارے اصحاب کی کوئی نص نہیں، فرمایا کہ متاخرین نے اس میں اختلاف کا ذکر کیا ہے، پھر یہ حکایت کی کہ ہمارے علماء میں سے بعض نے فرمایا ہے کہ محمد کے نزدیک حدث کے مرتفع ہونے سے بھی پانی مستعمل ہوجاتا ہے، کیونکہ پانی کی طرف گناہ منتقل ہوتے ہیں، اور کنویں کے مسئلہ میں جنب کے داخل ہونے سے پانی کا مستعمل نہ ہونا محمد کے نزدیک ضرورت کی وجہ سے ہے، پھر فرمایا مجھے بے انتہا تعجب ہے اس مسئلہ میں کہ انہوں نے اپنے فتوٰی کی سند کنویں کے مسئلہ کو بنایا ہے اور یہ فتوٰی دیا ہے کہ اس حوض میں وضو جائز ہے حالانکہ دونوں

علہ وقع فی صدر الرسالۃ عند ذکر الکتب عد العنایۃ سھوا مرتین فلیکن ھذا متمم الاربعین بل الذی یاتی عن خزانۃ المفتین اھ منہ غفرلہ

علہ شروع رسالہ میں جہاں کتابوں کا ذکر ہے عنایہ کا شمار سہواً دو دفعہ کیا ہے۔ پس چاہیے یہ چالیس کا متمم ہو بلکہ وہ جو خزانۃ المفتین سے آرہا ہے اھ (ت)

---

[1] شرح جامع الصغیر لقاضی خان اور رسالہ ابن شحنہ

کے درمیان کوئی علت جامع موجود نہیں کیونکہ وہ مسئلہ نیت کے نہ ہونے کا ہے اور یہ وہ ہے جس میں نیت وضو پائی جاتی ہے یہ بڑی عجیب بات ہے واللہ الموفق۔ پھر انہوں نے اپنے شیخ کا کلام ذکر کیا جو ہم نے نمرہ اولیٰ میں ذکر کیا کذا فی الخلاصۃ تک۔

اقول کلہ کلام طیب وعنہ اخذت عبارۃ الفوائد الظہیریۃ غیر ان ما قال فی لعمری انی لا عجب فلعمری انی لا عجب اذ قد حقق الشیخ ان الصحیح عن محمد ایضا عدم الفرق بین النیۃ وعدمھا فما منشؤ ھذا الفارق وانما کان علیہ ان یقول تلک للضرورۃ وھذہ بدونھا ثم عقد تذنیبا یسرد فروع ما یصیر بہ الماء مستعملا و مالا وقدم علیہا تنبیہا فی ان الفتوی فی سبب الاستعمال علی قولھما انہ رفع حدث او التقرب لا علی قول محمد انہ التقرب فقط ونقل تصحیح قولھما عن الخلاصۃ والخانیۃ وخزانۃ المفتین والاختیار والبزازیۃ۔

میں کہتا ہوں سارا کلام اچھا ہے اور اسی سے فوائد ظہیریہ کی عبارت لی گئی ہے سوائے اس قول کے کہ "مجھے بے انتہا تعجب ہے" تو مجھے ان پر بے انتہا تعجب ہے کیونکہ جب شیخ نے یہ تحقیق کی کہ محمد سے صحیح یہ ہے کہ نیت اور عدمِ نیت میں کوئی فرق نہیں، تو یہ فارق کہاں سے آگیا، دراصل ان کو کہنا یہ چاہیے تھا کہ وہ ضرورت کی وجہ سے ہے اور یہ بلاضرورت ہے، پھر ایک تذنیب قائم کی اس میں ان فروع کا ذکر کیا ہے جن میں پانی مستعمل ہوتا ہے اور نہیں ہوتا ہے اس سے پہلے ایک تنبیہ ذکر کی اس میں یہ بتایا ہے کہ سببِ استعمال میں فتوٰی شیخین کے قول پر ہے اور وہ سبب یا تو رفعِ حدث ہے یا تقرب ہے، محمد کے قول پر نہیں ہے کہ سبب صرف تقرب ہے اور انہوں نے اُن دونوں کے قول کی تصحیح نقل کی خلاصہ، خانیہ، خزانۃ المفتین، اختیار اور بزازیہ سے۔

www.alahazratnetwork.org

اقول اراد التنبیہ علیہ علی تسلیم خلاف محمد والا فلا حاجۃ الیہ بعد ما قد ثبت ان الاول قولھم جمیعا وان الثانی لم یثبت عن الثالث ھذا وفیہ مما یفیدنا فی المسألۃ فرع الخلاصۃ وخزانۃ المفتین ادخل یدہ فی الاناء او رجلہ للتبرد یصیر مستعملا لانعدام الضرورۃ اھ[1] وقدمنا

میں کہتا ہوں تنبیہ سے ان کا مقصود محمد کے خلاف کو تسلیم کرنا ہے، ورنہ اس بات کے ثابت ہوجانے کے بعد کہ پہلا سب ہی کا قول ہے اس کی حاجت نہیں ہے اور دوسرا تیسرے سے ثابت نہیں، اس کو سمجھئے کہ یہ ہمیں مسئلہ میں فائدہ دے گا، خلاصہ اور خزانہ کی فرع، کسی نے اپنا ہاتھ یا پیر برتن میں ٹھنڈا کرنے کو ڈالا تو مستعمل ہوجائے گا کہ ضرورت

---

[1] خلاصۃ الفتاوی فصل فی الماء المستعمل نولکشور لکھنؤ ۱/۶

عن الخلاصۃ والخانیۃ والبزازیۃ والغنیۃ
وفرع الخانیۃ قال محمد رحمہ اللہ تعالٰی اذا کان علٰی ذراعیہ جبائر فغمسھا فی الماء اوغمس رأسہ فی الاناء لایجوز ویصیر الماء مستعملا[1] اھ قال وانما قدمت ھذا التنبیہ تنبیھا لمن یظن ان الفتوی علی قول محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی ذلک لاطلاق اصحٰب الکتب ان الفتوی علی قولہ فی الماء المستعمل وانما مرادھم ان الفتوی علی قولہ فی کونہ طاھرا لافیما یصیر بہ مستعملا علی انہ سیرد علیک فی الفصل الثانی ان التحقیق ان ھذا (ای طھارتہ مذھب ابی حنیفۃ ایضا وانما اشتھرت نسبتہ الی محمد لکونہ فی جملۃ من رواہ عن الامام[2] اھ

اقول ای انہ اجل من رواہ وقد اخذ بہ وھذا اول التصحیحین الموعود بیانھما ثم اتی علی سرد الفروع وفیھا ممایفیدنا **فرع الخلاصۃ** ان ادخال الکف مجردا انما لایصیر مستعملا اذا لم یرد الغسل فیہ بل اراد رفع الماء فان اراد الغسل ان کان اصبعا او اکثر دون الکف لایضر ومع الکف بخلافہ[3] اھ

نزکتی اھ، ہم نے یہ خلاصہ، خانیہ، بزازیہ اور غنیہ سے پیش کردیا ہے۔ خانیہ کی فرع، محمد نے فرمایا کسی کے ہاتھ پر پٹیاں ہوں، پھر وہ ہاتھ پانی میں ڈبو دے یا سر ڈبو دے تو جائز نہیں، اور پانی مستعمل ہوجائیگا اھ اور فرمایا میں نے یہ تنبیہ اس لیے کی ہے تاکہ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ فتوٰی محمد کے قول پر ہے وہ متنبہ ہوجائیں کیونکہ اصحاب کتب نے اطلاق فرمایا ہے کہ فتوٰی ان کے قول پر ہے مستعمل پانی میں۔ حالانکہ ان کی مراد یہ ہے کہ فتوٰی محمد کے قول پر ہے پانی کے طاہر ہونے میں نہ کہ مستعمل ہونے میں۔ علاوہ ازیں آپ دوسری فصل میں دیکھیں گے کہ تحقیق یہی ہے کہ یہ (یعنی اس کی طہارت) مذہب ابی حنیفہ بھی ہے، اس کی نسبت محمد کی طرف محض اس لیے مشہور ہوگئی ہے کہ وہ بھی اس کے راویوں میں ہیں اھ

میں کہتا ہوں وہ اس کے راویوں میں بزرگ تر ہیں اور انہوں نے اس کو اختیار کیا ہے، اور یہ پہلی تصحیح ہے جن دو کا ہم نے وعدہ کیا تھا، پھر فروع کا بیان کیا۔ خلاصہ کی فرع، ہاتھ کا داخل کرنا محض پانی لینے کے لیے، بلا ارادۂ غسل، پانی کو مستعمل نہیں کرتا ہے، اور اگر بہ نیتِ غسل ہو تو اگر ایک ہتھیلی سے کم ہے تو مضر نہیں، اور اگر ایک ہتھیلی ہے تو مضر ہے اھ۔

www.alahazratnetwork.org

[1] فتاوٰی خانیۃ المعروف بقاضی خان فصل فی الماء المستعمل نولکشور لکھنؤ ۱/۹
[2] رسالہ ابن الشحنۃ
[3] خلاصۃ الفتاوٰی فصل فی الماء المستعمل نولکشور لکھنؤ ۱/۶

قلت وقدمنا تحقیق ان الانملۃ والظفر والکف سواء **وفرع الخلاصۃ** عن فقہ الامراء ھذا اذا کان الذی یدخل یدہ فی الاناء او البئر بالغا فان کان صبیا ان علم ان یدہ طاھرۃ بان کان مع الصبی رقیب فی السکۃ یجوز التوضی بذلک[1] الخ

میں کہتا ہوں ہم پہلے تحقیق پیش کر آئے ہیں کہ پورا ناخن اور ہتھیلی حکم میں برابر ہیں۔ خلاصہ کی فرع فقہ الامراء سے، یہ اُس وقت ہے جبکہ ہاتھ داخل کرنے والا بالغ ہو اور اگر نابالغ ہے تو اگر یہ معلوم ہے کہ اس کا ہاتھ پاک تھا مثلاً بچہ گلی میں اپنے کسی محافظ کے ہمراہ تھا تو اس سے وضو جائز ہے الخ

اقول وبہ فارق البالغ فافادان لو ادخل البالغ یدہ فی اناء او بئر لم یجز الوضوء بہ وھذا ف[1] کنص کتاب الحسن لایبقی لتاویل البحر مساغا **ثم** عقد الفصل الثانی فی حکم الماء المستعمل ومتی یصیر مستعملا وقال بعد ما بین ماھو بین بنفسہ ومسلم عند الکل اعنی عدم جواز الوضوء بالماء المستعمل عند ائمتنا جمیعا ما نصہ ھذا مع عمومہ یشھد للفصل الاول قال وکفی بذلک حجۃ[2] اھ

میں کہتا ہوں اس سے بالغ ونابالغ میں فرق ظاہر ہوگیا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر بالغ نے برتن یا کنویں میں اپنا ہاتھ ڈالا تو اس سے وضو جائز نہیں اور یہ حسن کی کتاب کے نص کی طرح ہے۔ اس میں بحر کی تاویل کی کوئی گنجائش نہیں، پھر دوسری فصل مستعمل پانی کے حکم کے بیان میں قائم کی اور یہ بتایا کہ پانی کب مستعمل ہوگا" اور پھر جو انہوں نے اسکو واضح کرنے کے بعد جو خود واضح ہے اور تمام کے نزدیک مسلّم ہے یعنی مستعمل پانی سے وضو کا جائز نہ ہونا ہمارے تمام ائمہ کے نزدیک کہا اس کی نص یہ ہے "یہ اپنے عموم کے ساتھ پہلی فصل کے لیے شہادت دیتی ہے" اور یہ کافی حجت ہے اھ۔ (ت)

اقول ھذا ف[2] نظیر تمسک البحر بالاطلاق فنظر الی اطلاق ان العبرۃ للغلبۃ ولم یلاحظ ان الشان فی قصر الاستعمال علی ما التصق بالجلد فقط والشیخ نظر الی ھذا العموم ولم یلاحظ ان الکلام فی تعمیم الاستعمال جمیع الماء القلیل بدخول نحو ظفر من محدث

میں کہتا ہوں یہ بحر کے اطلاق کو دلیل بنانے کی ایک نظیر ہے تو انہوں نے اطلاق کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ اعتبار غلبہ کا ہے اور یہ نہیں دیکھا کہ مستعمل ہونا اُسی پانی کے لیے ہے جو جلد سے متصل ہو، اور شیخ نے اس عموم کی طرف دیکھا اور یہ نہ دیکھا کہ گفتگو اس امر میں ہے کہ تھوڑا پانی مکمل طور پر مستعمل ہوجائے گا خواہ

www.alahazratnetwork.org

---

[1] خلاصۃ الفتاوی الماء المستعمل نولکشور لکھنؤ ۱/۸

[2] رسالہ ابن الشحنۃ

ثم اورد خاتمۃ فی حکم ملاقاۃ الماء الطاھر للماء الطھور وبین ان العبرۃ للغلبۃ ونقل تصحیحہ عن التوشیح والتحفۃ وعنہا انہ المذھب المختار۔

قلت وھذا ھو ثانی التصحیحین الموعود بیانہما فاعترف الشیخ بالحق، وذھب تسویۃ الملقی بالملاقی وزھق، ثم نقل فرع الخانیۃ ومثلہ عن شرح القدوری لمختصر الکرخی فی نزح عشرین دلوا اذا القی الوضوء فی البئر قال فھذا اصرح شیٔ فی اتفاق الائمۃ الثلثۃ علی تاثیر الماء المستعمل فی الماء الطھور وان کان اقل منہ وذکر عن شرح الجامع الصغیر لقاضی خان انتضاح الغسالۃ فی الاناء اذا قل لایفسد الماء وتکلموا فی القلیل عن محمد ماکان مثل رؤس الابر قلیل وعن الکرخی ان کان یستبین مواقع القطر فی الماء فھو کثیر وان کان لایستبین کالطل فقلیل قال وھذا رحمک اللہ اصرح مما تقدم وقد حکی ھذا فی الفوائد الظھیریۃ وعلیہ مشی القدوری وحکی عن ابی سلیمٰن انہ سئل عن ماء الجنابۃ اذا وقع وقوعا یستبین وتری عین القطرات ظاھرۃ قال انہ لیس بشیئ؎ وفی فتاوٰی قاضیخان خلاف ھذا وفی خزانۃ المفتین جنب اغتسل

بے وضو اپنا ایک ناخن ہی کیوں نہ ڈالے۔ پھر خاتمہ اس امر کے بیان میں ہے کہ طاہر پانی طہور پانی سے جب ملے گا تو اعتبار غلبہ کو ہوگا، اور اس کی تصحیح توشیح اور تحفہ سے نقل کی اور اسی سے نقل کیا کہ یہ مذہب مختار ہے۔

میں کہتا ہوں یہ دوسری تصحیح ہے جن دو کا ہم نے وعدہ کیا تھا، تو شیخ نے حق کا اعتراف کرلیا' اور ملقی اور ملاقی کی برابری ختم ہوئی، پھر خانیہ کی فرع نقل کی اور اسی قسم کی شرح قدوری مختصر کرخی کی فرع نقل کی۔ یہ بیس ڈول کھینچنے سے متعلق ہے یہ اس صورت میں ہے جبکہ وضو کا پانی کنویں میں ڈالا ہو، فرمایا پاک پانی میں مستعمل پانی کے اثر انداز ہونے کی ائمہ ثلثہ کے نزدیک یہ واضح مثال ہے، اگرچہ وہ اُس پانی سے کم ہو' اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر سے یہ نقل کیا کہ اگر دھوون کے کچھ قطرات برتن میں گرجائیں اور کم ہوں تو پانی کو فاسد نہ کریں گے' اور قلیل میں کلام کیا ہے اس میں محمد سے منقول ہے کہ جو سوئی کے ناکوں کے برابر ہو وہ قلیل ہے اور کرخی سے یہ منقول ہے کہ پانی کے قطرے اگر پانی میں ظاہر ہوں تو یہ کثیر ہے اور اگر ظاہر نہ ہوں جیسے شبنم کے قطرے ہوتے ہیں تو یہ قلیل ہے فرمایا یہ گزشتہ مثال سے بھی زاید صریح ہے، یہ فوائد ظہیریہ میں مذکور ہے، اسی پر قدوری چلے ہیں، اور ابوسلیمان سے کسی نے جنابت کے پانی کی بابت دریافت کیا کہ اگر اس کے قطرے پانی میں پڑجائیں اور واضح نظر آئیں، فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں' فتاوٰی قاضیخان

www.alahazratnetwork.org

؎ رسالہ ابن الشحنہ۔

فانتضح من غسلہ فی انائہ لم یفسد الماء اما اذا کان یسیل فیہ سیلانا افسدہ[1] قال والتحقیق ھنا ان المسألۃ مبنیۃ علی اصل ذکرہ ائمتنا فی کتاب الایمان ونقلوہ الی الرضاع قال فی الذخیرۃ حلف لایشرب لبنا فصب الماء فی اللبن فالاصل فی ھذہ المسألۃ واجناسہا ان الحالف اذا عقد یمینہ علی مائع فاختلط بمائع اخر خلاف جنسہ ان کانت الغلبۃ للمحلوف علیہ[2] (وسقط بقیۃ الکلام من نسختی زھر الروض)

میں اس کے برعکس ہے اور خزانۃ المفتین میں ہے کہ ایک ناپاک آدمی نے غسل کیا اور اس کے چھینٹے برتن میں گرے تو پانی فاسد نہ ہوگا اور اگر اس میں بہنے لگا تو پانی فاسد ہوجائے گا، فرمایا در اصل یہ مسئلہ ایک اور اصل پر مبنی ہے جس کو ہمارے ائمہ ثلٰثہ نے کتاب الایمان میں ذکر کیا ہے اور اس کو رضاع کے بیان میں نقل کیا، ذخیرہ میں فرمایا کہ کسی شخص نے حلف اٹھایا کہ وہ دودھ نہیں پیے گا تو اس نے پانی دودھ میں ملایا، تو اس مسئلہ میں اور اس کے نظائر میں اصل یہ ہے کہ حلف اٹھانے والے نے جب کسی سیّال چیز پر حلف اٹھایا اور وہ کسی اور مائع سے مل گیا جو اس کی جنس سے نہ ہو تو اگر محلوف علیہ غالب ہے (اور باقی کلام میرے زہر الروض کے نسخہ سے ساقط ہے) (ت)

اقول سبحٰن اللہ یذکر الشیخ رحمہ اللہ تعالٰی فی اول الکلام ان الصحیح والمذھب المختار ھو اعتبار الغلبۃ وقد نص فی شرحہ للوھبانیۃ انہ الصحیح عن ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم وان علیہ الفتوی ثم یعود یحتج بفرعی النزح والانتضاح ویقول ذلک اصرح شیئ فی اتفاق الائمۃ الثلثۃ وھذا اصرح منہ وای مساغ بقی لہما بعد ما تبین الحق الصحیح المذھب المختار المفتی بہ المطبق علیہ من ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم وما فتح بابہ من بیان المبنی وھو فرع الحلف فھو اصرح شیئ فی ان

میں کہتا ہوں سبحان اللہ شیخ کلام کی ابتداء میں ذکر کرتے ہیں کہ صحیح اور مذہب مختار غلبہ کا اعتبار ہی ہے اور شرح وہبانیہ میں اس پر نص ہے کہ ہمارے ائمہ ثلٰثہ سے یہی صحیح ہے، اور اسی پر فتوٰی ہے پھر انھوں نے نزح اور انتضاح کی دونوں فرعوں پر کلام کیا، اور فرمایا کہ یہ ائمہ ثلٰثہ کے اتفاق میں صریح چیز ہے اور یہ اس سے زائد صریح ہے اور مذہب حق وصحیح، اور مذہب مختار مفتی بہ، اور ائمہ ثلٰثہ (حنفی مذہب کے) کا متفق علیہ مذہب معلوم ہوجانے کے بعد اُن دونوں کے لیے کیا وجہ جواز رہ گئی ہے! اور بیان مبنی کا جو دروازہ کھولا ہے اور وہ حلف کی فرع ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

www.alahazratnetwork.org

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

[2] رسالہ ابن شحنہ

المدار على الغلبة فان كان اقرہ فی اٰخر کلامہ الذاھب من نسختی فھو کر علی ما احتج بہ بالنقض والا فاعجب واعجب وسیمکث الشیخ غیر بعید و یعود الی الحق کما سیأتی بتوفیقہ تعالٰی فلولا انہ اورد ھذا الکلام و احتج بھذین الفرعین ھنا و ذینك التعلیلین ثمہ لکان کل کلامہ صحیحا سدیدا و لکن اللہ یفعل ما یرید ثم کتب تتمۃ قال فیھا ان من ادل الدلیل علی انہ لا یجوز التوضی فی ھذا الحوض عند واحد من علمائنا رحمھم اللہ تعالٰی ما فی کتاب الاصل لمحمد رضی اللہ تعالٰی عنہ روایۃ الامام ابی سلیمن الجوزجانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ عنہ فی باب الوضوء والغسل قلت ارأیت جنبا اغتسل فانتضح من غسلہ شیئ فی انائہ ھل یفسد علیہ الماء قال لا قلت لم قال لان ھذا مما لا یستطاع الامتناع منہ قلت ارأیت ان افاض الماء علی رأسہ او جسدہ او غسل فرجہ فجعل ذلك الماء کلہ یقطر فی الاناء قال ھذا یفسد الماء ولا یجزئہ ان یتوضأ ولا یغتسل بہ[1] قال وقال فی باب البئر وما ینجسھا قلت ارأیت رجلا طاھرا وقع فی بئر فاغتسل فیھا قال افسد ماء البئر کلہ قلت وکذلك لو توضأ فیھا قال نعم قلت

دارومدار غلبہ کو ہے، اگر انہوں نے اس کو برقرار رکھا ہے اپنے اس کلام میں جو میرے نسخہ سے ساقط ہے تو یہ اسی طرف رجوع ہے جس پر نقض سے استدلال کیا ہے، ورنہ بہت ہی تعجب خیز بات ہے، اور عنقریب آجائے گا کہ شیخ نے حق کی طرف رجوع کیا بتوفیق تعالٰی، اگر وہ یہ کلام یہاں نہ لاتے اور ان دو فرعوں سے استدلال نہ کرتے اور وہاں دو تعلیلیں بیان نہ کرتے تو کل کلام صحیح ہوتا، لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے پھر انہوں نے ایک تتمہ لکھا اور فرمایا کہ پھر اس پر سب سے بڑی دلیل اس پر کہ ہمارے کسی امام کے نزدیک اس حوض سے وضو جائز نہیں۔ امام محمد کی اصل میں وارد شدہ روایت ہے جو امام ابوسلیمان الجوزجانی کی روایت ہے اور باب الوضوء و باب الغسل میں مذکور ہے، روایت یہ ہے کہ میں نے کہا اگر ایک جنب نے غسل کیا اور اس کے چھینٹے ایک برتن میں گرے تو کیا پانی خراب ہوگیا، فرمایا نہیں، میں نے کہا کیوں؟ فرمایا یہ ایسی چیز ہے جس سے بچنا محال ہے، میں نے پوچھا اگر جُنب نے اپنے سر یا جسم پر پانی ڈالا یا اپنی شرمگاہ دھوئی اور یہ پانی برتن میں جمع ہوتا رہا فرمایا اس سے پانی فاسد ہوجائیگا، نہ اس سے وضو جائز ہوگا نہ غسل، فرمایا انہوں نے کنویں اور اس کی نجاستوں کے باب میں فرمایا، میں نے پُوچھا اگر ایک پاک شخص کنویں کے پانی میں گرگیا اور اس میں غسل کیا، فرمایا کل پانی خراب ہوجائے گا، میں کہتا ہوں یہی حکم کنویں میں وضو کا ہے؟

---

[1] کتاب الاصل المعروف بالمبسوط امام محمد باب الوضوء والغسل من الجنابۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۲۴

وکذلک لو استنجی فیہا قال نعم قلت فما حال البئر قال علیھم ان ینزحوا ماء البئر کلہ الا ان یغلبھم الماء قلت ارأیت الرجل ھل یجزئہ وضوءہ ذلک قال لا[1] وسکت علیہ ولم یعزہ لاحد من شیخیہ وھذا شأنہ فی المتفق علیہ کما صرح بہ اول الکتاب اھ[2]

فرمایا ہاں، میں نے کہا اسی طرح اگر کنویں میں استنجا کیا؟ فرمایا ہاں، میں نے پُوچھا اور کنویں کی بابت کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا کنویں کا سارا پانی نکالنا چاہئے، الّا یہ کہ نکالتے نکالتے تھک جائیں، میں نے پُوچھا کیا اُس شخص کے لیے یہ وضو کافی ہوگا؟ فرمایا نہیں، اس پر وہ خاموش ہوگئے اور اپنے شیوخ میں سے کسی کی طرف اس کو منسوب نہ کیا، اور متفق علیہ مسائل میں ان کا یہی طریقہ تھا جیسا کہ کتاب کے شروع میں ذکر کیا اھ (ت)

اقول الفرع الاخیر فی الملاقی وھو لاشک صحیح، والتمسک بہ نجیح، وھو اصرح تصریح، اما الاول ففی الملقی ولا محید من ابتنائہ علی احد ضعیفین ولیس الاصل ھذا کتاب المبسوط احد الکتب الستۃ الظاھرۃ بل من الکتب النادرۃ فکیف یعارض بہ مذھب ائمتنا جمیعا الصحیح المختار المفتی بہ وباللہ التوفیق ثم قال رحمہ اللہ تعالٰی ونقل عصام الدین فی شرح الھدایۃ بعد الکلام علی مسألۃ انغماس الجنب فی البئر ھذا مبنی علی ان اجزاء الماء الذی فی محل واحد بمنزلۃ شیئ واحد فی حکم الاستعمال لانہ ینسب الی الجمیع عرفا بل لغۃ ایضا اذ لا تذھب افھام اھل العرف واللغۃ الی ان المستعمل بعض ھذا الماء والباقی ممتزج بہ الا ترے ان الماء المستعمل عند من یجعلہ طاھرا غیر

میں کہتا ہوں فرعِ اخیر ملاقی میں ہے اور وہ بلاشبہ صحیح ہے اور یہ تمسک کے قابل اور واضح تصریح ہے، اور پہلی فرع ملقی میں ہے، اور سوائے اس کے چارہ کار نہیں کہ دو میں سے ایک ضعیف پر بنا کرنا چاہئے، اور اصل سے مراد وہ مبسوط نہیں جو چھ ظاہر کتب میں سے ایک ہے بلکہ کتبِ نادرہ سے ہے، تو جو اس میں مذکور ہے وہ ہمارے ائمہ کے صحیح مختار مفتی بہ سے کیسے معارض ہوسکتا ہے وباللہ التوفیق، پھر فرمایا، عصام الدین نے شرح ہدایہ میں، جنب کے کنویں میں غوطہ لگانے کا مسئلہ ذکر کرنے کے بعد فرمایا یہ اس پر مبنی ہے کہ پانی کے تمام اجزاء جو ایک جگہ ہیں وہ حکم استعمال میں بمنزلہ شیئ واحد کے ہیں، کیونکہ وہ عرفاً تمام ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے بلکہ لغت میں بھی ایسا ہے، کیونکہ اہلِ عرف اور اہلِ لغت یہ لفظ سن کر یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ کچھ پانی تو مستعمل ہے اور کچھ اس میں ملا ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ جن حضرات کے نزدیک مستعمل پانی طاہر غیر طہور ہے جب کسی دوسرے

---

[1] کتاب الاصل المعروف بالمبسوط امام محمد رجل طاہر وقع فی البئر ادارۃ القرآن کراچی ۸۳/۱
[2] رسالہ ابن شحنۃ

طهورا اذا وقع فی ماء اٰخر لا یفسده حتی یغلب علیه بهذا قطع فی الاسرار جعله فی التحفة اصح و لو صب ماء کثیر علی العضو یصیر الکل مستعملا عندهم مع ان الملاقی للبشرة مغلوب بناء علی ان الکل واحد فی حکم الاستعمال و قد اشیر الی هذا المعنی فی الاسرار[1]۔

اقول هذا لعمری من الحسن بمکان، تنشط به الاٰذان، و تبتهج به النفوس، ولا عطر بعد عروس، وقد وفقنی المولی سبحٰنه و تعالٰی، لمعناه فیما مضی، واتقنت بیانه، وشیدت ارکانه، و به ظهر الفرق بین الملاقی والملقی، بحیث لا یعتری وهم ولا شك یبقی، والعجب من الشیخ مشی علی التسویة بینهما محتجا بالتعلیلین ثم نقضه بنقل تصحیح الصحیح، عن التحفة والتوشیح، ثم بعد اسطر عاد الیه وجعل فرعی النزح و الانتضاح اصرح صریح، ثم نقضه بنقل الاصل الاصیل، عن ذخیرة الامام الجلیل، ثم لم یلبث ان عاد الیه بنقل فرع الاصل، ثم نقضه بنقل کلام العصام متصلا به من غیر فصل، و به ختم وانما العبرة للخواتیم، ختم اللّٰه تعالٰی لنا علی الدین القویم، والصراط

پانی میں گرجائے تو اس کو اس وقت تک فاسد نہ کرے گا جب تک اس پر غالب نہ ہوجائے۔ اسرار میں اس پر قطعی حکم لگایا اور تحفہ میں اس کو اصح قرار دیا ہے اور اگر کسی عضو پر بہت سا پانی ڈالا تو ان کے نزدیک سارا پانی مستعمل ہوجائے گا، حالانکہ جو پانی جلد سے متصل ہے وہ مغلوب ہے کیونکہ حکم استعمال میں سب ایک ہی ہے اور اسی معنی کی طرف اسرار میں اشارہ کیا ہے۔

میں کہتا ہوں یہ بحث ذہنوں کو جلا بخشنے والی ہے، اللہ تعالٰی کے فضل و کرم سے اس کی تقریر کی ہے، اس سے ملقی اور ملاقی کے درمیان فرق ظاہر ہوگیا اور شک باقی نہ رہا، اور شیخ پر تعجب ہے کہ انھوں نے ان دونوں کو ایک قرار دیا ہے اور دو تعلیلوں سے استدلال کیا ہے پھر ایک صحیح کی تصحیح نقل کرکے اس پر نقض وارد کیا، یہ تحفہ اور توشیح کی نقول ہیں، پھر چند سطور کے بعد اس بحث کا اعادہ کیا اور نزح اور انتضاح کی دونوں فروع کو بہت صریح قرار دیا، پھر اس پر ذخیرہ سے نقض وارد کیا، پھر اصل کی فرع کو نقل کیا، پھر اس پر عصام کی نقل سے نقض وارد کیا اور اس پر کلام کو ختم کیا.......

اللہ تعالٰی ہمارا خاتمہ دینِ قویم صراطِ مستقیم اور تمام حسنات

---

[1] رسالہ ابن شحنہ

1 المستقیم، وبکل حسنی، وعلی نبینا الکریم و اٰلہ الکرام الصلاۃ الزھرا والسلام الاسنٰی والحمد للہ رب العٰلمین۔

الفصل الرابع فی فوائد شتی و تحقیق حکم الوضوء فی الحوض الصغیر

الحمد للہ فرغنا عن الرسائل الثلاث بل الکتب الخمسۃ ھذہ والبحر والبدائع و اتینا علی جمیع ما فیہا والاٰن نذکر ما بقی من الفوائد تکمیلا للعوائد وباللہ التوفیق۔

فائدہ ۱: قال المحقق علی المقدسی رحمہ اللہ تعالٰی فی شرح نظم الکنز ردا علی البحر ما نصہ واما تاویل الکلام بان المراد بصیرورتہ مستعملا صیرورۃ ما لاقی اعضاءہ منہ مستعملا فہذا بعید جدا اذ لایحتاج الی التنصیص علی ذلک اصلا اھ نقلہ فی منحۃ الخالق من الماء المستعمل واقرہ **قلت** قد منا ثمانیۃ ردود علیہ وھذا تاسع وازیدک عاشرا **فاقول** اذا انغمس احد فی الماء ثم خرج ینقسم الماء الی خمسۃ اقسام قسم یبقی فی الحوض ولا ینفصل عن الماء بانفصال البدن والثانی یخرج مع البدن و ینحدر عنہ بلا مکث والثالث یمکث و یذھب بالتقاطر والرابع بل یذھب

پر کرے، اور ہمارے نبی کریم ان کی آل مکرم پر صلاۃ و سلام نازل فرمائے آمین والحمد للہ رب العالمین۔

چوتھی فصل میں مختلف فوائد اور چھوٹے حوض سے وضو کا حکم۔

الحمد للہ کہ ہم تینوں رسائل بلکہ ان پانچوں کتب اور بحر و بدائع سے فارغ ہوگئے، اور ان میں جو کچھ تھا وہ بیان کردیا اور اب باقیماندہ فوائد تکمیلِ بحث کے لیے ذکر کرتے ہیں۔

فائدہ ۱: محقق علی المقدسی نے کنز کی نظم کی شرح میں بحر پر رد کرتے ہوئے فرمایا، ان کی عبارت یہ ہے اور کلام کی یہ تاویل کرنا کہ پانی کے مستعمل ہونے سے مراد یہ ہے کہ جو پانی اسکے اعضاء سے ملا ہے وہ مستعمل ہوجائے گا، تو یہ بہت بعید ہے کہ یہ اس پر تنصیص کا قطعاً محتاج نہیں، اس کو منحۃ الخالق میں نقل کیا ہے مستعمل پانی کی بحث میں، اور اس کو برقرار رکھا ہے۔ میں کہتا ہوں ہم نے اس پر آٹھ رد کئے ہیں اور یہ نواں ہے اور اب دسویں کا اضافہ کرتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ جو شخص پانی میں غوطہ لگائے اور پھر نکلے، تو پانی کی اس صورت میں پانچ قسمیں ہیں، ایک تو وہ جو حوض ہی میں رہتا ہے اور بدن سے جدا ہونے کی وجہ سے پانی سے جدا نہیں ہوتا ہے، اور دوسرا بدن کے ساتھ نکلتا ہے اور بلا ٹھہرے

ل منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۸

بالنشف والخامس نداوة تبقی بعد النشف ایضا ولا تذهب الا بالجفاف بعمل الشمس والهواء ولا شك انها ایضا اجزاء مائیة ولا تداخل فی الاجسام بل لا تلاصق فی الاجزاء کما تقدم فکان کل قسم فوق الاخر منفصلا عنه وکان تحت الکل ذالك الذی فهو الذی کلاصق البدن وهو لا یقبل الانفصال ولا استعمال الا به فلا استعمال تلك عشرة کاملة۔

اس سے نیچے آتا ہے، اور تیسرا ٹھہرتا ہے اور ٹپک کر ختم ہوجاتا ہے، اور چوتھا وہ تری ہے جو کپڑے کے ذریعے جذب کرنے کے بعد ختم ہوجاتی ہے۔ پانچواں وہ تری جو کپڑے کے ذریعے جذب کرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اور آفتاب یا ہوا سے خشک ہوجانے کے بعد ہی ختم ہوتی ہے اور بلاشبہ یہ بھی پانی کے اجزا ہیں اور یہ اجسام میں تداخل نہیں بلکہ تلاصق فی الاجزاء بھی نہیں جیسا کہ گزرا، تو ہر قسم دوسری سے اوپر ہوئی اس سے جدا ہوتی اور ہر ایک کے نیچے وہ تری ہوتی ہے تو یہ وہ ہے جو بدن سے ملاقی ہے اور یہ انفصال کو قبول نہیں کرتا ہے اور استعمال بلا انفصال نہیں ہوتا ہے، تو مستعمل نہ ہوا، تو یہ دس مکمل ہوگئے۔

فان قلت الامر کما وصفتم ولکن نعدی الحکم الی ما عدا الاول لتعلقه بالبدن ولذا انتقل بانتقاله **اقول اولا** لا نسلم انه لتعلقه به والا لکان له استمساك علیه کالتقاطر بل اندفع بدفعه وانحدر بطبعه الا تری ان المنغمس ان اندفع بعنف قوی صحبه ماء کثیر او برفق فقلیل وان استدرج فی الخروج بحیث لا یتحرك الماء حتی الامکان لم یکد یخرج معه الا ما یزول بالتقاطر مع ان الالقاء کان واحدا فعلم انه لحرکة الدفع یختلف باختلافها۔

www.alahazratnetwork.org

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ درست ہے لیکن ہم حکم اول کے علاوہ دوسروں پر لگاتے ہیں کیونکہ اس کا تعلق بدن سے ہے اور اسی لیے اس کے منتقل ہونے سے وہ منتقل ہوجاتا ہے۔ میں کہتا ہوں اولاً ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ یہ اس کے تعلق کی وجہ سے ہے ورنہ وہ اس پر رکتا، جیسا کہ ٹپکنے والا، بلکہ اس کے دفع کرنے سے مندفع ہوگیا اور بالطبع منحدر ہوگیا مثلاً پانی میں غوطہ کھانیوالا اگر قوت سے نکلے تو اس کے ساتھ بہت پانی آئے گا اور اگر آہستگی سے ہو تو کم پانی آئیگا اور اگر اتنا آہستہ نکلے کہ حتی الامکان پانی میں حرکت نہ پیدا ہو تو اس کے ساتھ صرف اتنا پانی آئیگا جو ٹپک کر زائل ہوجائے حالانکہ ملاقاۃ ایک ہی ہے، تو معلوم ہوا کہ دفع کی حرکت میں اس سے اختلاف ہوتا ہے۔

فان قلت اذن لا ریب فی تعلق التقاطر فنحکم علیه بالاستعمال وهو لا شك قابل الانفصال فیصح التاویل ولا ینفی الاستعمال

اگر یہ اعتراض ہو کہ اس صورت میں ٹپکنے والے کے تعلق میں کوئی شک نہیں تو ہم اس پر مستعمل ہونے کا حکم لگائیں گے اور بلاشبہ وہ قابلِ انفصال ہے تو تاویل

اقول شأن ما انحدر بلا مکث عند الخروج بعد الانغماس شأن ما صر وانحدر فورا من غسالة الوضوء والغسل فلا یستعمل الا ما بقی بعده متساقطا بالتقاطر وهو خلاف الاجماع۔

وثانیا شأن ما التعلق والتلاصق فالتعلق یشمل الدثار والتلاصق یختص بالشعار وهو الفرق بینهما فان قلت هما ثوبان فیعد احدهما حاجزا للاخر عن التلاق، بخلاف الماء فانه شیئ واحد فلا یحجز بعضه بعضا بل الکل ملاق، **اقول** ذلك ما کنا نبغ فالماء کله واحد عند الانغماس فالکل ملاق بلا وسواس،

صحیح ہوگی اور استعمال منتفی نہ ہوگا۔ میں کہتا ہوں غوطے سے نکلنے کے فوراً بعد جو پانی بدن سے بہتا ہوا گرتا ہے اسکا حال اس پانی جیسا ہے جو وضو اور غسل کے فوراً بعد بہتا ہوا گرتا ہے تو مستعمل وہی ہوگا جو اس کے بعد قطرات کی صورت میں ٹپکتا ہے اور یہ اجماع کے خلاف ہے۔

دوسرا، تعلق اور تلاصق میں بہت فرق ہے، تعلق استر کو شامل ہے اور تلاصق اوپر والے حصہ کے ساتھ مختص ہے، اور یہی دونوں میں فرق ہے اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ تو دو کپڑے ہیں تو ان میں سے ایک دوسرے کی ملاقات کے لیے رکاوٹ ہے، اور پانی تو شے واحد ہے، اس کا ایک حصہ دوسرے حصّہ کے لیے رکاوٹ نہیں بن سکتا ہے وہ تو سارے کا سارا ایک دوسرے سے ملا ہوا ہے، میں کہتا ہوں یہ تو ہمارے حسب منشا ہے، جب انسان پانی میں غوطہ لگائے گا تو پانی شئ واحد ہوگا اور بغیر رکاوٹ آپس میں ملے گا۔

www.alahazratnetwork.org

فائدہ ۲: قال العلامة الشیخ حسن الشرنبلالی فی شرحه علی الوهبانیة رادا علی البحر ما نصه وما ذکر من ان الاستعمال بالجزء الذی یلاقی جسده دون باقی الماء فیصیر ذلك الجزء مستهلکا فی کثیر فهو مردود لسریان الاستعمال فی الجمیع حکما ولیس کالغالب بصب القلیل من الماء فیه[1] اھ

اقول لفظ السریان وقع غیر موقعه فانه یوهم ان المستعمل اولا ما لاقی ثم یسری الحکم الی بقیة اجزاء الماء بالتجاور وهو

فائدہ ۲: علامہ شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں فرمایا بحر پر رد کرتے ہوئے، نص یہ ہے، اور یہ جو ذکر کیا ہے کہ استعمال اس جزء سے ہے جو بدن سے ملا ہوا ہو نہ کہ باقی پانی سے تو وہ جز کثیر اجزاء میں مل کر ختم ہو جائیگا، تو یہ مردود ہے کیونکہ حکماً تو استعمال تمام پانی میں سرایت کرے گا، اور یہ اس غالب پانی کی طرح نہیں جس میں تھوڑا سا پانی مل گیا ہو اھ۔

میں کہتا ہوں "سریان" کا لفظ بے محل استعمال ہوا ہے اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ مستعمل اولاً تو وہ ہے جو بدن سے ملاقی ہے پھر حکم بقیہ اجزاء کی

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۲

مردودصریحا بما تقدم ان العبرۃ للغلبۃ ولو سری لسری بالملقی کما توھم العلامۃ عبدالبر فیبطل الفرق و یعود الکلام علی مقصود بالنقض وھذا ھو الذی حمل البحر علی قصر الاستعمال علی ما لاقی بل نقول انہ اذا انغمس فیہ وھو قلیل فقد استعمل کلہ معا لان جمیعہ شیئ واحد فلا قصر ولا سریان ولقد احسن العلامۃ الشامی رحمہ اللہ تعالٰی اذ قررہ بقولہ فی المنحۃ یعنی انہ لما انغمس او ادخل یدہ مثلا صار مستعملا لجمیع ذلک الماء حکما لان المستعمل حقیقۃ ھو ما لاقی جسدہ بخلاف ما اذا صب المستعمل فیہ فان المستعمل حقیقۃ وحکما ھو ذلک الملقی فلا وجہ للحکم علی الملقی فیہ بالاستعمال مالم یساوہ او یغلب علیہ اذ لم یدخل فیہ جسدہ حتی یحکم علیہ بالاستعمال حکما[1] یدل علیہ ما فی الاسرار للدبوسی وقولھم فی مسألۃ البئر جحط لو انغمس بقصد الاغتسال للصلاۃ صار الماء مستعملا اتفاقا اھ فھذا ھو التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق۔

طرف جائے گا کیونکہ یہ ایک دوسرے کے قریب ہیں، اور یہ صریحا مردود ہے، جیسا کہ گزرا کہ اعتبار غلبہ کو ہے اور اگر سرایت کرے گا تو ملقی میں کرے گا، جیسا کہ علامہ عبدالبر کو وہم ہوا ہے تو فرق باطل ہوجائے گا اور کلام مقصود بالنقض کی طرف لوٹے گا، اور یہی چیز ہے جس نے بحر کو اس پر مجبور کیا کہ وہ استعمال کا حکم صرف اس پر لگائیں جو ملاقی ہو، بلکہ ہم کہتے ہیں جب کوئی شخص پانی میں غوطہ لگائے اور پانی کم ہو تو سب یکدم مستعمل ہوجائیگا کیونکہ وہ سارے کا سارا شیئ واحد ہے، تو نہ قصر ہے اور نہ سرایت ہے، علامہ شامی نے اس کو برقرار رکھ کر اچھا کیا، وہ منحہ میں فرماتے ہیں یعنی جب اس نے غوطہ لگایا یا مثلاً اس نے اپنا ہاتھ ڈبویا تو سارا پانی مستعمل ہوگیا حکما، کیونکہ حقیقۃً مستعمل تو صرف وہی ہے جو بدن سے متصل ہو، اور اگر مستعمل اس میں ڈالا گیا تو دوسرا حکم ہے، کیونکہ حقیقۃً وحکماً مستعمل یہی ملقی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ملقی فیہ پر استعمال کا حکم لگایا جائے تاوقتیکہ وہ اس کے برابر نہ ہو یا اس پر غالب نہ ہو کیونکہ اس کا جسم تو اس میں داخل نہیں ہوا کہ اس پر حکماً استعمال کا حکم لگایا جائے، اس پر دبوسی کی اسرار دلالت کرتی ہے اور ان کا مسئلہ البئر جحط میں یہ کہنا کہ اگر کسی شخص نے کنویں میں اس نیت سے غوطہ لگایا کہ نماز کے لئے غسل کرے گا تو پانی اتفاقاً مستعمل ہوجائے گا اھ تو تحقیق یہی ہے اور اللہ تعالٰی توفیق دینے کا والی ہے۔

فائدہ ۳: سبق العلامۃ ابا الاخلاص

فائدہ ۳: علامہ نے ابوالاخلاص سے پہلے فرق کو

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۲

في تعبير الفرق هكذا لبعض معاصري العلامة زين فاورده ورده وهذا نصه في البحر اذا عرفت هذا ظهر لك ضعف من يقول في عصرنا ان الماء المستعمل اذا صب على الماء المطلق وكان المطلق غالبا يجوز الوضوء بالكل واذا توضأ في فسقية صار الكل مستعملا اذ لا معنى للفرق بين المسألتين وما قد يتوهم في الفرق من ان في الوضوء يشيع الاستعمال في الجميع بخلافه في الصب مدفوع بان الشيوع والاختلاط في الصورتين سواء بل لقائل ان يقول الغسالة من خارج اقوى تاثيرا من غيره لتعين المستعمل فيه بالمعاينة والتشخيص وتشخص الانفصال اھ[1] وهذا الكلام ارتضاه السيدان ط وش حتى قال ط بعد ذكر كلام الشرنبلالي هذا التوهم قد ذكره في البحر واعرض عنه اھ[2] اما المدقق العلائي فاستدرك على البحر بكلام الشرنبلالي فقال فراجعه متاملا اھ[3]

اقول لقول القائل يشيع في الجميع ثلثة محامل وذلك لان الشيوع الامتزاج

بیان کیا، اسی طرح علامہ زین کے بعض معاصرین نے فرق بیان کیا، اور اس کو رد کیا، اور یہ بحر میں ان کی عبارت ہے، جب تم نے یہ جان لیا تو ہمارے بعض معاصرین کے اس قول کا ضعف ظاہر ہوگیا کہ مستعمل پانی جب مطلق پانی میں ڈالا جائے اور مطلق غالب ہو تو سارے پانی سے وضو جائز ہے اور جب چھوٹے حوض میں وضو کیا تو کل مستعمل ہوگیا، کیونکہ دونوں مسئلوں میں فرق کی کوئی وجہ نہیں، اور یہ فرق جو بیان کیا جاتا ہے کہ وضو کی صورت میں استعمال تمام پانی میں عام ہوجاتا ہے اور ڈالنے میں یہ صورت نہیں ہوتی، اس لئے ناقابلِ لحاظ ہے کہ شیوع اور اختلاط دونوں صورتوں میں برابر ہے، بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ دھوون کا باہر سے ڈالنا زیادہ مؤثر ہے کیونکہ اس میں مستعمل دیکھنے اور علیحدہ پہچان کرنے سے متعین ہوجاتا ہے اھ اور اس کلام کو سیدان "ط" اور "ش" نے پسند کیا یہاں تک کہ "ط" نے شرنبلالی کا کلام ذکر کرنے کے بعد فرمایا "اس وہم کو بحر میں ذکر کیا اور اس سے اعراض کیا اھ اور مدقق علائی نے بحر پر شرنبلالی کے کلام سے استدراک کیا اور فرمایا پورے غور سے اس کی طرف مراجعت کریں اھ

میں کہتا ہوں "یشیع فی الجمیع" والے قول میں تین تاویلات ہوسکتی ہیں کیونکہ شیوع امتزاج بلا امتیاز ہو

۱؎ بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۴
۲؎ طحطاوی علی الدر باب المیاہ بیروت ۱/۱۰۴
۳؎ الدر المختار علی حاشیۃ الطحطاوی باب المیاہ بیروت ۱/۱۰۴

من دون امتیاز فلا یمکن التعیین بل الکل
یحتمله علی البدلیة کھبة المشاع والمعنی
علیه انه اذا توضأ فی الفسقیة اختلط ماء
وضوئه بسائرھا بحیث لایمکن التمییز
فای غرفة تأخذھا تحتمل ان تکون
من المستعمل فیکون حکم الاستعمال شائعا
فی جمیع الاجزاء شیوع ھبة نصف شائع فی
نصفین والشیوع السریان ای اذا توضأ فیھا
استعمل ما لاقاه وتعدی الحکم منه الی جاره
وھکذا فصار الکل مستعملا والشیوع العموم ای
ان فی الوضوء یعم الاستعمال لجمیع وانت تعلم
ان المعنی الثالث حق صحیح لاغبار علیه اصلا
ولا یمسه ما فی البحر لان عموم الحکم
لعموم السبب فان الکل ملاق کما سبق مرارا
والمعنی الثانی ھو ما جنح الیه العلامة الشرنبلالی
فی متبادر کلامه وقد علمت ما له وعلیه
والمعنی الاول مثله فی البطلان کفی ردا علیھما
مسألة الملقی ولزوم اثبات الفرق بابطاله
والبحر حمله علی الاول ففسر الشیوع
بالاختلاط وحکم انه فی الصورتین سواء و
انما ذلک عنده للمعنی الاول دون السریان
والعموم الا ان یرید بالشیوع سببه و
یفسره بالاختلاط فیکون المعنی ان
سبب السریان او العموم عندك وھو الاختلاط
سواء فی الصورتین مع تخلف الحکم

تو تعیین ممکن نہیں بلکہ کل میں اس کا احتمال علی سبیل
البدلیۃ ہے جیسا کہ مشاع کا ہبہ، اور اس کا مفہوم یہ ہے
کہ جب چھوٹے حوض میں وضو کیا تو اس کا پانی تمام پانی میں
ملے گا اور امتیاز ممکن نہیں، تو جو چلّو لیا جائے گا اس
میں احتمال ہے کہ مستعمل پانی سے ہو، تو استعمال کا حکم
تمام پانی کو اس طرح شامل ہوگا جیسا کہ غیر ممتاز دو
حصوں والی چیز کے نصف کا ہبہ ہو، اور شیوع
سریان یعنی جب اس میں وضو کیا تو جو اس کے
ملاقی ہے وہ مستعمل ہو جائیگا پھر اسکے ساتھ والے اجزاء
تک یہی حکم چلے گا اور اس طرح سارے کا سارا مستعمل
ہو جائے گا، اور شیوع عموم کے معنی میں بھی آتا ہے یعنی وضو
کی صورت میں استعمال کا حکم تمام پر لاگو ہو جاتا ہے،
اور آپ جانتے ہیں کہ تیسرا معنی حق اور بے غبار ہے،
اور بحر کا اعتراض اس پر نہیں ہوتا، کیونکہ حکم کا عموم
سبب کے عموم کی وجہ سے ہے کیونکہ کل ملاقی ہے جیسا
کہ کئی مرتبہ گزرا، اور دوسرے معنی کی طرف علامہ
شرنبلالی کا میلان ہے جیسا کہ اُن کے کلام سے متبادر
ہے اور اسکا ما لہ وما علیہ آپ جان چکے ہیں اور پہلا معنی
بھی اسی کی طرح باطل ہے، ان کی تردید میں اور اسکے ابطال
کو فرق کے اثبات کا لازم ہونا کافی ہے
اور بحر نے اس کو پہلے پر محمول کیا ہے اور شیوع
کی تفسیر اختلاط سے کی ہے اور حکم لگایا ہے کہ یہ
دونوں صورتوں میں برابر ہے اور ان کے نزدیک یہ
پہلے معنی کے باعث ہے سریان و عموم کی وجہ سے نہیں
ہے، ہاں اگر شیوع سے مراد اس کا سبب لیں تو

www.alahazratnetwork.org

فی الملقی وفاقا وقد علمت جوابه علی الحق نعم من یزعم السریان یرد علیہ ولایرُدّ۔

۔۔۔۔۔۔ اور اس کی تفسیر وہ اختلاط سے کریں تو معنی یہ ہوں گے کہ سریان یا عموم کا سبب تمہارے نزدیک اختلاط ہی ہے اور وہ دونوں صورتوں میں یکساں ہے حالانکہ ملقی میں حکم مختلف ہے اتفاقاً، اور اس کا حق جواب آپ جان چکے ہیں، ہاں جو سریان کا گمان کرتا ہے اس پر رد کیا جائے گا اور وہ رد نہ کرے گا۔ (ت)

ثم اقول ماترق بہ لا احصلہ فاولا لیس من شرط الاستعمال رؤیۃ مرورہ علی البدن ولا معاینۃ انفصالہ ولا لمرئیہ مزیۃ علی غیرہ مع تحقق العلم القطعی بہ ولا شک انہ شیئ متشخص بنفسہ فلا یضرہ عدم قدرتنا علی تمییزہ **وثانیا** لیس الاستعمال مقولا بالتشکیک لیکون المرئی اقوی من غیرہ **وثالثا** انما مبناہ علی ما ارتکز فی ذھنہ رحمہ اللہ تعالٰی ان الملاقی ھی الاجزاء الملاصقۃ ولیس کذلک بل الکل کما حققنا فکما ان المصبوب کان ممتازا منحازا متشخصا عاینا مرورہ علی البدن ثم انفصالہ عنہ کذلک کل الماء فی الفسقیۃ ممتاز منحاز متعین معاین ورود الاعضاء فیہ ثم انفصالہا منہ۔

میں کہتا ہوں برسبیل ترقی جو کچھ انھوں نے فرمایا ہے وہ درست نہیں، اولاً مستعمل ہونے کی یہ شرط نہیں کہ اس کو بدن پر گزرتا ہوا دیکھا جا سکے، نہ اس کے جُدا ہونے کا دیکھنا ضروری ہے اور نہ ہی دیکھنے کے قابل ہونا اس کے لیے دوسروں پر وجہِ فضیلت ہے؛ جبکہ اس کا علم قطعی ہو اور اس میں شک نہیں کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جو متشخص بنفسہ ہے تو ہمارا اس کی تمییز پر قادر نہ ہونا اس کو مضر نہیں؛ ثانیاً استعمال تشکیک کے قبیلہ میں سے نہیں تاکہ مرئی دوسروں سے اقوی ہو۔ ثالثاً اس کا مبنٰی صرف یہ ہے کہ اُن کے (رحمہ اللہ) ذہن میں یہ بات مرکوز ہوگئی ہے کہ مُلاقی صرف وہ اجزاء ہیں جو متصل ہیں، حالانکہ یہ درست نہیں بلکہ تمام اجزاء ہیں، جیسا کہ ہم نے تحقیق کی ہے جیسا کہ بدن پر ڈالا جانے والا پانی الگ اور ممتاز نظر آتا ہے اور جسم سے جدا ہوتا بھی دکھائی دیتا ہے اسی طرح حوض کا کُل پانی الگ اور ممتاز ہے جو نظر آتا ہے، اس میں اعضاء کا ڈوبنا اور جُدا ہونا بھی نظر آتا ہے۔ (ت)

فائدہ ۴ : کلام الاسرار المار برمتہ فی الفصل الثانی وقع اولہ موافقا لما وقع فی البدائع من ان المستعمل ھی الاجزاء الملاصقۃ بالبدن واٰخرہ نص صریح علی ماھو الحق حتی ان اخا

فائدہ ۴ : اسرار کا مکمل کلام جو گزرا دوسری فصل میں اس کی ابتداء بدائع کے مطابق ہے کہ مستعمل وہی اجزاء ہیں جو بدن سے متصل ہیں اور اس کا آخر حق پر نص صریح ہے، یہاں تک کہ صاحب البحر کے بھائی علامہ عمر ابن نجیم جو اس مسئلہ میں ان کے پیروکار ہیں،

صاحب البحر العلامة عمر بن نجیم رحمهم اللّٰہ تعالٰی مع اقتفائه فی المسألة اٰثار البحر انصف فیما نقل عنه فی ھامش البحر حین عقب عبارۃ الاسرار بقوله فھذہ العبارۃ کشفت اللبس الخ فکتب علیه نعم کشفت اللبس من حیث اٰخرھا الا ان محمدا یقول لما اغتسل بالماء القلیل صار الکل مستعملا[۱] حکما فلنا صورتان صورۃ وقوع ماء مستعمل فی غیرہ فیعتبر غلبته الذی لیس بمستعمل والثانیة ماء واحد توضأ به شخص او ادخل یدہ لحاجة[۲] صار مستعملا کله حکما کما رأیت[۳] اھ نقله فی المنحة واقرّ ولذ لم یأت للبحر الانتفاع باوله والتجأ الی ردہ ببنائه علی روایة ضعیفة والعبد الضعیف قدم التوفیق بین اوله واٰخرہ بحیث جعله کلاما واحدا منتظما والشیخ العلامة عبد البر سلك فی شرح الوھبانیة مسلکا اٰخر فجعل اوله سؤالا واٰخرہ جوابا اذ قال والحاصل ان ابا زید الدبوسی فی کتاب الاسرار اورد

بحر کے حاشیہ میں نقل کرتے ہیں، اور نقل میں انصاف کیا ہے جہاں انہوں نے اسرار کی عبارت کے بعد کہا اس عبارت نے غبار صاف کردیا الخ اس پر کہا ہاں غبار صاف کردیا اُس کے آخر تک، صرف اتنا ہے کہ محمد کہتے ہیں کہ جب تھوڑے سے پانی میں غسل کیا تو کل حکمًا مستعمل ہوگیا، ہم کہتے ہیں یہاں دو صورتیں ہیں ایک تو مستعمل پانی کا غیر مستعمل میں واقع ہونا تو اُس پانی کے غلبہ کا اعتبار رہوگا جو مستعمل نہیں دُوسرا وہ پانی جس سے ایک شخص نے وضو کیا ہو یا بوجہ حاجت اس نے اپنا ہاتھ اس میں ڈالا تو کُل حکمًا مستعمل ہوگیا جیسا کہ آپ نے دیکھا اھ اس کو منحہ میں نقل کیا اور برقرار رکھا، اس لیے بحر کو اس عبارت کے اول سے کوئی فائدہ نہ ہوا اور اس کے رد میں انہوں نے کہا کہ یہ ایک ضعیف روایت پر مبنی ہے، اور ناچیز نے اس قول کے اول وآخر میں تطبیق دی ہے اور اس کو منظم کلام کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور شیخ علامہ عبد البر نے وہبانیہ کی شرح میں ایک دوسری راہ اختیار کی ہے اور وہ یہ کہ اس کے اول کو سوال اور آخر کو جواب قرار دیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حاصل یہ ہے کہ ابو زید الدبوسی نے کتاب الاسرار میں وہ ذکر کیا ہے

---

[۱] بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱

[۲] کذا فی نسختی المنحة وصوابه لا لحاجة اولغیر حاجة اھ منه (م) میرے پاس موجود منحہ کے نسخہ میں اسی طرح ہے اور مناسب "لالحاجة" یا "لغیر حاجة" ہے۔ (ت)

[۳] منحة الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱

www.alahazratnetwork.org

ماذکرہ فی البدائع علی سبیل الالزام من ابی یوسف لمحمد رحمہما اللہ تعالٰی و ذکر جواب محمد عنہ فکشف اللبس واوضح کل تخمین وحدس فانہ قال بعد ما ذکر مذاہب علمائنا فی الماء المستعمل الاستدلال لمحمد رحمہم اللہ تعالٰی عامۃ مشایخنا ینصرون قول محمد وروایتہ عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ثم قال یحتج للقول الاٰخر (ای نجاستہ) بما روی فذکر حدیث لایبولن احدکم ثم قال ومن قال ان الماء المستعمل طاہر طہور لایجعل الاغتسال فیہ حراما الٰی اٰخر ما تقدم عن الدبوسی۱؎

جو بدائع میں ابو یوسف کی طرف سے محمد پر الزام ذکر کیا ہے اور محمد کا جواب ذکر کیا ہے جس سے تمام بات واضح ہوگئی انہوں نے پہلے تو ہمارے علماء کا مذہب مستعمل پانی کی بابت ذکر کیا اور امام محمد کا استدلال ذکر کیا پھر کہا کہ عام مشائخ امام محمد کے قول اور ان کی روایت جو امام ابو حنیفہ سے ہے کی تائید کرتے ہیں ــــــ پھر فرمایا دوسرے قول پر (یعنی اُس کی نجاست پر) اُس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے جو مروی ہے، پھر لایبولن احدکم والی حدیث سے استدلال کیا۔ پھر فرمایا جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ مستعمل پانی طاہر وطہور ہے وہ اس سے غسل کو حرام قرار نہیں دیتے ہیں الی اخر ما تقدم عن الدبوسی۔ (ت)

اقول ھذا التقریر وان لم یکن ظاہرا من سوق عبارۃ الاسرار بیانہ یتوقف علی ما ذکر فی البدائع ثم البحر ان اخراج الماء من ان یکون مطہرا من غیر ضرورۃ حرام اھ۲؎ فیستفاد منہ ان اغتسال المحدث فی الماء القلیل حرام عند محمد ایضا فکان الامام ابا یوسف یلزمہ بان المستعمل طاہر عندک والطاہر لایسلب الطہور طہوریتہ مادام الطہور غالبا کلبن یقع فیہ فلا یصح لک تحریم الاغتسال فیہ لا

میں یہ کہتا ہوں کہ یہ تقریر اسرار کی عبارت کے سیاق سے ظاہر نہیں ہے، اس کا بیان اُس پر موقوف ہے جو بدائع پھر بحر میں مذکور ہے کہ پانی کو مطہر ہونے سے بلا ضرورت خارج کرنا حرام ہے اھ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بے وضو کا تھوڑے پانی میں غسل کرنا محمد کے نزدیک بھی حرام ہے، گویا امام ابو یوسف بطور الزام اُن سے یہ کہتے ہیں کہ تمہارے نزدیک مستعمل پانی پاک ہے اور پاک پانی دوسرے پانی کی طہوریت کو سلب نہیں کرتا ہے جب تک کہ طہور غالب ہو، جیسے کہ دودھ اس میں گرجائے، تو آپ

۱؎ منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۲

۲؎ بحر الرائق " " ۱/۷۰

www.alahazratnetwork.org

ان تقول بقولے وتحکم بنجاسۃ الغسالۃ فح یفسد الکل ویصح الحکم فاجاب محمد بان الکل لکونہ قلیلا شیئ واحد فصار الکل ملاقیا لبدن المحدث فصار الکل مستعملا حکما بخلاف اللبن فلیس فیہ الا اختلاط طاھر بطھور ولیس سبب الاستعمال فلا یسلبہ الطھوریۃ ما دام الماء غالبا علیہ۔

اُس میں غسل کو حرام نہیں کر سکتے ہیں، صرف اس کی یہی صورت ہے کہ آپ میرے قول کو اختیار کر لیں اور دھوون کی نجاست کا قول کریں، اِس صورت میں کُل پانی فاسد ہو جائے گا اور حکم صحیح ہوگا، محمد نے اس کا جواب دیا کہ کل پانی بوجہ قلیل ہونے کے چونکہ شیئ واحد ہے تو کل بے وضو بدن سے متصل ہوا، تو حکماً کل مستعمل ہوگیا، دُودھ میں یہ چیز نہیں اُس میں ایک طاہر کا طہور سے ملنا ہے اور یہ استعمال کا سبب نہیں ہے تو اُس کی طہوریت کو سلب نہ کرے گا جب تک پانی اس پر غالب رہے۔ (ت)

قلت وملک العلماء لم یجعلہ الزاما من ابی یوسف لمحمد بل دفع دخل یرد علی استدلال ابی یوسف بالحدیث کما تقدم نقلہ فی صدر الفصل الاول ولکل وجہۃ ھو مولیھا وبالجملۃ اولہ علی کلا الوجھین تأیید لروایۃ ضعیفۃ وکفی باٰخرہ جوابا عنہ والاولی ما فعل العبد الضعیف کما علمت وللہ الحمد۔

میں کہتا ہوں ملک العلماء نے اس کو ابو یوسف کی طرف سے امام محمد پر بطور الزام ذکر نہیں کیا ہے بلکہ ایک درمیانی اعتراض کا جواب ہے جو ابو یوسف کے حدیث سے استدلال پر پیدا ہوتا ہے جیسا کہ فصل اول کی ابتداء میں گزرا، ہر شخص کا اپنا اپنا طرزِ استدلال ہوتا ہے، خلاصہ یہ کہ اس کا اول دونوں صورتوں میں ایک ضعیف روایت کی تائید ہے اور اس کا آخر اس کا جواب شافی ہے، اور بہتر وہ صورت ہے جو ناچیز نے اختیار کی ہے جیسا کہ آپ نے جان لیا وللہ الحمد۔ (ت)

فائدہ ۵: من کلام الشیخ ابن الشحنۃ فی الشرح علی مسألۃ محدث وقع فی بئر ما نصہ والذی تحرر عندی انہ یختلف الحکم فیھا باختلاف اصول ائمتنا فیہ والتحقیق نزح الجمیع عند الامام علی القول بنجاسۃ الماء المستعمل وقیل اربعون عندہ وتحقیق مذھب محمد انہ یسلبہ الطھوریۃ وھو الصحیح عن الامام والثانی وعلیہ

فائدہ ۵: یہ شیخ ابن الشحنہ کے کلام سے ماخوذ ہے جو اُنھوں نے اُس بے وضو کی بابت کیا ہے جو کنویں میں گر پڑا ہو، فرماتے ہیں اس کا حکم ہمارے ائمہ کے اصول کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہے اور تحقیق یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک تمام کنویں کا پانی نکالا جائے گا کیونکہ ان کے نزدیک مستعمل پانی نجس ہے، ایک قول یہ ہے کہ چالیس ڈول نکالے جائیں گے، اور مذہبِ امام محمد کی تحقیق یہ ہے کہ وہ

www.alahazratnetwork.org

الفتوی فینزح منه عشرون لیصیر طهورا وهذا
علی القول بعدم اعتبار الضرورة اما لو
اعتبرت لایصیر مستعملا فی کل موضع تحقق
الضرورة فی الانغماس فی الماء او ادخال الید
فیه واعتبار الضرورة فی مثل ذلک مذکور
فی الصغری وغیرها فلا تغتر بما ذکرہ شیخ
العلامة زین الدین قاسم تغمده الله
برحمته فی رسالته المسماة برفع الاشتباه
فانه خالف فیها صریح المنقول عن ائمتنا
واستند الی کلام وقع فی البدائع علی
سبیل البحث وتبعه (یعنی القاسم) علی
ذلک بعض من ینتحل مذهب الحنفیة
ممن لارسوخ له فی فقههم وکتب فیه کتابة
مشتملة علی خلط وخبط ومخالفة النصوص
المنقولة عن محمد رحمه الله تعالی
وقد بینت ذلک فی مقدمة کتبتها حققت
فیها المذهب فی هذه المسألة (ثم قال
والحاصل ان ابا زید الدبوسی الی اخر
ماقدمنا عنه انفا ثم قال) وفی البدائع ایضا
التصریح بان الطاهر اذا انغمس فی البئر
للاغتسال صار مستعملا عند اصحابنا الثلثة
رضی الله تعالی عنهم وصرح فی فتاوی قاضیخان
بان ادخال الید فی الاناء للغسل یفسد
الماء عند ائمتنا الثلثة وتکفل بایضاح هذا
وتحریرہ رسالتی زهر الروض اھ [1]

پانی سے طہوریت کو سلب کرلیتا ہے، اور امام صاحب
سے صحیح یہی ہے اور دُوسرے امام سے بھی، اور اسی پر
فتوٰی ہے تو اُس سے بیس ڈول نکالے جائیں گے تاکہ
وہ طہور ہوجائے اور یہ عدم اعتبار ضرورت کے قول پر ہے،
اور اگر ضرورت کا اعتبار کیا جائے تو ہر اُس جگہ جہاں پانی میں
غوطہ لگانے کی یا ہاتھ ڈبونے کی ضرورت ہو وہاں پانی
مستعمل نہ ہوگا اور ضرورت کا اعتبار اس کی مثل میں
صغرٰی وغیرہا میں مذکور ہے تو شیخ علامہ زین الدین
نے اپنے رسالہ رفع الاشتباہ میں جو کچھ فرمایا ہے اس
سے مغالطہ نہ ہونا چاہیے کہ وہ ہمارے ائمہ کی صریح
نقول کے مخالف ہے، وہ محض اُس بحث کے سہارے
پر ہے جو بدائع نے کی ہے اور ان کی (یعنی علامہ قاسم کی)
پیروی محض بعض ناپختہ کار حنفی فقہائے کی ہے، اور
اسی پر ایک بے سروپا کتاب جو امام محمد سے منقول
نصوص کے مخالف ہے لکھی ہے، میں نے یہ تمام
بحث ایک مقدمہ میں کی ہے، اور اس میں مذہب
کی تحقیق کی ہے (پھر فرمایا خلاصہ یہ کہ ابوزید دبوسی
الی اخر ماقدمنا عنہ انفا پھر فرمایا) اور بدائع میں
میں بھی یہ تصریح کی ہے کہ پاک انسان جب کنویں
میں غوطہ لگائے غسل کی نیت سے، تو ہمارے
اصحاب ثلثہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک پانی مستعمل
ہوجائیگا، اور فتاوٰی قاضیخان میں یہ تصریح
موجود ہے کہ پانی میں بہ نیت غسل ہاتھ ڈالنا پانی
کو فاسد کردیتا ہے، ہمارے ائمہ ثلثہ کے نزدیک،
میں نے اسکی مکمل ایضاح وتحریر اپنے رسالہ زہر الروض میں کی ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۲

اقول ھو کلام طیب لخص فیہ مقاصد رسالتہ وخلصہ مما خلط بہ فی زھر الروض من تسویۃ الملقی والملاقی فی عدم الجواز الاحدیث نزح عشرین والتحقیق عندہ علی مذھبہ المعتمد لا نزح اصلا مالم یساو او یغلب لان الطھور لا یطھر۔

میں کہتا ہوں یہ کلام بہت خوب ہے، اس میں اُنہوں نے بڑی وضاحت سے اپنے رسالہ کے مقاصد کو ظاہر کیا ہے، اور زہر الروض نے جو ملقی اور ملاقی میں خلط مبحث کیا ہے عدم جواز میں، اُس سے بھی چھٹکارا دلایا ہے صرف بیس ڈول والی حدیث کا معاملہ باقی ہے اور ان کے مذہب معتمد میں تحقیق یہ ہے کہ جب تک مستعمل پانی برابر یا غالب نہ ہو اس وقت تک پانی بالکل نہیں نکالا جائیگا کیونکہ طہور پاک نہیں ہوتا ہے۔(ت)

فائدہ ۶: قال فی الدر ان المطلق اکثر من النصف جاز التطھیر بالکل والالا وھذا یعم الملقی والملاقی ففی الفساقی یجوز التوضی مالم یعلم تساوی المستعمل علی ما حققہ فی البحر والنھر والمنح قلت لکن الشرنبلالی فی شرح الوھبانیۃ فرق بینھما فراجعہ متاملا[1] اھ وذکر ش عند قولہ حققہ فی البحر استدلالہ علی ذلک باطلاقھم المفید للعموم وبقول البدائع وفتوی قاری الھدایۃ المذکورۃ قال وقد استدل فی البحر بعبارات اخر لا تدل لہ کما یظھر للمتامل لانھا فی الملقی والنزاع فی الملاقی کما اوضحناہ فیما علقناہ علیہ فلذا اقتصرنا علی ما ذکرنا[2] اھ ورأیتنی کتبت فی جد

فائدہ ۶: دُرّ میں ہے کہ مطلق پانی آدھے سے زائد ہے تو کُل سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے ورنہ نہیں، اور یہ چیز ملقی اور ملاقی کو عام ہے تو چھوٹے حوضوں میں وضو جائز ہے جب تک مستعمل پانی کا برابر ہونا معلوم نہ ہو اس کی تحقیق بحر، نہر اور منح میں موجود ہے، میں کہتا ہوں شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں دونوں میں فرق کیا ہے وہ بغور دیکھا جائے اھ اور "ش" نے ان کے قول حققہ فی البحر کے پاس ان کا استدلال ذکر کیا کہ ان کا اطلاق مفید عموم ہے، اور بدائع کے قول اور قاریٔ الہدایہ کے مذکورہ فتوٰی سے فرمایا بحر میں دوسری عبارات سے بھی استدلال کیا ہے مگر وہ ان کے حق میں مفید نہیں، جیسا کہ غور کرنے پر ظاہر ہوتا ہے، کیونکہ وہ عبارات ملقی سے متعلق ہیں اور جھگڑا ملاقی میں ہے، جیسا کہ ہم نے

---

[1] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴

[2] رد المحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۴

www.alahazratnetwork.org

الممتار علی قوله المفید للعموم ما نصه .

اقول نعم یفید علی فرض ان المستعمل فی الملاق هو السطح الملاصق من الماء بجسد المحدث لاغیر وهو اول النزاع وانا **اقول** لو کان کذلك لارتفع المستعمل من صفحة الدنیا لانك اذا صببت الماء علی یدك مثلا فانما یلاقی یدك سطح من الماء وسائر جرمه منفصل عنها کما ان التلاقی یکون بسطح من یدك وسائر جرمها لم یمسه الماء والجسم ابدا یکون اکبر من السطح فتکون الغلبة لغیر المستعمل فلا یصیر مستعملا ابدا واذا جعلت کله مستعملا لتلاقی سطحه سطح الجسد فلا نعلم فرقا بین جرم وجرم فان اسلت اسالة ضعیفة صار الکل مستعملا وان صببت صبا شدیدا حتی کان ثخن الماء اضعاف الاول کان ایضا کله مستعملا فلا دلیل علی التفرقة بین ثخن وثخن ما لم یبلغ حد الکثرة وقول البدائع بحث منه ذکره فی سؤال وجواب لا نقل عن الاصحاب بخلاف کلام الامام الدبوسی فانه نقل صریح ومن النصوص الصرائح کذلك مسائل ادخال الید والرجل ودخول المحدث فی البئر المصرح بها نقلا عن الائمة الثلثة فی المتون والشروح والفتاوی وحمل کلها علی روایة ضعیفة مما لا یعقل ولا یحتمل وعبارة الفتح

www.alahazratnetwork.org

واضح کیا ہے، اپنی تعلیقات میں اس پر ہم نے روشنی ڈالی ہے، اس لیے ہم نے اس پر اکتفا کیا، اور میں نے اپنی کتاب "جد الممتار" میں لکھا ہے، یہ ان کے قول "المفید للعموم" کے تحت لکھا گیا ہے، میری عرض یہ ہے کہ ہاں فائدہ دیتا ہے اس مفروضہ پر کہ مستعمل ملاقی میں وہ سطح آب ہے جو محدث کے جسم سے ملی ہوتی ہے، اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے اور وہ پہلا نزاع ہے، اور میں کہتا ہوں اگر ایسا ہی ہوتا تو روئے زمین پر مستعمل پانی کا وجود ہی ناپید ہو جاتا کیونکہ مثلاً اگر آپ نے اپنے ہاتھ پر پانی بہایا تو آپ کا ہاتھ پانی کی سطح سے ملے گا اور اس کا باقی حصہ اس سے الگ رہے گا، جس طرح تلاقی آپ کے ہاتھ کی سطح سے ہوتی ہے اور اس کا باقی حصہ پانی سے کبھی نہیں لگتا ہے اور جسم ہمیشہ سطح سے بڑا ہی ہوتا ہے، تو غلبہ غیر مستعمل کو ہوگا تو وہ مستعمل کبھی نہ ہوگا، اور جب آپ نے کل کو مستعمل قرار دیا کہ اس کی سطح جسم کی سطح سے مل رہی ہے تو ہم ایک جرم اور دوسرے جرم میں فرق نہیں پاتے ہیں، تو اگر آہستہ سے بہایا جائے تو کل مستعمل ہو جائے گا اور اگر سختی سے بہایا جائے اس طور پر کہ پانی کا حجم پہلے سے کئی گنا زائد ہو تو بھی کل مستعمل ہو جائے گا تو پانی کے ایک حجم اور دوسرے حجم کے فرق پر کوئی دلیل نہیں، تاوقتیکہ وہ حد کثرت کو نہ پہنچ جائے، اور بدائع کا قول تو محض ایک بحث ہے جس کو انہوں نے ایک سوال و جواب کے ضمن میں ذکر کیا ہے یہ اصحاب امام ابی حنیفہ

صریحة فی ان الماء المستعمل یقع فیها فیکون من الملق دون الملاق ولا تغتر بانهم لابد لهم ان یغترفوا منها فید خلوا ایدیهم قبل الغسل وذلك تلاق لان الاغتراف معفو عنه بالاتفاق لاجل الحاجة اھ ما کتبت علیه وقد علمت مما قدمناه فی الفصول الثلثة ان الفحول الثلثة کلھم قد اغفلوا محل النزاع ولکن لا عجب فی الاغفال وانما العجب من العلامة الشامی تنبه لھذا وترك جل ما فی البحر لکونه فی الملق ثم اورد عبارة الفتوی مع انھا کما علمت صریحة فی الملق فکان یجب اسقاطھا ایضا وقد علمت ما فی الاستدلال بالعموم من نوع مصادرة علی المطلوب فلیس بایدیھم شیئ اصلا سوی بحث البدائع والواقع منافاضلا لمتواترات النصوص والروایات الظاھرة الصحیحة عن الائمة الثلثة مصادما لاجماعھم المنقول فی الکتب المعتمدة حتی البدائع والبحر فتثبت ولا تزل ثبتنا اللہ و ایاك والمسلمین بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ انه ولی ذلك والقدیر علیه ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا واٰله وصحبه وابنه وحزبه اجمعین اٰمین!

سے نقل نہیں ہے جبکہ امام دبوسی نے نقل پیش کی ہے اسی طرح ہاتھ پیر داخل کرنے، اور بے وضو کے کنویں میں داخل ہونے کے مسائل صراحۃً متون وشروح میں مذکور ہیں اور اور فتاوی میں بھی مذکور ہیں، ان کو ہمارے ائمہ ثلثہ سے نقل کیا گیا ہے، اب ان تمام چیزوں کو ایک ضعیف روایت پر محمول کرنا انتہائی غیر معقول بات ہے، اور فتوی کی عبارت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ مستعمل پانی اس میں گرتا ہے تو وہ ملق سے ہوگا نہ کہ ملاقی سے، تجھے یہ دھوکا نہ ہو کہ ان کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اس سے چلّو کے ذریعہ پانی نکالیں تو وہ ہاتھ دھونے سے قبل داخل کرینگے اور اسی کو تلاقی کہتے ہیں، کیونکہ اس طرح چلّو سے پانی نکالنا بالاتفاق معاف ہے، کیونکہ اس میں حاجت ہے اھ یہاں تک میرا حاشیہ ختم ہوا، اور جو کچھ ہم نے فصول ثلثہ میں ذکر کیا ہے اس سے آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ تینوں جلیل القدر علماء اصل محل نزاع سے غافل رہے، لیکن اس غفلت پر تعجب نہیں، تعجب تو اس امر پر ہے کہ علامہ شامی اس پر متنبہ ہوگئے اور جو بحر میں تھا اس کو ترک کردیا کیونکہ اس کا تعلق ملق سے تھا، اور پھر بھی فتوی کی عبارت ذکر کی، حالانکہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے وہ ملق میں صریح ہے تو اس کا اسقاط بھی ضروری تھا اور آپ کو معلوم ہے کہ عموم سے استدلال میں ایک قسم کا مصادرہ علی المطلوب ہے تو ان کے پاس بدائع کی بحث کے علاوہ کچھ نہیں ہے جبکہ یہ عبارت نصوص متواترہ اور روایات ظاہرہ صحیحہ کے مخالف ہے اور ائمہ ثلثہ کا جو اجماع کتب معتمدہ حتی کہ بدائع اور بحر میں بھی منقول ہے اُس کے بھی خلاف ہے لہٰذا اس کو خوب ذہن نشین کرلینا چاہئے، اللہ تعالٰی تم کو

1 ہم کو تمام مسلمانوں کو دنیا و آخرت میں حق پر ثابت قدم رکھے وہ اس کا والی اور قادر ہے اس اللہ علی وعظیم کے سوا کسی کو طاقت نہیں ہے اور صلوٰۃ ہمارے سردار ان کی آل اصحاب بیٹے جماعت تمام پر ہو، آمین ! (ت)

فائدہ ۷ : ختم ھذا المبحث ش بقولہ قلت وفی ذلك (ای ما مال الیہ العلامۃ والبحر) توسعۃ عظیمۃ ولا سیما فی زمن انقطاع المیاہ عن حیاض المساجد وغیرھا فی بلادنا ولکن الاحتیاط لایخفی اھ[1]

اقول الاحتیاط العمل باقوی الدلیلین وقد علمت ان ما مال الیہ لا دلیل علیہ والتوسعۃ قد تبیح المیل الی روایۃ لغیرھا رجحان علیہا درایۃ وھھنا لا روایۃ ولا درایۃ نعم ان تحققت الضرورۃ ففی العمل بقول امامی الھدی مالك والشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہما مندوحۃ ان الماء المستعمل طاھر وطھور۔

فائدہ ۷ : 'ش' نے اس بحث کو ان الفاظ پر ختم کیا ہے "میں کہتا ہوں اور اس میں (یعنی جس کی طرف علامہ اور بحر کا میلان ہے) بڑی وسعت ہے خاص طور پر اس زمانہ میں جبکہ ہمارے بلاد کی مساجد وغیرہ کے حوضوں کا پانی ختم ہو جاتا ہے، لیکن احتیاط مخفی نہیں اھ (ت)

میں کہتا ہوں احتیاط تو اس میں ہے کہ دو دلیلوں میں سے جو زیادہ قوی ہو اس پر عمل کیا جائے، اور آپ کو معلوم ہے کہ جس طرف ان کا رجحان ہے اس پر کوئی دلیل نہیں، اور گنجائش میں کبھی مرجوح روایت کو بھی درایۃً اختیار کرنا پڑتا ہے، اور یہاں تو نہ روایت ہے اور نہ درایت، ہاں اگر ضرورت پائی جاتی ہے تو بقول امام مالک اور امام شافعی عمل کی حد تک پائی جاتی ہے، اور ان کے نزدیک یہ پانی طاہر وطہور ہے۔ (ت)

فائدہ ۸ : قال ش فی المنحۃ علی قول البحر لا معنی للفرق بین المسألتین یرید الملقی والملاقی ما نصہ قال بعض مشایخنا یدل علیہ ایضا روایۃ النجاسۃ فان النجس ینجس غیرہ سواء کان ملقی او ملاقیا فکذا علی روایۃ الطھارۃ واذا کان کذلك فلیکن التعویل علیہ سیما وقد اختارہ کثیرون وعامۃ من تأخر عن الشارح تابعہ علی

فائدہ ۸ : 'ش' نے منحہ میں بحر کے قول پر فرمایا دونوں مسئلوں میں کوئی فرق نہیں، یعنی ملقی اور ملاقی میں، ان کی عبارت یہ ہے کہ ہمارے بعض مشایخ نے فرمایا اس پر نجاست کی روایت دلالت کرتی ہے کیونکہ نجس دوسرے کو بھی نجس کرتا ہے خواہ وہ ملقی ہو یا ملاقی، اسی طرح طہارت کی روایت پر۔ اور جب صورتِ حال یہ ہے تو اسی پر اعتماد ہونا چاہئے بالخصوص ایسی صورت میں جبکہ بہت سے علماء نے اسکو

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۵

ذلك حتی صاحب النهر مع ما فیه من رفع الحرج العظیم علی المسلمین[1] اھ

اقول اوّلا[ف۱] ان کان للقیاس علی روایة النجاسة مساغ کان الشیخ ابن الشحنة احق بهذا منکم فان التسویة علی روایة النجاسة انما هی فی التاثیر لا فی عدمها فکما استویا علیها فی التاثیر بسلب الطهارة فکذا علی روایة الطهارة بسلب الطهوریة لا فی عدم التاثیر اصلا وثانیا[ف۲] صرحوا ان ماء ورد علی نجس نجس کعکسه ای ان التنجس یحصل للماء القلیل کله سواء کان هو الوارد علی نجاسة او بالعکس واذن نقول بمثله ههنا فکما ان الماء الوارد علی نجاسة حکمیة یصیر کله مسلوب الطهوریة کذلك النجاسة الحکمیة اذا وردت علی ماء قلیل تجعل جمیعه مسلوب الطهوریة وقیاس احدی النجاستین علی الاخری احق بالقبول من قیاس روایة الطهارة علی روایة النجاسة وثالثا[ف۳] وهو الحل الحکم انما یثبت بثبوت سببه وسبب التنجس هو ملاقاة النجس وهو حاصل فی الملقی کالملاقی وسبب الاستعمال ملاقاة بدن

مختار کیا ہے اور شارح کے بعد آنے والے علماء نے حتی کہ صاحبِ نہر نے بھی ان کی متابعت کی ہے، پھر مسلمانوں کو تنگی سے نکالنا ہے اھ (ت)

میں کہتا ہوں، اوّلاً اگر قیاس کو نجاست[ف۱] والی روایت پر گنجائش موجود ہو تو شیخ ابن الشحنہ اس کے بہ نسبت آپ کے زاید مستحق ہیں، کیونکہ نجاست والی روایت پر برابری تاثیر میں ہے نہ کہ عدمِ تاثیر میں جیسے وہ دونوں سلبِ طہارت کی تاثیر میں برابر ہیں، اسی طرح طہارت کی روایت پر سلبِ طہوریت میں برابر ہونا چاہیے نہ کہ اصلاً عدمِ تاثیر میں مساوات ہو۔

ثانیاً اس امر کی علماء نے تصریح کی ہے جو پانی نجس پر وارد ہوتا ہے وہ بھی نجس ہوجاتا ہے جیسا کہ اس کا عکس ہے، یعنی ناپاک ہونا کل تھوڑے پانی میں ہوتا ہے خواہ وُہ نجاست پر وارد ہو یا نجاست اس پر وارد ہو، اس لیے اسی قسم کا قول ہم یہاں کرتے ہیں تو جس طرح وُہ پانی جو نجاستِ حکمیہ پر وارد ہوتا ہے اس کی طہوریت ختم ہوجاتی ہے اسی طرح نجاستِ حکمیہ جب تھوڑے پانی پر وارد ہو تو تمام پانی کی طہوریت ختم ہوجائے گی، اور ایک نجاست کو دوسری نجاست پر قیاس کرنا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ طہارت کی روایت کو نجاست کی روایت پر قیاس کیا جائے۔

ثالثاً، یہی حل ہے، حکم جب ثابت ہوتا ہے تو وہ اس کے سبب کے ثابت ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۷۴

www.alahazratnetwork.org

محدث او متقرب سواء کان بورود الماء على الحدث او الحدث على الماء وهو حاصل فی الملاقی منتف فی الملقی فیه لان الماء المستعمل اذا القی فی الحوض فلا ماؤه ورد على حدث ولا الحدث ورد علیه انما ورد علیه ما ورد على الحدث ولیس هذا سبب الاستعمال۔

ف۱
ورابعا سمعت
ف۲
حدیث رفع الحرج ودفعه وخامسا لیس هؤلاء الکثیرون الا المتأخرون عن البحر ولیس فیهم من یکون له قول فی المذهب لاسیما على خلاف المذهب الصحیح المعتمد المذیل بطراز الاجماع وهذا صاحب البحر قائلا فیه لا یفتی ولا یعمل الا بقول الامام الاعظم ولا یعدل عنه الى قولهما او قول احدهما او غیرهما الا لضرورة من ضعف دلیل او تعامل بخلافه کالمزارعة وان صرح المشایخ بان الفتوى على قولهما[1] اھ فاذا کان هذا فی قول امامی المذهب وقد افتوا به فما ظنك بما لیس قول احدهما ولا قول احد ولا روایة عن احد وما صححه احد ولا له فی الدرایة مستند، فکیف یعدل الى مثله عن مذهب

اور ناپاک ہونے کا سبب ناپاک سے ملاقات ہے، تو وہ ملقی میں بھی اسی طرح موجود ہے جس طرح ملاقی میں ہے اور استعمال کا سبب محدث کے بدن سے ملاقات ہے یا متقرب کے بدن سے ملاقات ہے خواہ حدث پر پانی وارد ہو یا پانی پر حدث وارد ہو، اور یہ چیز ملاقی میں تو ہے ملقی فیہ میں نہیں کیونکہ مستعمل پانی جب حوض میں ڈالا جائے تو نہ تو اس کا پانی حدث پر وارد ہُوا اور نہ ہی حدث اس پر وارد ہوا، اور اس پر وُہ چیز وارد ہوئی ہے جو حدث پر وارد ہوئی ہے اور یہ سببِ استعمال نہیں۔

رابعاً آپ حرج رفع کرنے کا معاملہ اور اس کا رَد سُن چکے ہیں۔

خامساً یہ کثیر علماء بحر سے متاخر ہیں، اور ان میں کوئی اس پایہ کا نہیں کہ مذہب میں اس کا قول سند ہو، خاص طور پر قول صحیح کے مقابل جس پہ اجماع ہوچکا ہو، خاص طور پر جبکہ صاحبِ بحر فرمارہے ہوں، فتوٰی امام اعظم کے قول پر ہی دیا جائے نہ کہ صاحبین یا کسی ایک صاحب کے قول پر سوائے ضرورت کے، مثلاً یہ کہ دلیل ضعیف ہو یا اس کے خلاف تعامل ہو، جیسے مزارعۃ کے معاملہ میں ہوا خواہ مشایخ نے تصریح کی ہو کہ فتوٰی صاحبین کے قول پر ہے اھ جب یہ معاملہ دو ائمۂ مذہب کے ساتھ ہے اور وُہ اس پر فتوٰی دے چکے ہیں تو جہاں کسی کا

---

[1] بحرالرائق اوقاتِ نماز سعید کمپنی کراچی ۱/۲۴۶

www.alahazratnetwork.org

جمیع الائمۃ الصحیح المعتمد، وما مثل هؤلاء بین ایدی ائمۃ المذهب الا کمثل احدنا عند هؤلاء بل اقل وابعد، لاستوائنا جمیعا فی وجوب الاستسلام للائمۃ وردا وصدرا وان لاتکون لنا الخیرۃ من انفسنا اذا قضوا امرا، اما کثرۃ من تبع البحر فقد قال البحر فی ماهو اعظم کثرۃ واشد قوۃ من الوف امثال هذا لدورانه فی متون المذهب والشروح والفتاوی اعنی عدم الاعتکاف مما لایصح تعلیقه مانصه هذا الموضع مما اخطؤا فیه والخطأ هنا اقبح لکثرۃ الصرائح بصحۃ تعلیقه وانا متعجب لکونهم تداولوا هذه العبارات متونا وشروحا وفتاوی وقد یقع کثیرا ان مؤلفا یذکر شیئا خطأ فیأتی من بعده فینقلون تلك العبارۃ من غیر تغییر ولا تنبیه فیکثر الناقلون واصله لواحد مخطئ[1] اھ وهذا هو الواقع ههنا کما تری وبالله العصمۃ علی ان کلام کثیر منهم فی الباب لم یسلم عن اضطراب وهذا البحر نفسه قد اکثر من نقول ما قدمنا من حججنا وفیها نقل الاجماع ونص فی مسألۃ البئر ان المذهب المختار ان الماء طاهر غیر طهور[2]

www.alahazratnetwork.org

قول ہی نہ ہو اور نہ روایت ہو، اور نہ کسی نے اس کی تصحیح کی ہو اور نہ اس کے لیے مستند درایت ہو، تو تمام ائمہ کا اجماعی مذہب چھوڑ کر اس کو کیسے اختیار کیا جا سکتا ہے، ائمہ مذہب کے سامنے ان کی قدر و قیمت اتنی نہیں جتنی کہ ہماری ان حضرات کے سامنے ہے بلکہ اس سے بھی کمتر، کیونکہ ہم سب پر ائمہ کے حکم کا ماننا لازم ہے اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے اور جب کسی معاملہ کا وہ فیصلہ کردیں تو ہمیں اپنی طرف سے کوئی اختیار نہیں! اور رہا یہ معاملہ کہ بحر کی اتباع بہت سے مشائخ نے کی ہے ایک مسئلہ میں جو شدت و قوت کے لحاظ سے اس سے ہزار گنا زیادہ ہے کیونکہ وہ متون مذہب اور شروح اور فتاوی میں موجود ہے، یعنی اعتکاف کی تعلیق کے صحیح نہ ہونے کے بارے میں خود بحر نے فرمایا کہ یہاں ان کو غلطی لگی ہے اور یہاں خطا زیادہ قبیح ہے کیونکہ اس کی تعلیق کی صحت پر بکثرت تصریحات موجود ہیں اور مجھے تعجب ہے کہ فقہاء نے ان عبارات کو متون و شروح اور فتاوی میں قبول کیا ہے، عام طور پر ایسا ہوتا رہتا ہے کہ ایک مؤلف ایک چیز ذکر کردیتا ہے غلطی سے، پھر بعد والے اس غلطی کو بلا نکیر نقل کرتے رہتے ہیں، اس طرح ایک خطا کار کے ناقل بکثرت ہوجاتے ہیں اھ[1] اور یہاں ایسا ہی ہوا ہے جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں، علاوہ ازیں ان میں سے اکثر کا کلام اضطراب سے خالی نہیں، اور خود بحر نے بہت سی نقول ذکر کی ہیں جنہیں ہم نے اپنے دلائل میں بہت پہلے ذکر کیا ہے اور اس میں اجماع کو

---

[1] بحرالرائق متفرقات من البیوع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۱۸۵

[2] بحرالرائق مسئلۃ البئر جحط " ۱/ ۹۸

والنهر قال فی عبارة الاسرار ما قال ولما تمسك البحر بعبارة المحیط والتوشیح والتحفة اذا وقع الماء المستعمل فی البئر الخ کتب علیه لایخفاك ان العبارة فی وقوع الماء لا المغتسل وکذا فیما بعده اھ[1] والدر استدرك علی البحر بکلام الحسن وکذا ابو السعود وقد منا کلمات ش و هم جمیعا والحلیة قبلهم عللوا سقوط حکم الاستعمال بالضرورة وهو کما علمت اعتراف بالحق بالضرورة۔

نقل کیا ہے اور کنویں کے مسئلہ میں یہ صراحت کی ہے کہ مذہب مختار یہ ہے کہ پانی طاہر غیر طہور ہے، اور نہر نے اسرار کی عبارت میں فرمایا ہے جو گزرا، اور جب بحر نے محیط، توشیح اور تحفہ کی عبارت سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا "جب مستعمل پانی کنویں میں گر جائے الخ" تو اس پر لکھا کہ آپ پر مخفی نہ رہے کہ عبارت پانی کے گرنے میں ہے نہ کہ دھوون کے گرنے میں' اور اسی طرح اس کے بعد کی عبارت اھ اور در نے بحر پر حسن کے کلام سے استدراک کیا ہے، اور اسی طرح ابوالسعود نے، اور ہم نے "ش" اور ان سب کے اور حلیہ کے کلمات نقل کئے ان تمام حضرات نے حکم استعمال کے ساقط ہونے کی وجہ ضرورت کو قرار دیا ہے، اور جیسا کہ آپ نے جانا یہ اعتراف حق ہے۔ (ت)

فائدہ ۹۵: اقول ذکرت فی الطرس المعدل مسألة ادخال المحدث رأسه او خفه او جبیرته فی الماء وانه یجزئه عند الامام الثانی ولا یصیر الماء مستعملا وان الصحیح وفاق محمد فیها وان المراد لا یصیر ماء الاناء مثلا مستعملا بل البلة الملتصقة بالرأس ای الممسوح فقط فاعلم ان هذا لخصوص المسح فلا یقاس علیه المغسول قال ملك العلماء فی البدائع ادخل رأسه او خفه او جبیرته فی الاناء وهو محدث قال ابو یوسف یجزئه فی المسح ولا یصیر الماء مستعملا سواء نوی

فائدہ ۹۵: میں نے "الطرس المعدل" میں محدث کا پانی میں اپنا سر، موزہ یا پٹی ڈبونے کا مسئلہ ذکر کیا ہے اور یہ کہ دوسرے امام کے نزدیک اس کو یہ کفایت کرے گا، اور پانی مستعمل نہ ہوگا، اور اس میں صحیح یہی ہے کہ محمد کو اس سے اتفاق ہے، اور یہ کہ مراد یہ ہے کہ برتن کا پانی مستعمل نہ ہوگا بلکہ وہ تری جو سر سے لگی ہوتی ہے یعنی صرف ممسوح، تو جاننا چاہئے کہ یہ خاص مسح کے لیے ہے تو اس پر مغسول کو قیاس نہ کرنا چاہئے، ملک العلماء نے بدائع میں فرمایا کسی نے اپنا سر، موزہ یا پٹی پانی میں داخل کی اور بے وضو تھا، تو ابو یوسف نے فرمایا اسکے مسح کو کافی ہے' اور پانی بہرحال مستعمل نہ ہوگا خواہ نیت کرے یا نہ کرے کیونکہ استعمال کے دو

---

[1] نہر الفائق

www.alahazratnetwork.org

اولم ینو لوجود[1] احد سببی الاستعمال وانما کان لان فرض المسح یتأدی باصابة البلة اذ ھو اسم للاصابة دون الاسالة فلم یزل شیئ من الحدث الی الماء الباقی فی الاناء وانما زال الی البلة وکذا اقامة القربة تحصل بھا فاقتصر حکم الاستعمال علیھا اھ[1] وھذا ینادی باعلی نداء ان عدم انتقال الحدث الی باقی الماء فی الاناء واقتصار حکم الاستعمال علی البلة فی صور المسح انما کان لانہ لا یحتاج الا الی بلة فبھا یتأدی فرضہ وبھا تقوم قربتہ فھو لم یستعمل الماء بل البلة بخلاف ما وظیفتہ الغسل فانہ اسالة فکان استعمالا للماء لا لمجرد بلة فیزول بہ الحدث الی جمیع ما فی الاناء لقلتہ ولا یقتصر حکم الاستعمال علی البلة الملاقیة لسطح البدن

سببوں میں سے ایک پایا جارہا ہے اور یہ اس لیے ہوا کہ مسح کا فرض ادنٰی تری سے ادا ہوجاتا ہے کیونکہ مسح لگنے کو کہتے ہیں نہ کہ بہانے کو، تو حدث میں سے کوئی چیز چھوٹ کر برتن میں پانی تک نہیں آئی صرف تری تک منتقل ہوئی اور اسی طرح اس سے قربت قائم ہوتی ہے تو اس پر استعمال کا حکم محدود ہوگیا اھ اور اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسح میں حدث کا برتن میں باقی پانی کی طرف منتقل نہ ہونا اور استعمال کے حکم کا صرف تری تک محدود رہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں محض تری کی ضرورت ہے اسی سے فرض ادا ہوجاتا ہے اور اسی سے قربت ادا ہوجاتی ہے، تو اس نے پانی کو استعمال نہیں کیا بلکہ اس نے تری کو استعمال کیا بخلاف اس کے جس میں دھونا ضروری ہے کیونکہ اس میں بہانا ضروری ہے تو وہاں پانی کا استعمال ہوگا محض تری کا نہیں ہوگا، تو حدث برتن کے تمام پانی کی طرف منتقل ہوگا کیونکہ وہ کم ہے اور استعمال کا حکم اس تری

www.alahazratnetwork.org

---

[1] اقول قولہ لوجود متعلق بالمنفی ای صیرورة الماء مستعملا لوجود ازالة الحدث وان لم ینو واقامة القربة ایضا ان نوی منتفیة فلا یصیر مستعملا وان وجد السببان وانما کان ھذا الانتفاء لانہ لم یستعمل الماء بل البلة وذلک لان فرض المسح الخ ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

اقول اسکا قول "لوجود" منفی سے متعلق ہے یعنی پانی کا مستعمل ہونا حدث کے ازالہ کی وجہ سے اگرچہ نیت نہ کرے اور قربت ادا کرنے کے سبب بھی اگر نیت کرے منتفی ہے، تو مستعمل نہ ہوگا اگرچہ دونوں سبب پائے جائیں، اور یہ انتفاء اس لیے ہے کیونکہ اس نے پانی استعمال نہیں کیا صرف تری استعمال کی اور یہ اس لئے ہے کہ مسح کا فرض الخ ۱۲ منہ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

الظاهر لان البلة لا يحصل بها اسالة ولا غسل فظهر الامر وبالله التوفيق فلا حجة فيه للمسوين بين الملاقي والملقى وليس مبناه على تلك المسألة۔

اقول والدليل القاطع عليه ان ابا يوسف القائل بنجاسة الماء المستعمل لم يقل ههنا بالسريان قال الامام فقيه النفس ابو يوسف رحمه الله تعالٰی قال انما يتنجس الماء في كل شيئ يغسل اما ما يمسح فلا يصير الماء مستعملا[1] اھ مع اجماع اصحابنا ان النجاسة تسري في القليل بلا فرق بين الكثير منها والقليل وقد تقدم التصريح به عن البدائع فان فهم ما كان ذهب اليه وهل في بادي الرأي ان سبيل المسألة سبيل الخلف في الملقى والملاقي واستنار ماذكرت جوابا عنه من الفرق بين الغسل والمسح اما توقفي في وجهه فالوجه عند المجتهد وليس علينا ابداؤه۔

واقول يخطر ببالي والله تعالٰی اعلم ان الاجسام كما قدمت جواهر فردة متراكمة متفرقة حقيقة متصلة حسا وامر الغسل لا يتأدى الا بجسم مائي ذي ثخن صالح

تک محدود نہ رہے گا جو بدن کے ظاہر کی سطح سے متصل ہے کیونکہ تری سے نہ بہانا حاصل ہوتا ہے نہ غسل، تو معاملہ بتوفیق اللہ ظاہر ہوگیا، اس میں ان لوگوں کے لئے حجت نہیں جو ملقی اور ملاقی میں فرق نہیں کرتے تو اسکی بنیاد اس مسئلہ پر نہیں۔ (ت)

میں کہتا ہوں، اس پر قطعی دلیل یہ ہے کہ ابو یوسف جو مستعمل پانی کی نجاست کے قائل ہیں وہ یہاں سرایت کا قول نہیں کرتے، امام فقیہ النفس نے فرمایا کہ امام ابو یوسف فرمایا "پانی ہر اس چیز میں نجس ہوتا ہے جو دھوئی جاتی ہے اور جس پر مسح کیا جاتا ہے اس سے مستعمل نہ ہوگا اھ حالانکہ ہمارے اصحاب کا اجماع ہے کہ نجاست تھوڑے پانی میں سرایت کرتی ہے خواہ کم ہو یا زائد، بدائع سے اس کی تصریح گزر چکی ہے تو ان کا جواب ہوگیا، اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ خلف کی طرح ہے ملقی اور ملاقی میں اور جو جواب میں نے ذکر کیا وہ واضح ہوگیا یعنی یہ کہ غسل اور مسح میں فرق ہے اور اس کے استدلال میں میرا توقف کرنا اس لیے ہے کہ دلیل پیش کرنا مجتہد کا کام ہے، اور ہمیں اس کا ظاہر کرنا لازم نہیں۔ (ت)

میں کہتا ہوں اللہ بہتر جانتا ہے میرے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ اجسام جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا جواہر فردہ ہیں تہ بہ تہ ہیں حقیقۃً متفرق ہیں اور حسًّا متصل ہیں، اور دھونا ایسے جسم سے ہوسکتا ہے جو پانی کا

[1] فتاوٰی قاضی خان الماء المستعمل نولکشور لکھنؤ ۱/۸

www.alahazratnetwork.org

یری سائلا علی البدن سیلا نافلا بد فیہ من
اعتبار المحسوس وفی الحس الماء الکائن
فی محل واحد شیئ متصل واحد فحصل
الاستعمال للکل لحصول الملاقی للکل کما فی نجاسۃ
ترد علی الماء وانما سقط الحکم عن الکثیر
لان الشرع جعلہ کالجاری فلا یتأثر ما لم
یتغیر کما سبق تقریر کل ذلک اما المسح
فمجرد اصابۃ من دون اسالۃ فتکفی
فیہ جواھر قریبۃ تفید بلۃ وھی منفصلۃ
عما فوقھا فیقتصر اللقاء علیھا ولا یتعدی الی
سائر الاجزاء لعدم الحاجۃ الی ترک
الحقیقۃ وبہ استبان ما قالوا ھنا من قصر
اللقاء علی البلۃ وظھر الجواب عما ذکرت فیہ
من النظر واشار الیہ المحقق حیث اطلق
ابن الھمام بقولہ فیہ نظر ھذا ما عندی فی
تقریرہ وجھد المقل دموعہ ویحتاج الی
تلطیف القریحۃ وکیف ما کان لا حجۃ فیہ
للمستوین بل ھو حجۃ علیھم لدلالۃ فحواہ
ان قصر الحکم علی البلۃ دون بقیۃ ما فی الاناء
لعدم الحاجۃ فی المسح الی الاسالۃ فافاد ان
فیما وظیفتہ الاسالۃ یعم الحکم جمیع ما فی
الاناء وھو المقصود۔

فائدہ ۱۰: اقول وباللہ التوفیق
ھنا لفظان الوضوء من الحوض و

ہو اور اس میں حجم ہو اور جسم پر بہتا ہوا نظر آئے، تو
اس میں محسوس کا اعتبار ضروری ہے اور حس میں وہ پانی
جو ایک جگہ ہو متصل واحد ہے تو کل پانی مستعمل ہوگیا
کیونکہ ملاقاۃ کل سے ہی ہے، جیسے کہ وہ نجاست جو
پانی پر وارد ہو اور حکم کثیر سے اس لیے ساقط ہوگیا
کیونکہ شریعت نے اس کو جاری کے حکم میں رکھا ہے،
تو جب تک اس میں تغیر نہ ہو متاثر نہ ہوگا جیسے کہ اسکی
تقریر گزری، اور مسح میں صرف پانی کا لگانا ہے نہ کہ
بہانا ہے، تو اس کے لیے قریب جواہر ہونا کافی ہے
جن سے تری پیدا ہوتی ہے اور وہ جواہر اوپر والوں سے
جدا ہیں تو ملاقاۃ اسی پر منحصر رہے گی اور باقی اجزاء کی
طرف منتقل نہ ہوگی کیونکہ ترکِ حقیقۃ کی حاجت نہیں اور
یہیں سے معلوم ہوا کہ ملاقاۃ صرف تری تک محدود ہے
جیسا کہ فقہاء نے فرمایا، اور جو نظر میں نے ذکر کی ہے اس
سے جواب ظاہر ہوگیا، اور محقق نے اس کی طرف اشارہ
کیا کیونکہ ابن ہمام نے فرمایا اس میں نظر ہے میرے نزدیک اسکی تقریر
یہی ہے، بہرصورت ان کیلئے اس میں کوئی حجت نہیں جو ملتقی اور
ملاقی میں برابری کے قائل ہیں، بلکہ یہ اُن کے خلاف
حجت ہے، کیونکہ اس کا فحوی اس پر دلالت کرتا ہے
کہ حکم تری پر مقصور ہے، جو برتن میں باقیماندہ پانی ہے
اس پر نہیں ہے کیونکہ مسح میں اسالۃ کی ضرورت
نہیں، تو انہوں نے بتایا کہ جہاں بہانا ہوتا ہے وہاں
حکم برتن کے تمام پانی کو عام ہوتا ہے اور یہی مقصود ہے (ت)

فائدہ ۱۰: میں بتوفیق الٰہی کہتا ہوں، یہاں دو لفظ ہیں
الوضوء من الحوض اور الوضوء فی الحوض۔ قاسم نے

www.alahazratnetwork.org

[ف1] به عبر العلامة قاسم تسامحا وفي الحوض وبه عبر العلامة ابن الشحنة [ف2] وسوى بينهما البحر فتارة يقول من كصدر مقالته واسم رسالته واخرى في كمطاوي عبارته و قد علمت ان الثاني يحتمل وجهين الوضوء خارجه بحيث تقع الغسالة فيه ولو بعد الجريان على الارض والوضوء فيه بغمس الاعضاء ذاك ملقى وهذا ملاق و اللفظ الاول يحتمل ثلثة وجوه هذين والوضوء خارجه بالاغتراف منه بحيث لا تصل الغسالة اليه كالوضوء من بئر زمزم و هذا الثالث على ثلثة وجوه الاغتراف باناء بحيث لا يصيب شئ من يده الماء وباليد لعدم اناء او مع وجوده فالاول جائز بالاجماع ولا يتوهم تطرق خلل به الى الماء وكذا الثاني لمكان الضرورة الا اذا ادخل ازيد من قدر الحاجة او قدرها للاغتراف ثم نوى الغسل فيه فان هذين يعودان الى صورة الغمس كالثالث ففي هذه[1] الاربع يصير الماء كله مستعملا

تسامح سے کام لیتے ہوئے من الحوض سے تعبیر کیا اور ابن الشحنہ نے الوضوء فی الحوض سے تعبیر کیا اور بحر نے ان دونوں کو برابر کیا، کبھی تو من کہتے ہیں، جیسا کہ انھوں نے اپنے مقالہ کی ابتداء اور رسالہ کے نام میں، اور کبھی فی استعمال کیا جیسا کہ عبارات کے درمیان میں کیا۔ اور آپ جان چکے ہیں دوسرا دو وجہوں کا احتمال رکھتا ہے، ایک تو وضو حوض کے باہر اس طرح کہ دھوون حوض میں گرے خواہ زمین پر بہہ کر جائے اور ایک یہ کہ وضوء اس طرح کیا جائے کہ حوض میں اعضاء ڈبوئے جائیں وہ ملقی ہے اور یہ ملاقی ہے اور پہلا لفظ تین وجوہ کا محتمل ہے، دو تو یہی اور تیسری یہ کہ حوض کے باہر بیٹھ کر حوض سے چلو بھر پانی لیں اس طرح کہ دھوون حوض تک نہ پہنچے جیسے زمزم کے کنویں سے کیا جاتا ہے۔ اور اس تیسری وجہ میں بھی تین وجوہ ہیں ایک تو یہ کہ برتن سے پانی لیں اس طرح کہ ہاتھ پانی کو نہ لگے، دوسرے یہ کہ ہاتھ سے لیں جبکہ برتن نہ ہو، تیسرے یہ کہ ہاتھ سے لیں لیکن برتن موجود ہو تو پہلا بالاجماع جائز ہے اور اس سے پانی میں خلل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے اور دوسرا بھی جائز ہے کیونکہ ضرورت ہے، ہاں اگر ضرورت سے زائد ہاتھ داخل کیا یا بقدرِ ضرورت ڈالا پھر اس میں غسل کا ارادہ کیا تو یہ دونوں صورتیں ڈبونے کی صورت

www.alahazratnetwork.org

---

[1] ای ادخال الزائد علی قدر حاجة الاغتراف ونية الغسل فيه والاغتراف بيد محدثة مع وجود الاناء والوضوء فيه بغمس الاعضاء اھ منه غفر له۔ (م)

یعنی چلّو کی مقدار سے زیادہ داخل کرنا اور پانی میں دھونے کی نیت کرنا اور برتن کے ہوتے ہوئے محدث کا ہاتھ کے ذریعے پانی نکالنا اور پانی میں اعضاء ڈبو کر وضو کرنا اھ منہ غفرلہ (ت)

قلیلاً کان او کثیرا ما لم یکن کثیرا اما الاول الثانی اعنی الوضوء خارجه مع وقوع الغسالة فیه فالصحیح المعتمد انه لا یفسد الماء ما لم یساوہ او یغلب علیه هذه احکام الصور الخمس قد وضحت بحمد الله تعالٰی مثل الشمس وبه ظهر ان العلامة عبد البر اصاب فی حکم الاربع الاول دون الخامس والعلامتان القاسم والبحر ومن تبعهم بالعکس ثم معه فیما خالف الصحیح عدة روایات واقوال مفصلة فی البدائع وغیرها ان الماء المستعمل یفسد المطلق مطلقا وان قل او اذا استبان مواقع القطر او اذا سال سیلانا والکل حاصل فی الوضوء فی الحوض الصغیر بالمعنی الاول بخلاف هٰؤلاء الجلة فلیس بایدیهم الا بحث وقع فی البدائع علی خلاف النصوص المتواترة واجماع ائمة المذهب رضی الله تعالٰی عنهم والحق، هو هذا الفرق، الذی وفق المولی سبحنه وتعالی عبده الذلیل، بتحقیقه الجلیل، بحیث احاط ان شاء الله تعالٰی بکل کثیر وقلیل، وبلغ الغایة القصوی فی التفریع والتاصیل، فله الحمد علی ما اولی، وافضل الصلوات العلی، والتسلیمات الزاکیات المبارکات علی المولی، واٰله وصحبه، وابنه وحزبه، کما یحب ربنا ویرضی، اٰمین، والحمد لله رب العٰلمین، والله سبحنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم۔

میں شامل ہیں، جیسی کی تیسری، تو ان چاروں صورتوں میں کل پانی مستعمل ہوجائیگا خواہ کم ہو یا زیادہ، جبتک کثیر نہ ہوجائے لیکن دوسرے کا پہلا یعنی حوض کے باہر وضو کرنا اس طرح کہ دھوون اس میں گرتا رہے تو صحیح اور معتمد یہ ہے کہ جب تک وہ پانی کے برابر نہ ہو یا اس پر غالب نہ ہو پانی کو فاسد نہ کرے گا، یہ پانچوں صورتوں کے احکام ہیں اور میں نے بحمداللہ سورج کی طرح واضح کردیا ہے اور اسی سے ظاہر ہوگیا کہ علامہ عبدالبر نے پہلی چار صورتوں کے بیان میں کوئی غلطی نہیں کی مگر پانچویں میں غلطی کی اور علامہ قاسم اور بحر اور ان کے متبعین نے برعکس کیا پھر ان کے ساتھ ان صورتوں میں جن میں مخالفت کی متعدد روایات و اقوال ہیں جن کی تفصیل بدائع وغیرہ میں ہے، مثلاً یہ کہ مستعمل پانی مطلق پانی کو مطلقاً فاسد کردیتا ہے خواہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو، یا قطروں کے مقامات ظاہر ہوں یا جبکہ خوب بہے اور یہ سب چھوٹے حوض میں وضو کرنے سے حاصل ہے، لیکن پہلے معنی کے اعتبار سے، بخلاف ان جلیل القدر علماء کے کہ ان کے ہاتھ میں سوائے اُس بحث کے کچھ نہیں جو نصوص متواترہ، اجماع ائمہ مذہب کے خلاف بدائع میں واقع ہے، اور حق وہ فرق ہے جس کی اپنے ذلیل بندے کو مولٰی سبحنہ نے توفیق دی تحقیق جلیل کی کہ اس نے کثیر و قلیل کا احاطہ کیا اور انتہا کو پہنچا اُس کی حمد سب سے اولٰی ہے بہتر صلٰوۃ و سلام افضل مبارک مزکی آقا پر ان کے آل اصحاب اولاد جماعت پر جیسا کہ ہمارا رب پسند فرمائے آمین والحمد للہ رب العالمین الٰی اٰخرہ۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org